حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

ملفوظات حکیم الامت

جلد ۲۵

ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

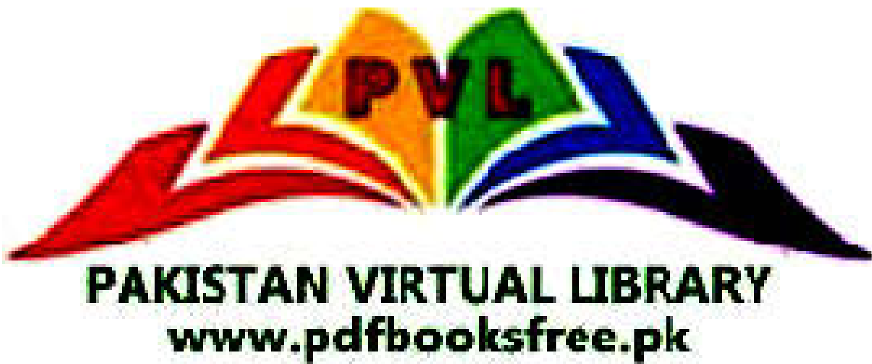
بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک ضروری گزارش!

معزز قارئینِ کرام! اس کتاب کو عام قاری کے مطالعہ، اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی اور ثوابِ دارین کے خاطر پاکستان ورچوئل لائبریری پر شائع کر رہا ہوں۔ اگر آپ کو میری یہ کاوش پسند آئی ہے یا آپ کو اس کتاب کے مطالعے سے کوئی راہنمائی ملی ہے تو برائے مہربانی میرے اور میرے والدین کی بخشش کے لئے اللہ رب العزت سے دُعا ضرور کیجئے گا۔ شکریہ

طالبِ دُعا سعید خان

ایڈمن پاکستان ورچوئل لائبریری



بسلسلہ

ملفوظاتِ حکیم الامت

یعنی جلد ۲۵

جمیل الکلام ☆ اسعد الابرار

آئینۂ تربیت

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

کی مجالس اور اسفار، نشست و برخاست میں بیان فرمودۂ انبیاء کرام، اولیاء عظام کے تذکروں، عاشقان الٰہی ذوالاحترام کی حکایات و روایات، دین برحق مذہب اسلام کے احکام و مسائل جن کا ہر فقرہ حقائق و معانی کے عطر سے معطر، ہر لفظ صبغۃ اللہ سے رنگا ہوا، ہر کلمہ شرابِ عشق حقیقی میں ڈوبا ہوا، ہر جملہ اصلاح نفس و اخلاق، نکات تصوف اور مختلف علمی و عملی، عقلی و نقلی، معلومات و تجربات کے بیش بہا خزائن کا دفینہ ہے اور جن کا مطالعہ آپ کی پُر بہار مجلس کا نقشہ آج بھی پیش کر دیتا ہے۔

جمع فرمودہ: حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رح ، مولانا عبدالحیؒ صاحب رح

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

اشرفیہ منزل چوک فوارہ بیرون بوہڑ گیٹ

ملتان۔ پاکستان فون: 540513

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



نام کتاب: جمیل الکلام واسعد الابرار وآئینۂ تربیت
اشاعت: شعبان ۱۴۲۲ھ باہتمام:- محمد اسحاق عفی
سلامت اقبال پریس چوک فوارہ ملتان

ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ
☆...... نزد چوک فوارہ ملتان
فون: 540513,41501
E.mail:ashaq90@hotmail.com

فہرست مضامین



بسم اللہ الرحمن الرحیم

چارشنبہ ۴ رجب ۱۳۵۷ھ بعد عصر مسجد خواص میں

حقیقی آزادی :-

- فرمایا آج کل حریت کا غلبہ ہے مگر حریت وہ مطلوب ہے جس میں راحت ہو اور شرعی حدود کے اندر ہو نہ کہ جس سے حدود میں دخل پڑے، مجھے تو یہاں تک آزادی کی قدر ہے کہ ایک دفعہ ریل میں ایک ڈپٹی کلکٹر صاحب کا ساتھ ہوگیا۔ خواجہ صاحب نے تعارف کرایا۔ اتنے میں مغرب کا وقت آ گیا۔ ہم سب نے نماز کا اہتمام کیا مگر وہ بیٹھے رہے۔ ان کا نام عزیز الدین تھا، خواجہ صاحب نے مجھ سے کہا کہ تم ان سے نماز کو کہو تو اثر ہوگا میں نے کہا کہ جنت میں تو جائیں عزیز الدین اور احسان ہو اشرف علی پر۔ میں بلا ضرورت زیادہ روک ٹوک نہیں کیا کرتا کہ دوسرے کے مقصود آزادی کے خلاف ہے۔ البتہ ضرورت شرعیہ مستثنیٰ ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ شاید نماز کے بعد یہ منہ سے بھی نہ بولے مگر میں ان سے ویسے ہی انبساط کے ساتھ ملا اور باتیں کرتا رہا۔ معلوم ہوا کہ وہ کہتے تھے کہ اس نے تو مجھے ذبح ہی کر دیا۔ اگر نماز کے لئے مجھ سے کہتا تو مغرب تو پڑھ لیتا مگر اسکے بعد پھر کچھ نہیں اور اب مغرب تو قضا ہوئی مگر اور سب نمازیں قائم ہوگئیں۔ پھر ایک عرصہ کے بعد وہ ہمارے ضلع میں سپرنٹنڈنٹ پولیس ہو کر آئے اور میرے پاس ملنے آئے تو ان کے اردلی سے معلوم ہوا کہ اب نماز کے بہت پابند ہو گئے ہیں حتیٰ کہ اجلاس بھی وضو کر کے کرتے ہیں

۔تو حریت کے حدود یہ ہیں اور اگر حریت ایسے ہی عام ہے تو میں کہتا ہوں کہ پھر حریت علی الاطلاق مطلوب ہی نہیں بلکہ بعض اسیری بہتر ہے ایسی آزادی سے۔ قال السعدیؒ ؎

اسیرش نخواہد رہائی زبند   شکارش نجوید خلاص از کمند

قال الرومیؒ ؎

گر دو صد زنجیر آری بگسلم   غیر زلف آں نگار

صحیح محبت:-

۲-فرمایا میرے اس سفر میں جو خط سے آنے کی اجازت مانگتا ہے تو میں لکھ دیتا ہوں کہ کچھ معلوم نہیں کہ جب آؤ تو میں ہوں یا نہ ہوں اور اس وقت مصلحت یا فرصت ملنے کی ہو یا نہ ہو۔ بعض ذہین ہوشیار آدمی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اگر تم نہ ہوئے یا ہمیں اجازت ملنے کی نہ ہوئی تو ہم کو رنج نہ ہوگا مگر ایک مخلص نے لکھا ہے کہ میں حالت موجودہ میں اسلئے نہیں آتا کہ اگر میں آیا اور تم نہ ہوئے اور پھر تم کو معلوم ہوا تو تم کو اس کا رنج ہوگا کہ فلاں شخص آیا تھا مگر میں نہیں ملا۔ تو تمہارا یہ واقعی رنج مجھ کو گوارہ نہیں اس لئے نہ ملنے کو ملنے پر ترجیح دی کسی ایسے ہی عاشق کا شعر ہے ؎

ارید وصاله ویرید هجری   فاترک ما ارید لما ارید

عارف شیرازیؒ نے گویا اسکا ترجمہ کیا ہے ؎

میلِ من سوئے وصال و میل او سوئے فراق   ترک کام خود گرفتم تابر آید کار دوست

محبت میں رونے پر ہنسنے کو ترجیح

۳-فرمایا ایک صاحب نے لکھا ہے کہ مجھے تو محبت میں رونا آتا ہے دعا کیجئے کہ یہ محبت قائم رہے۔ میں نے جواب دیا کہ میں تو ہنسنے کی محبت کی دعاء کرتا ہوں نہ کہ رونے کی محبت کی البتہ باطنی حالت ایسی ہونا چاہئے جیسا کہا گیا ہے ؎

تو اے افسردہ دل زاہد یکی در بزم رنداں شو   کہ بینی خندہ بر لبہا و آتش پارہ در دلہا

تحقیرِ امراء

۴-فرمایا ہمارے حضرت (قدس سرہ) فرماتے تھے کہ بعض درویشوں نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ امراء کی قصداً تحقیر کرتے ہیں فرمایا کہ یہ تو کبر ہے ہاں لپٹنا نہ چاہئے لیکن اس کی رعایت کرنا چاہئے نہ کہ امیر ہونے کی بناء پر بلکہ نعم الامیر ہونے کی بناء پر جیسا کہا گیا ہے "نعم الامیر علی باب الفقیر" وہ جب ہمارے دروازہ پر آ گیا اور امارت کو رخصت کر دیا تو امیر کہاں رہا اب اس کے نعم ہونے کی رعایت ہوگی۔

نزلوا الناس علی منازلھم

۵-فرمایا حذیومصر کے پیر بہت بوڑھے تھے جب حج کے واسطے مکہ آئے تو ہمارے حضرت سے ملنے کے لئے پیدل آئے شریف مکہ نے سواری کا انتظام کرنا چاہا تو کہا کہ شیخ کے یہاں سوار ہو کر جانا سوءِ ادب ہے۔ حضرت نے ان کی شان کے موافق خوب سامان کیا۔ چاء وغیرہ کا تو ایک صاحب نے کہا حضرت کو اس کی کیا ضرورت تھی فرمایا **نزلوا الناس علی منازلھم** وہ حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ میری طرف توجہ فرمایئے۔ حضرت نے چاء پیش فرمائی انہوں نے عرض کیا کہ چاء کی کیا ضرورت ہے۔ بس توجہ فرما دیجئے فرمایا وہ بھی ہو جائے گا چاء سے فارغ ہو کر گردن جھکا کر بیٹھ گئے۔ حضرت بھی متوجہ ہو گئے۔ پھر سر اٹھا کر بولے کہ الحمد للہ جیسا سنا تھا اس سے بدرجہا زیادہ پایا حضرت نے فرمایا کہ نہیں میں کیا چیز ہوں تو بگڑ گئے اور کہا کیا میں اندھا ہوں۔

علوی سیّد نہیں

۶-فرمایا بعض علوی خود کو سید سمجھتے ہیں یہ غلطی ہے خدا جانے کہاں سے کہتے ہیں۔ سید تو عرف میں صرف بنی فاطمہ ہیں ہاں کوئی اصطلاح ہی بدل دے تو دوسری بات ہے۔

خلافتِ الٰہی کا دعویٰ

۷-ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک شخص نے خلیفۃ اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور نظام دکن کو

اپنے خلیفۃ اللہ ہونے کا اشتہار بھی بھیجا ہے ۔ ایک معنیٰ سے تو صحیح ہے کہ (آدم واولادِ آدم انــی جاعل فی الارض خلیفه کے مصداق ہیں) مگر اس میں تو عموم ہے اور اس شخص کی مراد خاص ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ۔

حدیث کو تصوف کا تابع نہیں ہونا چاہئے

۸-فرمایا میرے ماموں صاحب مقیم حیدر آباد خود اپنے متعلق کہتے تھے کہ ان کو مولوی محمد شاہ صاحب نے فرمایا تھا کہ پیر جی صاحب حدیث تو شروع کردی ہے مگر اسے اپنے تصوف میں نہ ڈھال لیجئے اور ان ہی مولوی صاحب کا یہ مقولہ بھی نقل فرمایا کہ میں نے اس سے بڑا کافر کوئی نہیں دیکھا جو ایک کفر بکتا ہے اور پھر اس پر کہتا ہے قال اللہ تعالیٰ او قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

لطیفه

۹-فرمایا کہ بارش ہوئی تو ایک صاحب بھاگے دوسرے صاحب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بھاگتے ہو تو خوب جواب دیا کہ اس لئے بھاگتا ہوں کہ پیروں میں نہ آئے ۔

آج کل استدلال

۱۰-فرمایا ایک صاحب نے قل یا یھا الکفرون سے واحدۃ الوجود کو ثابت کیا ہے اسطرح کہ لا اعبد ما تعبدون میں لا زائد ہے یعنی میں بھی اسی کی عبادت کرتا ہوں جس کی تم کرتے ہو کہ ان سب میں بھی وہی ہے ۔ لیکن لا کے زاید ہونے پر دلیل کچھ نہیں ۔ دلیل دی تو یہ کہ جب شراب حلال تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز میں قل یا پڑھی اور لا چھوڑ گئے ۔ اس میں لا کے زائد ہونے کو ظاہر فرمادیا اس وقت تک لا تقربو االصلوٰۃ و انتم سکری نازل نہ ہوا تھا ۔ کسی نے کہا کہ یہ تو نشہ کا قصہ ہے اس میں دلیل کیسے ہوسکتی ہے کہنے لگے کہ ملانوں کے ڈر کے مارے تھوڑی سی پی لی تھی تاکہ نشہ سے معذور سمجھیں ورنہ لا قصداً چھوڑا ہے اور نشہ ہوتا تو ساری نماز کیسے پڑھتے یہ حال ہے آج کل کے استدلال کا جس کا فساد اظہر من الشمس ہے اگر نشہ میں نماز ممکن نہ ہوتی تو لاتقربوا الصلوٰۃ الخ کے نزول ہی کی کیا ضرورت تھی ۔

آج کل کا تصوف

۱۱- اب تو تصوف میں اتنا توسع ہو گیا کہ قرآن حدیث تو کیا استدلال میں عربیت کی بھی ضرورت نہیں رہی ایک شخص کہا کرتے تھے۔ **والیل اذا سجی** اے نفس تیری یہی سجا۔ اے شاید ترجمہ ہو واو کا اور نفس لیل کا بمناسبت ظلمت کے اور یہی اذا کا کیونکہ اس میں ذا بھی ہے جو اسم اشارہ ہے۔ سجا سجا۔ ہی ہے (یعنی سزا) اوراس پر بھی جو سمجھ میں نہ آئے وہ رمز ہے۔

۱۲- فرمایا چھوٹے ماموں صاحب کہتے تھے کہ ان سے ایک فقیر ملا اوران سے پوچھا کہ بتاؤ رزق بڑا ہے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انہوں نے کہا انہوں نے کہا کہ نہ اس عنوان سے شریعت میں تعلیم ہوئی ہے اور نہ اس کی ضرورت۔ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اشرف المخلوقات ہیں اور رزق ایک مخلوق ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اشرف ہیں۔ بولا معلوم ہوا کہ بے پیرے ہو پھر اپنا حقہ اٹھا کر سر پر گھما کر کہا کہ دیکھ **اشهد اَن محمدا رسول الله** پہلے اَن ہے پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اَن ہندی میں رزق کو کہتے ہیں اگر اَن اشرف نہ ہوتا تو پہلے کیوں ہوتا۔

آج کل کی درویشی

۱۳- فرمایا دارا شکوہ ایک درویش سے ملنے گئے جو واہی تباہی بکتا تھا وزیر بھی ساتھ تھے دارا شکوہ نے پوچھا کہ عمر شریف۔ بولے کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تمہارے دادا اکبر سے لڑائی ہوئی تھی تو ہم تمہارے دادا کی طرف تھے وزیر نے کہا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تاریخ دانی بھی معلوم ہو گئی اور ایمان بھی تو دارا شکوہ نے ڈانٹ دیا کہ بزرگوں پر اعتراض نہیں کرتے۔ کوئی کیا جانے رمز کیا ہے۔

مضامین تصوف تفسیر نہیں

۱۴- فرمایا لوگ تصوف کے مضامین کے ارشارات کو تفسیر سمجھ لیتے ہیں حالانکہ نہ وہ اشارات یقینی ہیں نہ ان سے تفسیر مقصود ہے یہ تو علم اعتبار کہلاتا ہے۔

استنباطات کا درجہ فقہی قیاس سے بھی کم ہے

۱۵- فرمایا میں التقصیر فی التفسیر میں نے ایسے استنباطات کا درجہ لکھ دیا ہے کہ یہ فقہی قیاس سے بھی کم درجہ کے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ فقہی قیاس میں تو غیر منصوص کو منصوص کے ساتھ لاحق کر کے اس پر حکم کرتے ہیں اور وہ بھی جہاں دلیل مستقل نہ ہو تو یہ غیر منصوص بھی علۃ کے واسطہ سے نص کا مدلول ہوتا ہے اور قیاس مظہر ہے اور صوفیہ کے قیاسات اگر اور دلیل سے ثابت نہ ہوں تو ان نصوص سے ثابت ہی نہیں ہوتے یہ اعتبار محض ایک تشبیہ کا درجہ ہے جس میں وہ تشبیہ موثر فی الحکم نہیں ہوتی جیسے کسی شاعر نے کہا ہے

فدا گنگ و جمن بر ہر دو چشم اشکبار من — نمی آئی چرا از بہر اشنان در کنار من

یا جیسے ناسخ کا شعر ہے

تین تربنی ہیں دو آنکھیں مری — اب الٰہ آباد بھی پنجاب ہے

بس ان کا یہ درجہ ہے۔

قرآن پاک سے سیاست جدیدکا استنباط تحریف ہے

۱۶- فرمایا آج کل بعض لوگوں نے قرآن شریف کی آیتوں سے نئی سیاست کو مستنبط کرنا شروع کر دیا ہے یہ ایک قسم کی تحریف ہے۔ ایک صاحب نے اس مضمون کو کہ کافر کی حکومت پر جائز نہیں آیت ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا سے مستنبط کیا ہے کہ جب ایک مسلمہ کا کافر کے تحت میں رہنا جائز نہیں تو بہت سے مسلمانوں کا کسی کافر کے ماتحت رہنا کیسے جائز ہوگا لیکن اس مضمون کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں البتہ دوسری دلیلوں سے ثابت ہے اور اگر اسی دلالت کی بناء پر یہ کہا جائے کہ دوسری آیت میں ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکہ کا مسلمان کے تحت میں رہنا جائز نہیں تو بہت مشرکوں کا مسلمانوں کی رعایا بن کر رہنا بھی جائز نہ ہوگا تو اس کا کیا جواب دیں گے یہ حال ہے ان استنباطوں کا تعجب ہے کہ طلبہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد جوق در جوق یہ ترجمہ پڑھنے جاتے ہیں۔

حضرت کا امتیاز دیگر مشائخ سے

۱۷-فرمایا آج کل ایک ایسے ہی مفسر نے مجھ سے تربیت کی درخواست کی ہے۔ میں نے جواب میں لکھا ہے کہ پہلے یہ بتاؤ کہ جو تفسیر تم نے لکھی ہے وہ حق ہے یا ناحق اگر حق ہے تو مجھ میں تم میں مناسبت نہیں۔ اور اگر وہ ناحق ہے تو کیا اس سے رجوع کا اعلان کرلیا ہے۔ اس کا جواب گول لکھا ہے کہ اگر تربیت اسی پر موقوف ہے تو میں رجوع کا اعلان کردوں گا جن لفظوں میں آپ لکھیں گے اعلان کردوں گا۔ لیکن اس کا تو یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ اسے حق تو اب بھی سمجھتے ہیں مگر مجبوری کو اس کے خلاف اعلان کردیں گے۔ آخر اسی کی کیا ضرورت ہے کہ مجھ سے رجوع کریں بہت سے ایسے مشائخ ہیں جہاں مشرب کی پوچھ ہی نہیں ہوتی، وہ یہ کہتے ہیں کہ آ تو جائے پھر ٹھیک کرلیں گے اور یہاں یہ ہے کہ پہلے ٹھیک ہو جائے تب آئے اور تجربہ یہ ہے کہ ویسے آنے سے پھر ٹھیک نہیں ہوتا۔ اہل فن کہتے ہیں کہ آخری مقام فنا ہے اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ اول مقام فناء ہے مولانا کے کلام سے اس کی تائید ہوتی ہے

ہیچ کس را تانگر دو وا فنا   نیست رہ در بارگاہِ کبریا

اور دونوں قولوں میں تعارض نہیں رائے کا فنا ہونا اول ہے اور امراض کا فنا ہونا آخر میں ہے جیسے کسی طبیب کے پاس کوئی جائے اور دواؤں میں رائے دیتا رہے تو علاج نہ ہوگا دواؤں کے متعلق رائے کا اول فنا کرنا ضروری ہے پھر امراض فنا ہوں گے تو اول رایوں کا فنا ہے اور آخر میں امراض کا اس لئے یہ بھی ٹھیک ہے اور وہ بھی ٹھیک ہے۔

حقیقی غلامی

۱۸-فرمایا ایک شخص نے ایک غلام خریدا اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے اس نے کہا اب تک تو جو نام تھا تھا اب وہی نام ہے جس نام سے آپ پکاریں۔ انہوں نے پوچھا کہ کھانے پینے میں کیا معمول ہے اس نے کہا کہ اب تک جو تھا وہ تھا اب سے وہ ہے جو آپ کھلائیں گے پلائیں گے تو بندہ کا معاملہ حق تعالیٰ سے کم سے کم ایسا تو ہونا چاہئے۔

فناء کی حقیقت

۱۹-فرمایا ایک صاحب آج کل تازہ معتوب ہیں یوں تو ایک جماعت کی جماعت ہے کہ میں ان کا معتوب ہوں وہ میرے معتوب ہیں۔ مگر ایک صاحب تازہ ہیں انہوں نے شدت اشتیاق میں خط لکھا کہ میں المتلاقون فی اللہ کے تحت میں حاضر ہوتا ہوں لیکن مجھے بہت ثقیل معلوم ہوا کہ آپ یہ جتلاتے ہیں کہ گویا میری نظر اس حدیث پر نہیں ہے گویا انہوں نے تو رعایت کی اس حدیث کی اور میں نے نہ کی۔ دوسرے مجھے متاثر کرنا چاہتے ہیں کہ عذر نہ کر سکوں کیونکہ حدیث کے خلاف ہوتا ہے سو یہ فنا کے خلاف ہے کہ اپنا علم جتایا جاتا ہے ہاں علم رکھتے۔ نیت یہی رکھے مگر مجھے اس کا جتانا فنا کے خلاف ہے۔

ایک عام غلطی کی اصلاح

۲۰-فرمایا ایک طالب علم حدیث پڑھنا چاہتا تھا میں نے کہا کہ معاش کی کیا صورت ہے کہنے لگے وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا میں نے کہا کہ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ گویا میں اس آیت سے جاہل ہوں ورنہ پوچھتا ہی کیوں تو ایسے جاہل شخص سے پڑھنے سے کیا فائدہ۔

اپنے بڑے کے سامنے کمال کا اظہار گستاخی ہے

۲۱-ایک صاحب نے مجھ کو عربی میں خط لکھا اور اپنی اصلاحی کی درخواست کی میں نے لکھ دیا کہ مفید کا مستفید سے اکمل ہونا ضروری ہے۔ میں عربی میں اچھی طرح لکھ نہیں سکتا۔ آپ لکھ سکتے ہیں۔ ایک صاحب نے اس کی توجیہ میں یہ لکھا کہ عربی اہل جنت کی زبان ہے اور محبوب ہے اس لئے عربی میں لکھا ہے تو میں نے لکھا کہ قسم کھا کر لکھو کہ یہ نیت تھی اور اگر یہی داعی ہے تو جب یہاں آؤ گے تو کیا گفتگو بھی عربی ہی میں کرو گے بس ٹھیک ہے۔

فناء کی شان

۲۲-فرمایا میں نے ایک صاحب کو مشورہ دیا کہ تم کو مجھ سے مناسبت نہیں اس لئے فلاں

بزرگ سے رجوع کروتو انہوں نے اوروں سے کہا کہ یہ تو ایسا ہے جیسے کوئی اپنی بیوی سے کہہ دے کہ فلاں کی بغل میں جا بیٹھ مگر ایک صاحب نے یہ سن کر کہا کہ خدا کی قسم اگر مجھے کسی بھنگی کے سپرد کردیں تو فوراً اس سے رجوع کرلوں پھر اگر نفع نہ ہوا اطلاع کروں لیکن اگر پھر بھی وہیں حکم ہو تو وہیں رہوں۔ یہ ہے فنا کی شان۔

اصلی بیعت قلبی لگاؤ کا نام ہے

۲۳-فرمایا مولانا محمد قاسم صاحب سے ایک شخص نے بیعت کی درخواست کی فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی سے ہو جاؤ کچھ دنوں کے بعد پھر درخواست کی تو فرمایا کہ ہم نے تو کہا تھا کہ مولانا رشید احمد صاحب سے ہو جاؤ انہوں نے عرض کیا کہ وہاں بیعت تو کرآیا فرمانے لگے پھر کیوں درخواست کرتے ہو عرض کیا کہ وہاں تو آپ کے فرمانے سے ہو گیا آپ دس جگہ فرمائیں گے تو ہو جاؤں گا مگر اپنے دل سے تو آپ سے ہی ہوں گا آپ کریں یا نہ کریں۔

حافظ ضامن صاحب شہید کا بیعت ہونا

۲۴-فرمایا حافظ محمد ضامن صاحب اور حاجی صاحب میں یہ ٹھہرا تھا کہ دونوں ایک ہی جگہ مرید ہوں گے۔ حضرت کو یاد نہ رہا۔ جب مرید ہو چکے تو تیسرے چوتھے روز لوہاری حضرت میاں جی صاحب کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ حافظ صاحب نے پوچھا کہاں جایا کرتے ہو فرمایا میاں جی صاحب سے بیعت ہو گیا ہوں۔ فرمایا کیا وعدہ بھول گئے فرمایا ہاں بھول گیا اگلے روز آپ بھی گئے اور بیعت کی درخواست کی تو میاں جی صاحب نے انکار کر دیا آپ خاموش رہے۔ حالانکہ بہت تیز مزاج تھے مگر باوجود خاموشی کے دوسرے تیسرے روز برابر جاتے آخر ایک روز میاں جی صاحب نے ہی پوچھا کہ حافظ صاحب کیا اب بھی وہی خیال ہے آپ نے کہا کہ حضرت میں تو اپنے دل سے ہو ہی چکا ہوں مگر قیل وقال کو خلاف ادب سمجھ کر کچھ عرض نہیں کیا۔ فرمایا اچھا وضو کرو اور دو نفل پڑھ کر آؤ اور بیعت فرمالیا اور حاجی صاحب نے بیعت کے متعلق ایک خواب دیکھا تھا حاضر ہوئے تو میاں جی صاحب نے پوچھا کیسے آئے ہو آپ نے عرض کیا کہ کیا آپ کو

خبر نہیں فرمایا میاں خواب وخیال کا کیا اعتبار حاجی صاحب نے رونا شروع کیا تو تسلی فرمائی اور فرمایا جو چاہو گے وہ ہو جائے گا اور فوراً مرید فرمالیا اور حافظ صاحب کو ٹالا تھا اسی کا یہ اثر رہا کہ حاجی صاحب تو فوراً بیعت فرمالیتے تھے اور حافظ صاحب بہت ٹالتے تھے چنانچہ تمام عمر میں حافظ صاحب کے کل آٹھ شخص مرید ہوئے رجوع حضرت حاجی صاحب کی طرف بہ نسبت ان کے دوسرے پیر بھائیوں کے زیادہ تھے۔ مولانا شیخ محمد صاحب کے ساتھ جائیداد کا قصہ تھا۔ شیخ کو تو ان چیزوں سے الگ ہی رہنا مصلحت ہے۔ انگریزی حکام ملازمین کو بھی تجارت وغیرہ کی قانوناً اجازت نہیں اس لئے کہ ایک وقت میں دو کام پورے طور پر ہو نہیں سکتے۔ دوسرے کاموں کے چھوڑنے والوں کو لوگ کہتے ہیں یہ اپاہج ہو کر بیٹھ رہے مگر ہمیں تو یہ اپاہج کا لقب فخر ہے۔ ارشاد فرمایا ہے للفقراء الذین احصروا فی سبیل الله لا یستطیعون ضربا فی الارض یہ لا یستطیعون اپاہج ہی کا تو ترجمہ ہے۔ شعر

تا بدانی ہر کرا یزداں بخواند ۔۔۔ از ہمہ کار جہاں بے کار ماند

حضرت حاجی صاحب کے یہاں کوئی چیز نہ تھی سوائے اللہ و رسول کے اسی لئے حضرت کے یہاں ہر قسم کے لوگ تھے۔ غیر مقلد بھی وہابی بھی، بدعتی بھی اور سلسلہ میں داخل کرنے کے لئے اختلافیات میں کسی سے کوئی شرط نہ تھی۔ فرمایا کرتے تھے میاں سب ٹھیک ہو جائیں گے آنے دو اور یہ حالت حضرت کے شایان تھی دوسروں کو ایسا مناسب نہیں۔ ایک غیر مقلد کو بیعت فرمایا دو تین دن بعد علم ہوا کہ انہوں نے رفع یدین اور آمین بالجہر سب چھوڑ دی تو خوش نہیں ہوئے اور فرمایا بلاؤ وہ آئے تو فرمایا اگر تمہاری رائے ہی بدل گئی ہو تو خیر ورنہ اگر میری وجہ سے ہوا ہو تو ترک سنت کا وبال میں اپنے ذمہ نہیں لیتا۔ یہ بھی سنت ہے وہ بھی سنت ہے۔ سبحان اللہ حدود کے اندر کیسا توسع تھا اگر ہر شخص ایسا توسع کرے تو وہ حدود ہی سے نکل جائے۔

مولانا امیر شاہ خان صاحب بدعات سے سخت متنفر تھے

۲۵- فرمایا مولوی امیر شاہ خان صاحب رسوم و بدعات کے بہت سخت مخالف تھے اور کسی کو نکیر

سے نہ چھوڑتے تھے مگر ہمارے حضرت کے بہت معتقد تھے۔ حضرت سے کبھی ایسی گفتگو نہیں کی۔ لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ حضرت کے سامنے نہیں بولتے تو حضرت کیسامنے ان کو چھیڑتے تھے اب اگر کچھ کہیں تو حضرت کے مزاج کے خلاف ہوتا ہے۔ بس یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ باہر چل کر پوچھنا حضرت کو اس کا علم ہو گیا تو فرمایا ان کو کچھ نا کہا کرو یہ میرے ادب سے بولتے نہیں تم ادب نہ توڑو۔ انہیں دوسرے اشخاص کے باب میں شبہات تھے مگر حضرت کے بارہ میں کوئی شبہ نہ تھا جانتے تھے کہ حضرت حدود سے آگے نہیں ہیں۔

پنجشنبہ ۵ رجب ۱۳۵۷ھ بعد عصر مسجد خواص میں

ناموں میں قافیوں کی رعایت

۲۶- ایک صاحب محمد شعیب نام کا خط آیا ان کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی تھی اس کے لئے نام دریافت کیا تھا فرمایا اگر لڑکا ہوتا تو صہیب وخبیب نام لکھتا یہ دونوں دو صحابیوں کے نام ہیں۔ اس بچی کی دو بہنوں کا نام بھی میں نے ہی تجویز کیا ہے یعنی رجیحہ اور فصیحہ تو اسکا نام صبیحہ ہونا چاہئے۔ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی اس کی ماں کا نام خدیجہ تھا مجھے قافیوں کا بہت خیال رہتا ہے بہت سوچا تو سورہ ق میں بہیج ملا جس کی مؤنث بہیجہ ہے پھر فرمایا اگر میں شاعر ہوتا تو بہت قافیے سوچنے پڑتے خدا کا شکر ہے کہ شاعر نہیں ہوں اب بہت کم مشقت پڑتی ہے۔ وصل بلگرامی صاحب بولے کہ شاید اور تو اس کا قافیہ نہ ہو فرمایا ہے ولیجہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ پھر کچھ اور گفتگو کے بعد فرمایا کہ صبیحہ تو ایک ظرافت تھی ہاں صبیحہ نام اچھا معلوم ہوتا ہے آخر لوگ حسینہ جمیلہ نام رکھتے ہی ہیں (جمع کنندہ کہتا ہے کہ ملیحہ سے صبیحہ زیادہ خوبصورت ہے۔)

قرآن وحدیث کا ادبی امتیاز

۲۷- فرمایا ایک ادیب عیسائی کا قول ہے کہ جتنے اعلیٰ درجہ کے لغت ہیں قرآن مجید میں چھانٹ لئے گئے ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں کثرت سے وہ لغت ہیں جو

حدیث شریف میں بھی نہیں اور جو حدیث شریف میں ہیں وہ دوسروں کے کلام میں نہیں۔

ایضاً

فرمایا میں نے ایک طالب علم سے کہا تھا کہ اتدعون بعلاو تذرون احسن الخالقین اگر غیر اللہ کا کلام ہوتا تو تذرون کی جگہ تدعون ہوتا۔ مگر معنی کا لحاظ فرمایا گیا ہے اس لئے صنعت کی رعایت نہیں کی گئی۔ (جمع کنندہ عرض کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ تدعون اور تذرون میں صنعت جناس نہیں رہی اگر لفظوں کی رعایت ہوتی تو بجائے تذرون کے تدعون ہوتا اور صنعت پیدا ہوتی اگر یہ غیر اللہ کا کلام ہوتا تو وہ اس لفظی رعایت کو مقدم رکھتا لیکن دونوں میں جو معنوی فرق ہے کہ تذرون جان بوجھ کر چھوڑنے کیلئے ہے اور تدعون عام ہے تو تذرون کہنے سے یہ معنی ہوئے کہ تم اللہ کو باوجود پہچاننے کے کہ ہر چیز کا خالق وہی ہے چھوڑتے ہو تو اب چھوڑنے کی شناعت میں مبالغہ ہو گیا اور تدعون میں یہ نہ ہوتا تو معنی کی رعایت کو لفظوں کی رعایت پر مقدم فرمایا گیا۔

آیت قرآنی اور موزونیت

۲۹-فرمایا قرآن شریف کی آیتوں میں بعض اجزاء موزوں بھی ہیں جیسے ویرزقه من حیث لا یحتسب تو ان پر اشکال ہوتا ہے کہ دوسری جگہ فرمایا ہے وما عَلَّمْنٰهُ الشِّعرَ وما ینبغی له اور وزن سے شعر ہو گیا تو جواب یہ ہے کہ شعر صرف کلام موزوں ہی کو نہیں کہتے بلکہ وہ ہے جس میں وزن کا قصد بھی کیا گیا ہو مگر اب یہ شبہ ہوتا ہے کہ ان میں وزن تو ہے اور کوئی حادث بدون حق تعالیٰ کے قصد ہو نہیں سکتا اس لئے وزن کا بھی قصد ہوگا پس اشکال عود کر آیا تو جواب یہ ہے شعر وہ ہے جس میں وزن من حیث الشعریت مقصود ہو مطلق وزن کا قصد کافی نہیں اور یہاں یہ نہیں۔ ایک طالب علم نے عرض کیا کہ عروض والوں نے تو یہ جواب دیا ہے کہ شعر میں وزن کا قصد اوّلی ضروری ہے اللہ ورسول کے کلام کا مقصود اوّلی وزن نہیں فرمایا کہ میری نظر کتابوں پر زیادہ نہیں اور عروضیوں کے اس جواب پر اشکال ہے کہ لازم آتا ہے کہ قصد اوّلی یعنی بلا واسطہ نہیں قصد بالتبع ہے یعنی بلا قصد اوّلی وزن لازم گیا ہے۔ حالانکہ وہاں ہر حادث کے ساتھ قصد بلا واسطہ متعلق ہوتا ہے یہ نہیں

کہ قصد تو کیا ایک حادث کا پھر اس سے دوسرا حادث بلا قصد لازم آ گیا ہو اور میرا جواب اس قصد ہی کی نفی کرتا ہے جو شعر کی شرط ہے یعنی وہ وزن جو من حیث الشعریت مقصود ہو یہاں وزن من حیث الشعریت کا قصد ہی نہیں اور مطلق وزن کا قصد شعریت کے لئے کافی نہیں۔ وصل صاحب بلگرامی نے پوچھا کیا کہیں ایسا بھی ہے کہ صورۃً دو مصرع مسلسل آ گئے ہوں فرمایا ہاں آئے ہیں۔

ثم اقررتم وانتم تشهدون. ثم انتم هؤلاء تقتلون ۔

خدا تعالیٰ خالق خیر وشر ہے

۳۰- فرمایا محققین نے تصریح کی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ خیر وشر دونوں کے خالق ہیں اور خلق شر میں حکمت ہے اس لئے شر حق تعالیٰ کی نسبت سے شر نہیں ہے کیونکہ اس میں حکمت ہے البتہ ہماری نسبت سے شر ہے کیونکہ ہم سے اس کے صدور میں کوئی حکمت نہیں مولانا فرماتے ہیں۔

کفر ہم نسبت بہ خالق حکمت است چوں بما نسبت کنی کفر آفت است

حریت کے معنیٰ

۳۱- فرمایا آج کل حریت کے معنیٰ یہ لے رکھے ہیں کہ اپنی آزادی میں خلل نہ آئے چاہے دوسرے کو تکلیف ہی پہنچے اور دوسرے معنیٰ حریت کے ہیں مذہب سے آزادی۔

ایضاً

۳۲- فرمایا ایک صاحب فہم درویش نے ایک جاہل فقیر کو دیکھا سینہ پر زنار ماتھے پر قشقہ گلے میں مالا اور نام ہندوانہ۔ پوچھا یہ کیا بات ہے علامتیں تو سب کفر کی ہیں اور چہرہ سے اسلام معلوم ہوتا ہے بولے میں مسلمان ہوں اس نے پوچھا کہ پھر یہ کیا حال ہے کہنے لگے کہ میں نے اسلام میں قیود بہت دیکھیں اس لئے یہ صورت اختیار کی ہے۔ انہوں نے کہا کیا اس میں قیدیں نہیں ہیں وہاں سیمائے سجدہ ہے یہاں قشقہ۔ وہاں اسلام ہے یہاں کفر وہاں تسبیح ہے یہاں مالا تو قید سے تو اب بھی آزاد نہ ہوئے اس نے فوراً توبہ کی۔

پہلے قصہ کے سلسلہ میں فرمایا ایک اور درویش تھے صحاح ستہ ختم کئے ہوئے تھے مگر حدیثوں کو

اپنے مذاق پر ڈھال لیا کرتے تھے یہ بھی آزادی کے مدعی تھی جیسے جن درویش کا اوپر قصہ آیا ہے غرض وہ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہر مسئلہ کی دلیل حدیث سے دیتے ہیں اپنی اسی حریت کی دلیل یہ حدیث دیتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا **من معک** آپ نے ارشاد فرمایا **حر و عبد** اور تفسیر یہ کرتے تھے کہ میرے ساتھ وہ ہے جو "حر" بھی ہو اور "عبد" بھی ہو یعنی جس میں دونوں صفتیں ہوں حالانکہ وہاں دونوں لفظوں سے الگ الگ دو صاحب مراد ہیں حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما یا یہ مراد ہے کہ میری بعثت سب کے لئے عام ہے اس سے کہ حر ہو یا عبد۔ تیسرے معنی انہوں نے گھڑے۔ جب طبیعت میں کجی ہوتی ہے تو مؤیدات بھی تلاش کر لئے جاتے ہیں۔ پہلے معنی کی تائید کے لئے یہ آیت پیش کی جا سکتی ہے۔ **تلک ایات الکتب وقرآن مبین** ایک جگہ یہ ہے **تلک ایات القرآن و کتب مبین** دونوں جگہ صفت کا عطف صفت پر ہے اسی پر حر و عبد کو محمول کیا حالانکہ وہاں مقامی قرینہ اس سے بالکل آبی ہے۔ انکا بھی یہ عقیدہ تھا کہ ایک مقام سلوک میں ایسا ہے جہاں پہنچ کر انسان مکلّف نہیں رہتا اور دلیل یہ ہے کہ نسائی کتاب الاشربہ میں حضرت ابوالدرداء کا قول ہے **ما ابالی ان اشرب الخمر ام عبدت هذه الساریة** اور اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ میں ایسے مقام پر ہوں کہ شراب بھی پی لوں تو پرواہ نہیں ہے۔ اور شرک بھی کر لوں تو پرواہ نہیں ہے یہ ہے ما ابالی کی تفسیر حالانکہ خود نسائی نے اور محدثین نے اس کو کتاب الاشربہ میں داخل کیا ہے، اور حرمت شراب پر استدلال کیا ہے اور سب نے اسی معنی کو قبول کیا ہے تفسیر مخترع میں تو اجماع کا خلاف بھی کیا۔ مجھے ہر قسم کے لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے اس سے اکثروں کی حقیقت معلوم ہو گئی ہے۔

ا جمع کنندہ عرض کرتا ہے کہ حدیث شریف کے معنی جو سب علما کرتے ہیں یہ ہیں کہ میں پروا نہیں کرتا کہ شراب پیوں یا شرک کروں یعنی شراب پینے اور شرک کرنے کا حرام ہونا یکساں ہے اور قطعی دلیل اس کی یہ ہے کہ شرک تو کسی حال میں جائز ہو ہی نہیں سکتا۔

نرم گوئی

۳۳- ایک صاحب نے عرض کیا کہ فلاں مولوی صاحب جو آنے والے لوگوں کو جواب دیتے ہیں بہت نرم اور سمجھا کر اس پر فرمایا کہ ہاں حقیقت تو خوب ظاہر کرنا چاہئے مگر نرم لہجہ میں مولانا خوب فرماتے ہیں۔ نرم گو لیکن مگو غیر صواب۔

آج کل کے تکلفات

۳۴- ایک صاحب نے لفافہ پر حضرت کے نام سے پہلے حضرت الامام لکھا تھا ناگواری کے ساتھ فرمایا لوگ نئے نئے لفظ لکھتے ہیں جو امام تھے وہ تو خود کو مقتدی بھی نہ سمجھتے تھے ایک طالب علم نے عرض کیا کہ اس کی ایک تو جیہہ سمجھ میں آتی ہے کہ آج کل لوگوں نے نااہلوں کو حضرت اور مولانا لکھنے کا التزام کر رکھا ہے اور وہ عام ہو گئے ہیں اب اگر اہل کمال حضرات کے لئے بھی یہی لفظ لکھے جائیں تو التباس ہوتا ہے اس لئے اعلیٰ الفاظ استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا چند روز میں یہ بھی عام ہو جائیں گے اس نے عرض کیا اور تلاش کر لئے جائیں گے فرمایا وہ بھی عام ہو جائیں گے تو کہاں تک تلاش ہو گی یہ سب تکلف ہے۔

رجوع الی الحق

۳۵- فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب کتنے بڑے عالم تھے لیکن درس میں اگر کسی ادنیٰ طالب علم نے بھی مولانا کے خلاف تقریر کر دی اور وہ جی کو لگ گئی تو فوراً مان لیتے تھے اور صاف الفاظ میں فرماتے تھے کہ مجھ سے غلطی ہو گئی پھر دو چار سیکنڈ کے بعد فرماتے کہ مجھ سے غلطی ہو گئی یہاں تک کہ مخاطب خود شرمندہ ہو جاتا تھا۔ اور جہاں کوئی شبہ ہوتا تو فرمایا کرتے تھے کہ میرا ذہن جہاں تک پہنچ سکتا ہے اول ہی مرتبہ پہنچ جاتا ہے پھر نہیں پہنچتا پھر جہاں شبہ رہتا صاف فرما دیتے مجھے اس مقام میں شرح صدر نہیں اور کتاب لے کر کسی ماتحت مدرس کے پاس (مولانا خود صدر مدرس تھے باقی سب ماتحت ہی تھے) اور شاگردوں کی جگہ بیٹھ کر پوچھتے وہ بھی مزاج سے واقف تھے نہ اٹھتے نہ صدر پر بیٹھنے کو عرض کرتے اور وہاں سے آ کر صاف فرما دیتے کہ میں نے ان مولوی صاحب

سے پوچھا ہے انہوں نے یہ مطلب بتایا ہے۔ اہل اللہ میں بھی اس کی نظیر نہیں ملتی مجھے اس کے اتباع کی تو توفیق (چونکہ درس تدریس کا اتفاق آج کل نہیں ہوتا اور جب ہوتا تھا یہی طرز سب کو مشاہد و تھا) نہیں ہوتی مگر پسند ضرور کرتا ہوں وصّل صاحب بلگرامی نے عرض کیا کہ حضرت کے یہاں تو بہت رجوع ملتا ہے فرمایا ہاں ترجیح الراجح کا مستقل سلسلہ ہے اور مولانا انور شاہ فرماتے تھے کہ صدیوں کے بعد یہ سلسلہ ہوا ہے۔ بہشتی زیور اور ترجیح الراجح کا ایک واقعہ بیان فرما کر فرمایا کہ میں تو ہر ایک مسئلہ میں اپنا تسامح قبول کرنے کو تیار ہوں۔ چاہے ایک بچہ ہی بتادے۔

احتیاط

۳۵- ایک لفافہ پر روشنائی گر گئی تھی تو اس پر یہ لکھ دیا "بلا قصد روشنائی گر گئی" اور وجہ بیان فرمائی کہ یہ اس لئے لکھ دیا کہ قلت اعتناء پر محمول نہ کریں جس کا سبب قلت احترام ہوتا ہے۔

نسبتوں کا رواج

۳۷- فرمایا آج کل نسبتوں کا بہت رواج ہو گیا ہے جیسے فاروقی، چشتی وغیرہ مجھے تو برا معلوم ہوتا ہے چاہے نیت تفاخر کی نہ ہو مگر صورت تو ضرور ہے۔

ترک مالایعنی

۳۸- ایک صاحب نے پوچھا کہ جذب کوئی تصوف کی اصطلاح ہے ان کو فرمایا کہ طب کی اصطلاح صرف طب کا طالب علم پوچھ سکتا ہے۔ مریض نہیں پوچھ سکتا کیا آپ تصوف کا درس لیتے ہیں آپ کو اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے "**من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ**" ہر شے کے حدود ہیں۔ حدود سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے۔ اگر تم مریض ہو تو طبیب سے حال کہو جو کچھ وہ بتائے اس کا اتباع کرو۔ محض نقل الفاظ کے مولانا فرماتے ہیں۔

حرف درویشاں بدوزد مردوں تا بہ پیش جاہلاں خواند فسوں

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ملفوظات ضبط کرنے کا اہتمام نہ کرو اس کی کوشش کرو کہ تم ایسے ہو جاو کہ تمہارے منہ سے بھی وہی نکلنے لگے جو ان بزرگوں کے منہ سے نکلا۔ پھر فرمایا آپ کا یہ سوال مجھے گراں گزرا اور فضول وعبث ہے۔ یہ فن محض درسیات پڑھ لینے سے نہیں آتا ایک مستقل فن ہے جیسے فقہ میں زکوٰۃ الگ ہے ،نماز الگ ہے کہ ایک کے پڑھ لینے سے دوسرے کے مسائل نہیں آتے اور یہ تنافی نہیں ہے جیسے جہلاء کا عقیدہ ہے بلکہ تغائر ہے

ہمہ دانی کا دعویٰ

۳۹۔ فرمایا مولوی رحیم اللہ صاحب بجنوری مشہور طبیب اور عالم گزرے ہیں انہوں نے ایک مسئلہ کلامیہ کے متعلق عربی عبارت میں ایک کتاب لکھی ایک قاضی جاہل نے کسی سے اردو میں ترجمہ کرا کے اس کا رد لکھا کسی نے کہا کہ آپ کیا رد لکھتے ہیں عربی زبان تو جانتے ہی نہیں تابعلوم چہ رسد کہنے لگے کہ ہم فارسی جانتے ہیں اور جو شخص فارسی جانتا ہے وہ سب کچھ جانتا ہے۔ ایک شخص نے لطیفہ کیا کہ ایک چارپائی کا ڈھانچہ اور بان ان کے پاس لے گیا کہ اسے بن دیجئے۔ انہوں نے نہایت برہم ہو کر کہا کہ میں اس کام کو کیا جانوں اس نے کہا کہ آپ فارسی جانتے ہیں اور میں نے سنا ہے جو فارسی جانتا ہے وہ سب کچھ جانتا ہے تب آنکھیں کھلیں۔

تصوف کے دو شعبے

۴۰۔ فرمایا فن تصوف کے دو شعبے ہیں۔ علوم مکاشفہ اور علوم معاملہ۔ علوم معاملہ تو تحصیل کے قابل ہیں اور وہ یہ ہیں کہ جیسے ریا حرام ہے کبر حرام ہے وغیرہ وغیرہ اور علوم مکاشفہ جو قلب پر واردات ہوتے ہیں پھر علوم معاملہ میں سے فقہاء نے احکام ظاہرہ جمع کر دئے ہیں اور صوفیہ نے باطن کے احکام الگ کر دیئے ہیں باقی فقہ سب کو عام ہے جس کی تعریف امامؒ سے یہ منقول ہے **معرفة النفس ما لها وما عليها** پس یہ سب اس میں داخل ہیں اور صرف الفاظ کا یاد کر لینا تو ایسا ہے جیسے لڈو، پیڑا، برفی کے نام رٹنے سے منہ میٹھا نہ ہوگا ہاں بغیر نام لئے کھانے سے ہو جائے گا۔

کرایہ کی مرثیہ خوانی

۴۱-فرمایا قصبہ بڈولی جواب جمنا میں تباہ ہوگیا ہے (یہ ضلع مظفرنگر میں ہے) وہاں کے ایک رئیس شیعی دلی سے محرم کے زمانہ میں ایک مرثیہ خوان کو بلایا کرتے۔ جو محض روپے لینے کے لئے شیعی تھے۔ وہ علی الاعلان کہتے تھے کہ ان لوگوں کی قسمت میں یہی رونا ہی رونا ہے ہر موقع پر مجلس کرتے ہیں اور ہر مجلس میں روتے ہیں پس کسی کے بچہ ہو جب روتے ہیں کوئی مرے جب روتے ہیں۔ شادی ہو جب روتے ہیں۔

ڈاک کے جواب میں جلدی

۴۲-ڈاک آئی تو جوابات لکھنے شروع فرما دیئے اور فرمایا خطوط کا جواب رفع انتظار کے لئے جلدی ہی لکھ دیا کرتا ہوں۔ حتیٰ کہ جن سے کچھ اختلاف بھی ہے ان کے لئے بھی جلدی ہی جواب لکھنے کو جی چاہتا ہے۔

مریل ٹٹو کی سواری پر عزت کے ساتھ تھکنا ہے

۴۳-حضرت مولانا گنگوہی کے یہاں مولوی احمد علی جو بہشتی زیور کے ابتدائی مصنف ہیں حاضر ہوئے۔ جب وہاں سے چلنے لگے تو ٹٹو کرایہ کا تلاش کیا مگر نہیں ملا تو حضرت مولانا نے فرمایا کس فکر میں پڑے ہو پیادہ چلے جاؤ۔ گو تھکو گے ضرور مگر یہاں کے ٹٹو پر جانے سے بھی تھکو گے صرف فرق اتنا ہے کہ ٹٹو پر تو عزت سے تھکو گے اور ویسے ذرا ذلت سے۔ کیونکہ کرایہ کے ٹٹو ایسے ہی ملتے ہیں جن کو ہانکنا اور مارنا بہت زیادہ پڑتا ہے۔ ایسے ہی چھتری بھی کہ آدمی بھیگتا تو اس میں بھی ہے مگر یہ فرق ہے کہ چھتری میں عزت سے بھیگتا ہے اور ویسے ذلت سے۔

لطیفہ

۴۴-فرمایا ایک مسافر کابلی صاحب سردی میں صرف پوستین پہنے ہوئے تھے اور کچھ نہ تھا جاڑا لگا تو اللہ کا واسطہ دے کر کہا کہ چلا جا مگر وہ نہ گیا رسول کا واسطہ دے کر کہا کہ چلا جا مگر وہ نہ گیا کسی

نے کہا کہ میاں آدھ سیر روئی کی رضائی بنالو بس جاڑہ جاتا رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا تو بولے یہ جاڑہ بڑا کافر ہے اللہ کے نام سے نہ گیا رسول کے نام سے نہ گیا ایک آدھ سیر روئی سے چلا گیا بڑا بے ایمان کافر ہے۔

بعد نماز جمعہ ۶ رجب ۱۳۵۷ھ مکان پر

قبض باطنی

۴۵- فرمایا رامپور میں ایک پیر صاحب تھے ان پر قبض باطنی طاری ہوا تو ان کو یہ وہم ہو گیا کہ میں مردود ہو گیا۔ لوگوں سے کہا کرتے کہ میں تو شیطان ہوں۔ فلاں مولانا صاحب کی خدمت میں گئے جو صاحب طریقت بھی تھے۔ انہوں نے پوچھا تم کون ہو بولے میں شیطان ہوں انہوں نے ویسے ہی سرسری طور پر فرمایا شیطان ہو تو لاحول ولاقوۃ الا باللہ یہ سن کر وہ اٹھ کر آ گئے اور آ کر اپنے ایک مرید سے کہا کہ اب تو ایک شیخ نے بھی تصدیق کر دی ہے تو واقعی میں شیطان ہوں اور ایسی زندگی سے تو مرنا ہی اچھا ہے دیکھو میں خودکشی کرتا ہوں اگر کچھ کھال لگی رہ جائے تو تم الگ کر دینا۔ چنانچہ پیر صاحب نے خودکشی کر لی اور یہ مرید بھی ایسے فرمانبردار تھے کہ انہوں نے بعد زہوق روح رہی سہی کھال الگ کر دی پولیس نے آ کر ان کو گرفتار کر لیا۔ نواب کلب علی خان کا زمانہ تھا ان کے یہاں مقدمہ پیش ہوا ان مرید نے کہا کہ شیخ کے بعد میں ہی زندہ رہ کر کیا کروں گا۔ مگر واقعہ یہ ہے۔ قرائن سے اور ان مولانا صاحب کی تصدیق سے نواب صاحب کو یقین آ گیا اور ان کو چھوڑ دیا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے جب یہ قصہ سنا تو فرمایا کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ فلاں مولانا صاحب شیخ ہیں مگر معلوم ہوا نرے مولوی ہی ہیں۔ اگر یوں کہہ دیتے کہ خیر شیطان ہو تو کیا ہے وہ بھی تو اسکا ہے (یعنی ان کی نسبت پھر بھی باقی ہے) تو انکا قبض فوراً دور ہو جاتا۔ یہ ہے محقق کی شان مگر مولانا کی اس تقریر پر ایک شبہ میرے دل میں پیدا ہوا وہ یہ کہ جو نسبت مطلوب ہے وہ رضاء کی نسبت ہے اور شیطان کو جو نسبت ہے وہ محض تکوین کی ہے پھر حضرت مولانا نے اس جواب کو کافی شافی کیسے فرما دیا۔ الحمدللہ جواب بھی میرے ذہن میں آ گیا وہ یہ کہ ایک درجہ تحقیق کا ہے ایک

علاج کا اور علاج کبھی غیر تحقیق سے بھی ہوتا ہے پس حضرت مولانا نے جو کچھ فرمایا وہ محض علاج ہے اور علاج کبھی محض عنوان سے ہو جاتا ہے۔ مولانا کو وجداناً معلوم ہو گیا کہ ان کے واسطے یہ عنوان ہی کافی ہو جاتا اور یہ شیخ کی رائے پر ہے کہ جس وقت جس چیز سے چاہے علاج کر دے۔ ایک بار حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے ایسا ہی عجیب غریب مضمون ایک حدیث کے شبہے کے جواب میں فرمایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی منافق کے جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے تیار ہو گئے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس کے ایسے ایسے افعال واقوال ہیں۔ آپ نے التفات نہیں فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آیت تلاوت کی ''استغفر لهم او لاتستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم'' تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اختیار دیا ہے تو میں نے استغفار کو اختیار کر لیا اور میں ستر بار سے زیادہ کرلوں گا۔ اب یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ عربی کا معمولی طالب بھی جانتا ہے کہ یہ اوْ تخییر کے لئے نہیں بلکہ تسویہ کے لئے جیسے سواء علیهم ءانذرتهم ام لم تنذرهم لا يومنون اس میں بھی تخییر نہیں ہے تسویہ ہے اور محاورہ کے موافق یہاں ستر کے عدد سے تحدید مقصود نہیں بلکہ تکثیر مقصود ہے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیسے ارشاد فرمایا تو حضرت مولانا نے یہ جواب دیا تھا کہ شدت رافت و رحمت کی وجہ سے آپ نے الفاظ سے تمسک فرمایا معنی کی طرف التفات نہیں فرمایا۔ مگر اس طرح کے استدلال کے واسطے دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ ضرورت ہو۔ دوسرے یہ کہ معنوں کا انکار نہ ہو اور یہ شرطیں میں نے قواعد کلیہ سے سمجھی ہیں خودکشی کے واقعہ میں ضرورت کا ہونا ظاہر ہی ہے اور دوسرے واقعہ حدیث میں ضرورت تھی جس کا ظہور بعد میں ہوا کہ بہت سے لوگ اس رافت و رحمت کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

جمعہ ۶ رجب ۱۳۵۷ھ بعد نماز عصر مسجد خواص میں

مرض دوا سے زیادہ کڑوا ہے

۴۶ - دوا حاضر کی گئی تو ایک صاحب نے پوچھا دوا کڑوی تو نہیں فرمایا کہ کڑوی ہی ہو تو کیا ہے

مرض سے زیادہ کڑوی تو نہیں ہے شیخ نے فرمایا ہے کہ "داروئے تلخ است دفع مرض"

کمالِ شفقت

۴۷- فرمایا ایک جماعت دوستوں کی ایسی بھی ہے کہ اُن کو تربیت کے متعلق اجازت نہیں صرف دریافت خیریت اور طلب دعا کے لئے لکھنے کی اجازت ہے اور بس یہ وہ ہیں جنہوں نے ستایا بہت ہے اور تعلق بھی رکھنا چاہتے ہیں۔ تو میں نے ان کے لئے یہ طریق تجویز کیا جس میں ستائیں بھی نہیں اور تعلق بھی رہے۔

جاہلانہ خطوط

۴۸- ایک صاحب نے خط میں لکھا کہ فلاں فلاں کتابیں بھیج دیجئے اور یہ کہ میں نے پہلے ایک جوابی کارڈ لکھا تھا مگر جواب سے محروم ہوں۔ جواب تحریر فرمایا کہ اگر لفافہ ہوتا تو دونوں باتوں کا جواب لکھتا اور فرمایا مجھے اس کی اطلاع کرنے سے یہ نہ سمجھا کہ کیا لازم آیا کیا میں نے ان کا کارڈ رکھ لیا۔ کیا میرے ذمہ یہ بھی ہے کہ خط ان تک پہنچاؤں۔ میرے ذمہ تو یہ ہے کہ لکھ کر روانہ کردوں پہنچے نہ پہنچے اور کتابوں کی فرمائش تو بالکل ہی بے جوڑ ہے کیا میں تجارت کرتا ہوں۔

عاملوں کا کمال

۴۹- ایک صاحب نے ایک خاص نکاح ہو جانے کی تمنا ظاہر کر کے لکھا ہے کہ اگر وہاں نکاح نہ ہوا تو شاید میری جان جاتی رہے۔ جواب ارقام فرمایا۔ یہ عامل کا کام ہے اور میں نہ عامل ہوں نہ مجھ کو کسی عامل کامل کا پتہ معلوم۔ پھر فرمایا میں پہلے ایسے خطوں میں بعض عاملوں کا پتہ لکھ دیا کرتا تھا۔ مگر معلوم ہوا کہ وہاں کمائی ہونے لگی ہے۔ یہاں تک کہ ایک صاحب نے ایک تعویذ دیا اور پھر کہا کہ ایک سو ایک روپیہ نذرانہ دیجئے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر پہلے کہہ دیتے تو اچھا تھا۔ اب بیچارے کو مجبوراً دینا پڑا۔

مولوی محمد موسیٰ صاحب سرحدی کا مجاہدہ

۵۰- مولوی محمد موسیٰ صاحب سرحدی جو آج کل مدینہ منورہ میں حرم شریف میں حضرت کے مواعظ و تالیفات کا عربی میں درس دیتے ہیں ان کا خط آیا تھا انہوں نے اپنے نام کے ساتھ تھانوی لکھا تھا اس پر فرمایا کہ مولوی موسیٰ نے اپنا وطن ترک کر کے تھانہ بھون کو وطن بنا لیا تھا اس واسطے اپنے کو تھانوی لکھتے ہیں۔ جیسے مولوی ظفر احمد اصل میں تو دیوبندی ہیں میری بہن کے لڑکے ہیں تو تھانہ بھون ان کی نانہال ہوئی مگر وطن بنا لینے کی وجہ سے اپنے کو تھانوی لکھتے ہیں۔ پھر فرمایا مولوی موسیٰ دیوبند پڑھتے تھے تھانہ بھون بہت مرتبہ آئے غریب تھے رہے چلے گئے۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ امرود کے پتے کھا کھا کر گزر کر کے چلے گئے اور کسی کو حال نہیں بتایا اور دین کی شغف کا حال یہ ہے کہ سب سے پہلے جوان کا نکاح ہوا تو اس کو تین چار ماہ میں عربی کی ابتدائی صرف ونحو کی کتابیں پڑھا دیں تو کیا عبور کرا دیا۔ معمولی باتوں پر بھی مار مار کر کام لیتے تھے باقی ویسے اس سے محبت بھی بے حد تھی اسکی ماں نے مجھ سے تشدد کی شکایت کی۔ میں نے تحقیق کیا تو واقعہ صحیح تھا اور عادت بدلنے کی امید نہ تھی اس لئے میں نے ان سے کہا کہ تم اس کو طلاق دے دو وہ حالانکہ ان کو محبوب بہت تھی صدمہ تو بہت ہوا مگر طلاق دیدی۔ اس لڑکی کا عقد اب جس جگہ ہوا ہے وہاں بہت خوش ہے آرام سے ہے اس کی ماں یہ چاہتی تھی کہ کسی نیک آدمی سے نکاح ہو۔ مولوی محمد موسیٰ نیک تو بہت ہیں مگر دوسروں کو بھی نیک بنانا چاہتے ہیں۔ آج کل نیک ہونا تو آسان ہے مگر نیک گر ہونا بہت دشوار ہے اس کے اصول و حدود کی ہر شخص سے رعایت نہیں ہوتی۔ پھر مدینہ منورہ میں ایک ترکی عورت سے نکاح کیا اس سے موافقت نہ ہوئی اسے بھی طلاق دے دی پھر ایک بدوی عورت سے جو بدر کی رہنے والی تھی جہاں جنگ بدر ہوئی ہے نکاح کیا مگر اسے بھی طلاق دیدی ہے۔ اب اور کی فکر میں ہیں۔ پہلے میرے لئے دعا کیا کرتے تھے کہ مدینہ میں آ جائے مگر اب چھوڑ کر ہندوستان میں تو کچھ دینی خدمت کر رہا ہوں معلوم نہیں دوسری جگہ موقع ہو اور اصل بات تو یہ ہے کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ وہاں رہوں مجھے تو اس بم پولیس ہی میں رہنے دیا جائے وہاں رہنا

بڑے لوگوں کا کام ہے۔غرض مولوی موسیٰ نیک بہت ہیں اور دوسروں کو بھی نیک بنانا چاہتے ہیں۔ اپنی جماعت کے ایک صاحب مدینہ میں ہیں وہ قرض لے لینے میں بہت بے باک ہیں۔مولوی موسیٰ نے ان کو کئی بار منع کیا وہ نہ رکے تو آپ نے ان سے بولنا چھوڑ دیا۔اکھڑ ایسے ہیں کہ حکومت سے بھی نہیں دبتے۔ایک مرتبہ امیر مدینہ سے کچھ اختلاف ہو گیا اور اس کی بدولت کچھ روز جیل میں بھی رہے۔شاید ہی کوئی مہینہ جاتا ہو کہ خط نہ بھیجتے ہوں۔میں نے ان سے کہا تھا کہ میری طرف سے روزانہ روضۂ مبارکہ پر سلام پیش کر دیا کریں اور سلام کے صیغے بھی نہایت عجز کے لکھ دیئے تھے انہوں نے لکھا ہے کہ سب خاندان کی طرف سے روزانہ سلام پیش کر دیتے ہیں۔

اناج کا آٹے سے تبادلہ اور اس کا شرعی طریقہ

۵۱-فرمایا بعضے لوگ چکی پر اناج لے جا کر آٹے سے بدل لیتے ہیں سو یہ جائز نہیں ہے اس کے جائز ہو جانے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً اناج ایک روپیہ میں چکی والے کے ہاتھ فروخت کر دے اس سے ایک روپیہ کا آٹا خرید لو۔اس میں روپیہ لینے دینے کی بھی ضرورت نہیں صرف لفظوں ہی میں معاملہ ہو جائے گا اور جائز ہو جائے گا۔

مواعظ میں مسائل فقہیہ نہیں بیان کرنے چاہئیں

۵۲-ایک صاحب نے عرض کیا کہ یہ مسائل تو روز روز کے ہیں مگر بہت کم لوگوں کو معلوم ہیں فرمایا ایک وجہ اس کی یہ بھی ہے کہ علماء نے وعظ میں مسائل فقہیہ بیان کرنے چھوڑ دیئے۔ورنہ روزانہ مختلف ابواب کے مسئلے معلوم ہوتے رہتے۔مجھ کو مدت تک علماء سے یہ شکایت رہی لیکن بعد میں اسکی بھی وجہ معلوم ہو گئی۔ایک بار میں نے یہاں لکھنؤ ہی میں ایک وعظ میں بیع صرف یعنی روپیہ بھنانے اور گوٹہ زری وغیرہ لینے کے مسائل چار پانچ بیان کر دیئے بعد میں دیکھا کہ دو آدمیوں میں اختلاف ہو رہا ہے ایک کچھ کہتا ہے کہ یوں کہا تھا اور ایک کچھ اور کہتا ہے ان میں سے ایک کو غلط یاد رہا۔کہیں کا مبتدا اور کہیں کی خبر لے کر جوڑ دیا تھا۔معلوم ہوا کہ کئی مسئلے بیان کرنے سے یہ خرابی ہوئی۔عوام کو تو ثواب وعذاب ہی بتانا چاہئے۔اور یہ تاکید کرنا چاہئے کہ مسائل پوچھ پوچھ کر عمل کر لیا کریں۔

شرعی حیلے

۵۳-فرمایا ایک عالم نے سہارنپور میں سچے کام کی ٹوپی پانچ روپیہ میں خریدی اور کہا کہ میں لے جاتا ہوں روپئے بھیج دوں گا۔ دوکاندار نے عرض کیا کہ مولانا یہ نسیہ کیسے جائز ہوا۔ بولے ہاں بھئی یہ تو جائز نہیں مجھے خیال نہیں ہوا تم ٹوپی رکھ لو میں روپئے لاکر لے جاؤں گا اس نے کہا کہ کیا اس وقت لے جانے کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ پھر خود صورت بتلائی کہ آپ اس وقت مجھ سے پانچ روپیہ قرض لے لیجئے اور پھر اس روپیہ سے ٹوپی خرید لیجئے۔ اور قرض کا روپیہ پھر ادا کردیجئے۔ دیکھئے ایک عامی آدمی نے مولانا کو عدم جواز کا مسئلہ بتایا پھر اس کے جواز کی شکل بتائی اگر مسائل پر عمل کرنا شروع کردیں تو علم اور عمل سب میں آسانی ہوجائے۔

ایضاً

۵۴-فرمایا ہمارے یہاں رسم تھی کہ پھول آنے پر ہی باغ کی بہار فروخت کردیتے تھے اور یہ ناجائز ہے اور اس رسم کا بدلنا مشکل تھا۔ میں نے ایک بہت آسان ترکیب بتائی کہ اب تو تم جو کر رہے ہو اس کو کیوں چھوڑو گے مگر پھل آجانے پر پھر اس معاملہ کی تجدید کرلیا کرو کہ اب اتنے داموں میں بیع کرتا ہوں مگر لوگوں سے یہ بھی نہیں ہوتا۔ خیر خدا تعالیٰ کا فضل ہے اب ہمارے یہاں ایسا بہت کم ہوتا ہے پھل آنے پر فروخت کرتے ہیں۔

"صفائی معاملات" بہت عمدہ مجموعہ ہے

۵۵-فرمایا "صفائی معاملات" ہے تو چھوٹی سی کتاب مگر معتبر ہے اس لئے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب کی حرفاً حرفاً دیکھی ہوئی ہے۔ اس میں ایسے ایسے چھوٹے چھوٹے مسئلے لکھے ہیں (جو بہت کام کے ہیں)

بدعملی

۵۶-ایک صاحب نے عرض کیا کہ آج کل لوگ پڑھ تو لیتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے فرمایا عمل کا قصد بھی نہیں کرتے دین کی فکر ہی نہیں۔

شنبہ ۷ رجب ۱۳۵۷ھ بعد عصر مسجد خواص میں

انبہٹہ والوں کا بھولا پن

۵۷- فرمایا انبہٹہ [1] کے ایک طالب علم تھے اُن کے پاس خط آیا اور اس میں کوئی راز کی بات لکھی تھی اور لکھا تھا کہ کسی کو دکھانا نہیں مگر وہ سب کو دکھاتے پھرتے تھے۔ اور جب خاص وہ سطر آتی تو ہاتھ سے چھین لیتے کہ اس میں ممانعت لکھی ہے یعنی ظاہراً سے بھی کر دیتے تھے۔

ملفوظات کے بارے میں ہدایت

۵۸- فرمایا ملفوظات جس قدر مولوی ابرار [2] کے جمع کئے ہوئے ہیں وہ الگ ایک حصہ رہے اور جس قدر مولوی جمیل نے جمع کئے ہیں وہ الگ ایک حصہ رہے اور اس کا نام نسزل الابرار [3] اور اسکا نام جمیل الکلام۔

الف لام نیچریت

۵۹- فرمایا ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ الف لام پہلے چار قسم کا تھا اب ایک پانچویں قسم بھی نکلی ہے یعنی الف لام نیچریت کا جو رسالوں اخباروں کے نام میں ہوتا ہے اور نیچریوں کی ایجاد ہے۔

اظہار علمیت

۶۰- فرمایا ایک طالب علم منتہی کسی طالب علم کو پڑھا رہے تھے میرا ادھر سے گزر ہوا تو وہ میزان والے کو الف لام کی قسمیں بتاتے تھے میں نے کہا مولانا آپ تو چار قسمیں بتاتے ہیں مگر اس کے

---

[1] ضلع سہارنپور میں ایک قصبہ ہے یہاں کے لوگ بہت بھولے مشہور ہیں۔ حضرت شاہ ابوالمعالی صاحب کا وطن ہے اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا بھی ۱۲ جامع ۔ [2] انہوں نے بھی لکھنؤ ہی میں لکھے ہیں ۱۲ ۔ [3] پہلے اس کا نام نزل الابرار ہی تھا مگر جناب مولوی اسعد اللہ صاحب کی تصحیح کے بعد اس کا نام اسعد الابرار قرار پایا ۱۲ وصل

نزدیک تو ایک ہی قسم ہے یعنی الف لام استغراق ۱؎ کا تم اس بیچارے کو پڑھاتے ہو یا خود اپنی استعداد بڑھانے کو پڑھاتے ہو۔ بھلا اس غریب کو اس سے کیا نفع۔

مضامین کے نام رکھنا

۶۱-فرمایا میں ملفوظات کے نام بھی رکھ دیتا ہوں چاہے چھوٹا سا ہی ذخیرہ ہو اور فتویٰ ہو یا کچھ غرض جو مضمون اہم ہوتا ہے اس کا نام رکھ دیتا ہوں کہ اس میں اس کا حاصل کرنا سہل ہوتا ہے۔ مثلاً اگر چھپ گیا تو منگانا سہل حوالہ دینے میں آسانی ہوتی ہے اگر کسی اور مضمون میں اسکے حوالہ کی ضرورت ہو تو سہولت ہوتی ہے۔

کتاب کا نام، کتاب کا آئینہ ہوتا ہے

۶۲-فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب سے میں نے سنا ہے فرمایا ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے کہیں وصایا میں لکھا ہے کہ اگر کوئی کتاب دیکھنا ہو تو اول اسکا نام دیکھو کہ مناسب ہے یا نہیں اگر نام مناسب نہ ہو تو وقت ضائع نہ کرو اور پھر لکھا ہے کہ خطبہ دیکھو اور یہ دیکھو۔ بعض تو بالکل ہی مہمل نام رکھ دیتے ہیں۔ ایک صاحب نے ایک کتاب لکھی اسمیں کلمات کفریہ جمع کئے ہیں اور نام رکھا ہے ''توپ گالی الٰہی'' یعنی خدا تعالیٰ کو برا کہنے اور کفر بکنے کی وعید۔

القول الجمیل جامع کتاب ہے

۶۳-وصّل صاحب نے عرض کیا کہ ''قصد السبیل'' حضرت کی اور القول الجمیل حضرت شاہ صاحب کی تو ایک ہی سی ہیں فرمایا ''القول الجمیل'' زیادہ جامع ہے اس میں تو عملیات اور تعویذ وغیرہ بھی ہیں۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا توسع

۶۴-فرمایا حضرت حاجی صاحب کے زمانہ میں تھانہ بھون میں ایک بی بی تھیں ذاکر و شاغل تھیں۔ بعض بزرگوں میں احتیاط زائد ہوتی ہے اور بعض میں حسن ظن کی بناء پر توسع ہوتا ہے۔

۱؎ یعنی بس یہ تو آپ کی تقریر میں مستغرق اور مبہوت ہے اسے کچھ بھی خبر نہیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ۱۲ جامع

حضرت حافظ صاحب میں احتیاط بہت تھی۔ان بی بی نے حضرت حاجی صاحب سے القول الجمیل مانگ بھیجا۔ حضرت کے اخلاق تھے کہ دینے کے لئے آمادہ ہو گئے ۔ حافظ صاحب کے کان میں بھی یہ بات پڑ گئی۔حضرت سے تو کچھ نہ کہا۔آنے والے کوڈانٹا کہ جاؤ کتاب نہیں ملتی اور اس طرح کہا کہ حضرت کو بھی سنا دیا۔حضرت نے کتاب رکھ لی اور پھر حافظ صاحب نے فرمایا کہ عورتوں میں بیٹھ کر چُرغے گی (یعنی اسکی باتیں بیان کرے گی جس سے اپنی شان ظاہر ہوگی) مگر حضرت سے کچھ نہیں کہا۔حضرت کے یہاں بہت وسعت تھی کچھ نہیں فرماتے تھے کسی پر بھی طعن و تشنیع نہیں فرماتے تھے ۔ہم طالب علم جن درویشوں پر کفر کے فتوے دیتے تھے اس کے متعلق فرماتے تھے کہ کسی باطنی غلطی میں مبتلا ہو گیا ہے۔

بزرگوں کا اختلاف لفظی اختلاف ہے

۶۵-فرمایا مولوی صادق الیقین صاحب جب حج کو جانے لگے۔یہ مولانا گنگوہی سے بیعت تھے مگر خلافت واجازت حضرت حاجی صاحب سے ملی تھی۔ایک صاحب نے درمیان میں پوچھ لیا کہ جن سے بیعت ہوان کے شیخ اس کو اجازت وخلافت دے سکتے ہیں۔فرمایا ہاں ہاں۔غرض وہ بھی سفر حج میں میرے ساتھ تھے۔حضرت گنگوہی نے چلتے وقت ان کو ایک جامع وصیت فرمائی۔ فرمایا دیکھو وہاں (حضرت کے یہاں) جاتو رہے ہو مگر جیسے جاتے ہو ویسے ہی آجانا وہ کچھ نہ سمجھے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا کہ وہیں معلوم ہو جاوے گا۔جب یہاں آئے تو دیکھا کہ وہاں اور قسم کی تحقیقات تھی اور یہاں اور شان کی مگر یہ اختلاف محض صورت کا تھا معانی میں اتحاد تھا۔کما قال الرومی۔

اختلاف خلق از نام اوفتاد چوں بمعنی رفت آرام اوفتاد

جیسے چار آدمی ہم سفر ہوئے۔ایک فارسی،ایک عربی،ایک ترک،ایک رومی،کسی نے ان کو ایک درہم دیا اور سب کا جی چاہا کہ انگور کھائیں مگر فارسی نے کہا انگور اور عربی نے کہا عنب اور ایک نے کوزم کہا اور ایک نے استافیل کہا اور لڑائی ہونے لگی۔تو اگر کوئی جامع شخص ہوتا وہ انگور لا کر رکھ دیتا تو سارا اختلاف رفع ہو جاتا۔غرض ان حضرات میں اختلاف لفظوں میں ہوتا ہے معنی

میں نہیں ہوتا اور جیسے'' لا نفرق بین احد من رسلہ '' ہے ایسے ہی'' لا نفرق بین احد من اولیاء ہ '' بھی ہے اس لئے کسی سے بدگمان نہ ہونا چاہئے۔ مولوی صادق الیقین صاحب کہنے لگے صاحب یہاں اور وہاں میں تو زمین و آسمان کا فرق ہے میں نے کہا کہ نہیں اقلیم سے اقلیم تک اور شہر سے شہر تک کا بھی فرق نہیں۔ اس کے بعد میں نے حضرت کے ارشادات کی شرح کی تو دیکھا کہ کچھ بھی فرق نہیں تو بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے جو سفر میں پوچھا تھا کہ اس وصیت کا کیا مطلب ہے اور میں نے کہا تھا وہاں پہنچ کر معلوم ہو جاوے گا۔ جب وہاں یہ اختلاف معلوم ہوا تو مولوی صاحب کو بڑی کشمکش ہوئی کہ ان کا اتباع کیا تو مولانا سے خلاف ہوتا ہے اور مولانا کا اتباع کیا تو حضرت سے بدعقیدگی اور بدگمانی ہو گی تو اس وقت میں نے کہا کہ یہ مطلب تھا مولانا کے ارشاد کا یعنی سمجھ میں آئے نہ آئے عقیدہ نہ بدلنا نہ مسائل سے نہ حضرت سے جیسے جا رہے ہو ویسے ہی آنا سبحان اللہ کیسا جامع کلام ہے۔

حضرت مولانا قاسم صاحبؒ حضرت حاجی صاحبؒ کی لسان تھے

۶۶- فرمایا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی تقریر بھی اور تحریر بھی کیسی جامع ہیں سبحان اللہ معلوم ہوتا ہے کہ علوم بھر دئے گئے ہیں ہمارے حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ مجھے اصطلاحیں معلوم نہیں ہیں ویسے ہی مضامین وارد ہوتے ہیں اور مولانا کو اصطلاحیں معلوم ہیں اور فرمایا کہ ہر بزرگ کی ایک لسان ہوتی ہے۔ شمس تبریزی تھے ان کی لسان مولانا تھے۔ چنانچہ شمس تبریز اور عراقی دونوں اپنے شیخ کی خدمت میں ساتھ ساتھ حاضر ہوئے تو عراقی اپنے واردات نظم میں پیش کرتے تھے۔ انہوں نے شمس تبریزی سے فرمایا تم اس طرح نہیں پیش کرتے انہوں نے افسردہ ہو کر عرض کیا کہ مجھ میں علمی استعداد نہیں جب دیکھا کہ افسردہ ہو گئے تو فرمایا تمہارے اصحاب میں ایک ایسا شخص ہوگا جو اولین و آخرین کے علوم کو ظاہر کر دے گا۔ اس کے بعد حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ میری لسان ہیں مولانا محمد قاسم صاحب۔ مشکل مشکل مسائل پیش کرتے تھے سناتے تھے اور حضرت کچھ کچھ بتاتے تھے۔ کسی نے مولانا سے کہا کہ حضرت تو سمجھتے

بھی نہ ہوں گے۔ کیا اچھا جواب دیا نہ تو یہ فرمایا کہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ غلو تھا نہ یہ فرمایا کہ نہیں سمجھتے کہ تنقیص تھی۔ فرمایا کہ ہمارے اور ان حضرات کے علوم میں ایک فرق ہے ہمارے یہاں مبادی آتے ہیں پھر مقاصد انکے تابع ہوتے ہیں اور اس میں کبھی کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے جب مبادی میں کوئی مقدمہ مخدوش ہو۔ اور ان حضرات کے یہاں مقاصد اول آتے ہیں پھر دلائل اس کے موافق سوچ لئے جاتے ہیں سو میں جو سنتا ہوں تو یہ معلوم کرتا ہوتا ہے کہ مقاصد بھی صحیح ہیں یا نہیں جب تصدیق ہو جاتی ہے تو اطمینان ہو جاتا ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا علم

۶۷- فرمایا ایک بار مولانا محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ اور لوگ حضرت کے معتقد ہوئے ہیں مختلف کمالات کے سبب اور میں معتقد ہوا ہوں علم کی وجہ سے۔ کسی نے عرض کیا کہ حضرت کا علم آپ کے سامنے تو کچھ نہیں ہے فرمایا علم [1] اور چیز ہے اور معلومات اور۔ جیسے کہ ایک ابصار ہے اور ایک مبصرات۔ ایک شخص تو سیاح ہو مگر اندھا چوندھا اس کے مبصرات تو بہت ہیں مگر ابصار نہیں اور ایک شخص سیاح نہیں مگر نگاہ بالکل سالم اُس کے مبصرات کم ہیں مگر ابصار زیادہ اب غور کیا جائے کہ جس شخص کے علوم کی ایسے بڑے بڑے لوگ شہادت دیں اسکے علوم کا کیا کہنا۔

حضرت مولانا قاسم صاحبؒ جیسی قناعت اور توکل کب جائز ہے

۶۸- فرمایا مولانا [1] مطبع مجتبائی میں دس روپیہ کے ملازم تھے اور اصل میں یہ بات تھی کہ مالک مطبع مولانا کی کچھ خدمت کرنا چاہتے تھے مولانا نے ویسے تو منظور نہ فرمایا اور یہ فرمایا کہ کچھ

---

[1] اور اصل چیز وہ علم ہی ہے جو ایک نورانی کیفیت ہے تو مطلب یہ ہے کہ حضرت میں یہ نورانی کیفیت جسے علم کہتے ہیں۔ بہت زیادہ تھی اور اور لوگوں میں معلومات زیادہ ہیں جیسے حضرات صحابہ ہیں کہ ایک ایک کے پاس حدیثوں کا اتنا ذخیرہ نہ تھا جتنا متاخرین کے پاس ہوا ہے مگر ان کا یہ حال ہے بـأ يهـم اقتديتم اهتديتم اور اجماع ہے کہ کوئی عالم کوئی ولی ان کے برابر نہیں ہو سکتا تو ان کے یہاں علم تھا اور متاخرین میں علم سے زیادہ معلومات تھے۔ ۱۲ جامع

کام لو اور یہ بھی فرمایا کہ کاموں میں تو لیاقت کی ضرورت ہے میں اس قابل نہیں ہوں ہاں قرآن شریف کو منقول عنہ سے مقابلہ کرسکتا ہوں۔ اس میں لیاقت کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے زیادہ پیش کرنا چاہا مگر مولانا نے انکار فرمادیا۔ اس زمانہ میں مولانا نے حضرت سے اجازت چاہی کہ ترک ملازمت کر کے توکل کرلوں۔ حضرت نے فرمایا مولانا ابھی تو آپ پوچھ ہی رہے ہیں اور پوچھنا دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے خامی کی اور خامی کی حالت میں توکل بمعنی ترک اسباب جائز نہیں اور جب پختگی ہو جائے گی پوچھنا چہ معنی۔ لوگ پکڑیں گے اور آپ رسے تڑائیں گے۔

حضرت مولانا قاسم صاحبؒ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب کا تبحر علمی

۶۹- فرمایا راجوپور (ضلع سہارنپور) کے ایک شخص ہیں محمد علی خان جو مولوی جمیل کے ماموں ہوتے ہیں انہوں نے کسی سے سنا ہوگا خود تو حضرت کے زمانہ میں نہ تھے۔ بیان کرتے تھے کہ مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا گنگوہی حج کو چلے۔ جہاز میں کسی مسئلہ میں گفتگو ہوگئی۔ مولانا گنگوہی تو دریا کو کوزہ میں بند کرتے تھے اور مولانا محمد قاسم صاحب کوزہ سے دریا کو نکالتے تھے۔ دونوں بہت ہی ذہین تھے۔ طالب علمی کے زمانہ میں جب کبھی مدرسہ میں ان دونوں کی گفتگو ہوتی تو تمام لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ ایک صاحب کی گفتگو سن کر معلوم ہوتا تھا کہ اب اسکا کوئی جواب ہی نہیں ہوسکتا۔ پھر دوسرے صاحب کی گفتگو سن کر حیرت ہوتی تھی کہ کس طرح اسی میں سے بات نکال کر جواب دے دیا اور یہ معلوم ہوتا کہ اب اسکا جواب نہیں ہوسکتا اسی طرح سلسلہ چلا کرتا تھا۔ غرض سفر میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہوا اور نہ یہ بند ہوئے نہ وہ۔ جب بہت دیر ہوگئی تو مولانا محمد قاسم صاحب نے کہا بس مولوی صاحب اب رہنے دیجئے ہم تو حضرت کے یہاں جا رہے ہیں وہاں اس کا فیصلہ کرالیں گے۔ مولانا گنگوہی نے کہا کہ حضرت کا ان باتوں سے کیا تعلق یہ علمی باتیں ہیں مولانا محمد قاسم صاحب نے کہا کہ اگر حضرت کو ان باتوں سے تعلق نہیں تو ہم نے ناحق ان کا دامن پکڑا۔ جب حضرت کے یہاں پہنچے تو مولانا گنگوہی تو اس لئے خاموش رہے کہ وہ مسئلہ

ل مولانا محمد قاسم صاحبؒ ۱۲ وصل

طالب علمانہ تھا اور مولانا محمد قاسم اس لئے خاموش رہے کہ وہ حضرت کے سامنے بولا نہیں کرتے تھے خاموش بیٹھے رہا کرتے تھے۔

غرض دونوں خاموش رہے کسی نے نہ پوچھا مگر حضرت نے ہی ایک مضمون کی ذیل میں اس مسئلہ کی تقریر فرمائی اور پھر اس میں اختلاف نقل فرمایا اور پھر فرمایا کہ اس میں فقیر کی رائے یہ ہے تو مولانا گنگوہی متحیر رہ گئے اور مولانا محمد قاسم صاحب تو جانتے ہی تھے ان کو کچھ تعجب نہیں ہوا مولانا محمد قاسم صاحب کا یہ جملہ اگر حضرت کو ان باتوں سے تعلق نہیں ہے تو ہم نے ناحق ان کا دامن پکڑا کس قدر عشق اور یقین میں ڈوبا ہوا ہے۔

طالب علمانہ بحث

۷۰-فرمایا مولانا شیخ محمد صاحب اور حاجی صاحب میں مثنوی کے ایک شعر میں اختلاف ہوا۔ مولانا نے علمی دلائل سے حاجی صاحب کو خاموش کر دیا۔ حاجی صاحب نے حضرت مولانا روم کو خواب میں دیکھا تو اس شعر کا مطلب پوچھا آپ نے وہی فرمایا جو حاجی صاحب کہتے تھے صبح کو مولانا کو واقعہ سنایا کہنے لگے خواب وخیال کا کیا اعتبار ہے۔ ذہن میں یہی مطلب جما ہوا تھا یہی نظر آ گیا۔

پھر حضرت خلوت میں تھے اور مولانا مثنوی پڑھا رہے تھے۔ اتفاق سے وہی شعر آ گیا تو مولانا نے اس شعر کا مطلب وہی بیان کیا جو حاجی صاحب فرماتے تھے۔ حضرت بے اختیار حجرہ سے نکل آئے اور کہا کیوں مولانا یہ تو خواب و خیال تھا۔ مولانا نے کہا کہ مطلب تو وہی ہے جو آپ فرماتے تھے یہ تو میری طالب علمانہ بحث تھی۔

حضرت حافظ ضامن صاحب شہیدؒ کی ظرافت

۷۱-فرمایا حاجی صاحب اور حافظ محمد ضامن صاحب ایک ہی مسجد میں رہتے تھے مگر حجرے الگ الگ تھے۔ حافظ صاحب ظریف بھی بہت تھے اور کبھی کبھی حقہ بھی پیتے تھے۔ جب کوئی

طالب ان کے پاس آتا تو فرماتے اگر مسئلہ پوچھنا ہے تو وہاں [1] جاؤ مولوی صاحب کے پاس اور جو مرید ہونا ہے تو وہاں جاؤ حاجی کے پاس ۔ اور جو حقہ پینا ہے تو یہاں آؤ یاروں کے پاس اور باوجود بڑے ہونے کے ان سب حضرات کا لحاظ بہت فرماتے تھے حتیٰ کہ مولانا گنگوہی کا بھی لحاظ فرماتے تھے ۔ ایک مؤذن تھا جب حقہ کی ضرورت ہوتی اسکو اشارہ کر دیتے وہ تیار کر کے اشارہ کرتا آپ دروازہ سے باہر جا کر پیتے اور اس کو دروازہ پر پہرہ کے لئے کھڑا کر دیتے کہ کسی کے آنے کی خبر سنیں تو الگ کر دیں ۔ کسی نے حافظ صاحب کو خواب میں دیکھا اور پوچھا حقہ کے متعلق تو کوئی معاملہ نہیں ہوا فرمایا ہاں ہاں کچھ ذکر آیا تھا ۔

حضرت حافظ صاحب کی سادگی

۷۲- فرمایا حافظ صاحب نے کبوتر بھی پال رکھے تھے مگر اڑاتے نہ تھے کبوتر بازوں کی عادت ہے کہ وہ دوسروں کے کبوتر پکڑ لیا کرتے ہیں کسی نے حافظ صاحب کا کبوتر بھی پکڑ لیا ۔ آپ خود ڈھونڈھنے نکلے ۔ معلوم ہوا کہ فلاں شخص نے پکڑا ہے ۔ دو پہر کو اس کے گھر گئے اور پکارا وہ گھبرا کر باہر آیا فرمایا ہمارا کبوتر تم نے پکڑا ہے ہمیں دکھا دو ہمارا ہوگا تو لے لیں گے نہیں تو خیر ۔ آج اگر مرغی کا بچہ بھی کوئی ڈھونڈھنے نکلے تو لوگ طعن کرتے ہیں ۔ جیسے انبیاء پر کفار کیا کرتے تھے ۔ گویا لوگ یہ چاہتے ہیں کہ بشر نہ ہوں یہ نہیں چاہتے کہ یہ شر نہ ہوں ۔ خوارق حضرت حافظ صاحب سے بہت صادر ہوئے ہیں مگر مرید کرنے کے بارہ میں بہت سخت تھے ۔ کل عمر بھر میں ۷ یا ۸ مرید ہوئے بس ٹال دیتے تھے ۔

طلب کا امتحان

۷۳-فرمایا ایک شخص حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں آیا کرتا تھا ۔ ایک دفعہ عرض کیا کہ مجھے بھی کچھ فیض عنایت ہو فرمایا ہاں ہاں سب کو تعجب ہوا کہ اس قدر جلدی کیسے راضی ہو گئے فرمایا

---

[1] حضرت مولانا شیخ محمد صاحب کی طرف اشارہ تھا یہ تینوں حضرات اسی خانقاہ کے مختلف حجروں میں رہتے تھے جو اب خانقاہ امدادیہ کے نام سے مشہور ہے ۔ ۱۲ جامع

مگر ایک شرط ہے کم کھایا کرو۔ وہ خوش ہوا کہ سستے ہی چھوٹے لیکن دو چار دن کے بعد آیا اور عرض کیا کہ اگر حکم ہو روزہ رکھ لیا کروں۔ کم کھانا تو مشکل ہے۔ فرمایا جاؤ بس طلب معلوم ہوگئی۔

ایضاً

۷۴- فرمایا ایک شخص حافظ صاحب کے پاس بہت زیادہ آیا کرتا تھا فرمایا میاں زیادہ نہ آیا کرو تمہاری جورو لڑے گی۔ اس نے کہا ایسی تیسی ایسی جورو کی۔ اتفاق سے وہ کئی روز تک نہ آیا۔ ایک بار حضرت حافظ صاحب مسجد کے دروازہ پر کھڑے تھے کہ وہ شخص سامنے نظر پڑا۔ حضرت ہنسے فرمایا کہو کیا ہوا کہ حضرت بیوی بہت لڑی کہ نہ کھانے کا نہ کمانے کا یونہی پڑا رہتا ہے تو آپ بہت ہنسے۔

ایضاً

۷۵- فرمایا حضرت حافظ صاحب کے پاس ایک شخص کا لڑکا آیا کرتا تھا ایک روز وہ شخص آیا اور کہنے لگا کہ میرا لڑکا جب سے یہاں آنے لگا بگڑ گیا۔ فرمایا ہمیں بھی تو کسی نے بگاڑا ہی ہے ہمیں تو بگاڑنا ہی آتا ہے ہم بھی اپنے ماں باپ کے اکلوتے تھے۔

اہل طریق اہل محبت ہیں

۷۶- فرمایا خشک علماء کے قصوں سے قلب میں انشراح نہیں ہوتا اور اہل طریق حضرات کے ذکر میں ایک سکر کی سی کیفیت ہو جاتی ہے آخر اہل محبت ہیں اور خیر یہ تو واقعات کمال کے ہیں ان کے معمولی تذکرے میں بھی خدا جانے کیا اثر ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا تذکرہ

۷۷- فرمایا جب میں حضرت گنگوہی کے یہاں حاضر ہوتا تو حضرت حاجی صاحب کا خوب انبساط کے ساتھ ذکر فرماتے وجہ یہ ہے کہ اور حضرات تو حضرت حاجی صاحب کے بواسطہ خادم تھے

اور خود حضرت کو دیکھا نہ تھا اس لئے اوروں کے سامنے طبیعت کھلتی نہ تھی۔ اسی پر ایک بار فرمایا جب تم آ جاتے ہو تو دل زندہ ہو جاتا ہے۔

ایک خط کی بدتمیزی

۷۸- ایک خط کی بہت سی بدتمیزیوں کو بیان فرما کے فرمایا کس کس جزئی کی اصلاح کروں۔ تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم۔

انوار حجاب ہیں

۷۹- ایک شخص نے لکھا کہ مجھے انوار معلوم ہوتے ہیں کیا یہ میرا وہم تو نہیں ہے جواب ارقام فرمایا کہ وہم ہی سمجھو پھر فرمایا کہ میں نے یہ نہیں لکھا کہ یہ وہم ہیں بلکہ یہ لکھا ہے کہ تم ایسا سمجھو اور ان کی طرف التفات نہ کرو۔ یہ انوار کبھی تو محض خیالی ہوتے ہیں اور کبھی ناسوتی اور کبھی ملکوتی مگر ہیں سب حجابات ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ حجب نورانیہ اشد ہیں حجب ظلمانیہ سے کیونکہ یہ عجیب ہوتے ہیں انکی طرف التفات زیادہ ہوتا ہے اور گمان تقرب کا بھی ہو جاتا ہے۔ اور انہیں مقاصد میں سے سمجھنے لگتے ہیں۔ حضرت کی تو تعلیم یہ تھی کہ جو کچھ بھی ہو لا الــــہ میں لاَ کے تحت میں لا کر نفی کر دو۔

۸ رجب ۱۳۵۷ھ یک شنبہ مسجد خواص میں بعد عصر

خود کو راحت پہنچانا گناہ نہیں

۸۰- فرمایا ایک صاحب بے تکلفی سے کہتے تھے کہ تم نفس پروری بہت کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ یہ تو صغریٰ ہوا اب اس کے ساتھ کبریٰ ملاؤ کہ جو نفس پروری کرے وہ مجرم اور گنہ گار ہے بدوں اس کبریٰ کے مطلوب تو حاصل نہیں ہوتا کیا اپنے نفس کو بقدر ضرورت راحت پہنچانا کوئی معصیت ہے۔ وصل صاحب نے عرض کیا کہ اس سے تو اوروں کی بھی راحت ہے۔ فرمایا خیر جی اسے تو کون دیکھتا ہے مگر واقعہ یہی ہے کہ راحت کی رعایت مسنون ہے اپنی راحت کے لئے حدیث ان

لنفسک علیک حقا اور منشاق شاق اللہ علیہ وغیرہما کافی ہے اور دوسروں کی راحت جس حدیث میں مصرح ہے وہ حدیث مسلم شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں چند مہمان تھے کچھ تو آپ نے اپنے پاس رکھ لئے۔ کچھ دوسروں کے یہاں ان کی رغبت سے بھیج دیئے اور اپنے یہاں کے مہمانوں سے فرمایا کہ یہ بکریاں ہیں ان کا دودھ نکال کر پی لیا کرو اور جب آپ بعد عشاء تشریف لاتے تو یہ لوگ لیٹے ہوتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر آہستہ سلام فرماتے کہ اگر جاگتے ہوں تو سن لیں ورنہ آنکھ نہ کھلے۔ حدیث شریف میں تصریح ہے ان قیود کی۔ تو جو حضرت ہماری جان و مال کے مالک ہیں وہ تو اسقدر رعایت فرمائیں یہاں خود مخدوم کی بھی اتنی رعایت نہیں کی جاتی۔ بالکل مذاق بگڑ گیا ہے۔

بزرگوں میں اختلاف مزاج

۸۱- فرمایا ہمارے بزرگوں میں حضرت گنگوہی بہت منتظم تھے مگر لوگ سمجھتے تھے کہ خشک ہیں۔ انتظام یہ تھا مثلاً عشاء کے بعد خدام نے گھیر لیا تو بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ بس جاؤ ہم بھی آرام کریں اور تم بھی۔ مولانا محمد قاسم صاحب بہت نرم تھے جن کا نمونہ مولانا محمود الحسن صاحب تھے جب مالٹہ سے تشریف لائے تمام تمام دن اور رات کو بھی لوگ گھیرے رہتے تھے چارپائی پر پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں نیند کے جھونکے آرہے ہیں تب بھی لوگ نہیں اٹھتے تھے۔ لوگوں نے ایسے بزرگوں کے قصے یاد کر رکھے ہیں مگر دوسروں کے بھی تو یاد کرنے چاہئیں وہ بھی تو بزرگ تھے باغ میں ہر طرح کے پودے ہوتے ہیں۔ بیلہ بھی چنبیلی بھی اور گلاب بھی ہوتا ہے اور گلاب بھی وہ جو کبھی کبھی کانٹا بھی چبھو دیتا ہے اور ایک چھوئی موئی بھی ہوتی ہے کہ ہاتھ لگایا اور مرجھا گئی شرما گئی تو بعض ایسے بھی ہیں کہ کسی کو کچھ نہیں کہتے چاہے کچھ کئے جاؤ۔

خدا کے باغ کا امتیاز

۸۲- فرمایا کمپنی باغ سہارنپور میں بڑا اہتمام ہے ہر طرح کے پھول ہیں ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ یہ باغ مکمل باغ ہے ایک معترض بولے اس میں تک چھکنی تو ہے ہی نہیں (اور واقعی

نہیں تھی) تو کیا مکمل ہوا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا باغ تو مکمل ہونا چاہئے۔ اور وہاں بعض درختوں کو آگ سے سینکا بھی جاتا ہے گرمی پہنچائی جاتی ہے جو ایسے ملک کے ہیں جہاں گرمی زیادہ ہوتی ہے۔

نواب مقرب خاں کا باغ

۸۳- فرمایا نواب مقرب خان کیرانہ کے تھے۔ پیر جی ظفر احمد صاحب (یعنی صاحب ملفوظات کے دوسرے خسر) ان ہی کی اولاد میں ہیں۔ اس واسطے میں اپنے چھوٹے گھر میں جوان کی بیٹی ہیں ان کو کبھی کبھی نواب زادی کہہ دیتا ہوں مگر ایک دفعہ یہ بھی کہہ دیا تھا کہ یہ نہ سمجھنا کہ تھانہ بھون والے تم سے کم ہیں۔ ہم لوگ فرخ شاہ کابلی کی اولاد میں ہیں جو کابل کے بادشاہ تھے تو ہم شاہزادے ہیں۔ نواب صاحب موصوف نے ایک باغ لگایا تھا اس میں طرح طرح کے درخت لگائے تھے۔ بعض درخت تو ایسے تھے جو کم پانی پیتے تھے اور کچھ ایسا انتظام کیا تھا۔ کہ جب تک پانی اس درخت کے موافق آتا رہتا اور جب زیادہ ہو جاتا تو لوٹ جاتا عجب صنعت تھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے باغ میں ہر شخص کی حالت جدا ہے ہر شخص کے ساتھ اس کا سا معاملہ کیا جاتا ہے۔

نرم دلی اور سیاست

۸۴- فرمایا مولانا عبدالرحیم صاحب (جو رائے پور ضلع سہارنپور میں تھے) مجسم اخلاق تھے لوگ ان کی خوش اخلاقی کی حکایتیں پیش کر کے استدلال کرتے ہیں اور ان سے زیادہ مولانا محمد قاسم صاحب بہت نرم مشہور ہیں لوگوں کا خیال ہے کہ وہ تشدد کرتے ہی نہ تھے مگر امیر شاہ خان صاحب مولانا کی سیاست کے واقعات بھی بیان کرتے تھے چنانچہ اس کے بعد کے دو ملفوظ اس پر دال ہیں اسی بناء پر امیر شاہ خان صاحب خود مولانا سے نقل کرتے تھے کہ جس مرید کا پیر کڑا نہ ہوا اور جس بی بی کا خاوند کڑا نہ ہو اور جس شاگرد کا استاد کڑا نہ ہو جس بیٹے کا باپ کڑا نہ ہو اسکی کبھی اصلاح نہیں ہوتی۔

برے القاب سے پکارنے کی ممانعت

۸۵- فرمایا مولانا فضل رسول صاحب بدایونی کو بعضے لوگ ان کی بعض بدعات کی وجہ سے

فصل رسول (صاد غیر منقوطہ سے جدائی کے میں) کہہ دیتے تھے۔امیر شاہ خان صاحب نے بیان کیا ہے کہ خورجہ میں ایک بار ان ہی کے منہ سے فصل رسول نکل گیا (صاد غیر منقوطہ سے) مولانا نے فرمایا کیا ان کا نام فصل رسول ہی ہے عرض کیا نہیں فرمایا پھر یہ کیوں کہا کیا اس کو بھول گئے ''ولا تنابزوا بالالقاب ''۔

سیاست بلیغ

۸۶-فرمایا حضرت مولاناؒ ایک مرتبہ دہلی میں تشریف رکھتے تھے اور مولانا احمد حسن بروہی اور امیر شاہ خان صاحب بھی ساتھ تھے مگر ان دونوں نے اپنی چارپائیاں مولانا سے ذرا فاصلہ سے کر لیں کہ علیحدہ باتیں کرتے رہیں۔ باتیں کرتے ہوئے امیر شاہ خان صاحب نے کہا کہ فلاں مسجد میں امام رہتا ہے کہ بہت خوش الحان ہے فجر کی نماز وہاں چل کر پڑھیں گے۔ مولانا احمد حسن صاحب نے کہا جاہل پٹھان وہ تو ہمارے مولانا کی تکفیر کرتا ہے ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ مولانا نے سن لیا فرمایا احمد حسن تم خود تو جاہل ہو اور دوسروں کو جاہل کہتے ہو۔ میں تو یہ سن کے اس کا معتقد ہو گیا کہ اس نے کوئی بات میرے اندر دین کے خلاف سنی ہو گی تو کافر کہنا ضروری ہے۔ ہم خود جائیں گے اور فجر وہاں پڑھیں گے۔ چنانچہ تشریف لے گئے۔ جب مولانا گئے تو یہ دونوں حضرات بھی گئے۔ غرض یہ قصے مولانا کی بلیغ سیاست پر کس طرح دلالت کر رہے ہیں مگر لوگوں نے رحم وشفقت کے قصے یاد کر رکھے ہیں اور دوسرے قسم کے یاد نہیں۔ دیکھئے خود حق تعالیٰ جیسے رحیم ورؤف ہیں ایسے ہی قہار وجبار بھی تو ہیں

بزرگوں کا تدیّن

۸۷-فرمایا پہلے بزرگوں میں ایسا تدیّن وخلوص تھا کہ دو بزرگوں میں کسی مسئلہ میں گفتگو ہوئی ایک نے دوسرے کو ساکت کر دیا تو غالب نے مغلوب پر غالب آ جانے کے بعد اس کا مذہب اختیار کر لیا۔ بس جب بات جی کو لگ گئی اس کو قبول کر لیا۔

صحابہ کا مناظرہ

۸۸-فرمایا صحابہ میں بھی مناظرہ ہوتا تھا مگر اس شان کا ہوتا تھا کہ جو صاحب اپنا قول چھوڑتے تھے فرماتے تھے کہ مجھے شرح صدر ہو گیا۔ بس شرح صدر کے بعد اختلاف نہ رہتا تھا۔ آج اگر وہی مسئلہ دو طالب علموں کے سامنے رکھ دیا جائے۔ تو مدتوں کے مشغلہ کے لئے کافی ہو۔ اور جس بات کا دعویٰ کرتے تھے۔ بس اتنا ہی کہنا کافی سمجھتے تھے کہ واللّٰہ ھو خیر نہ نقض اجمالی ہوتا نہ نقض تفصیلی یہی کہتے کہتے مخاطب سمجھ جاتے تھے۔ اور بس مناظرہ ختم ہو جاتا تھا۔

اجتہاد کے لئے تقویٰ ضروری ہے

۸۹-فرمایا یوں تو فقہاء نے تصریح کی ہے کہ چوتھی صدی کے بعد اجتہاد منقطع ہو گیا ہے۔ اگر منقطع نہ بھی ہوتا اور مجھ سے رائے لی جاتی تو میں یہی کہتا کہ باوجود قوت اجتہادیہ باقی رہنے کے بھی آج کل اجتہاد جائز نہیں۔ مسائل کے استنباط کے لئے ورع اور تقویٰ بھی تو چاہئے اب تو نہ تفقہ ہے نہ تدین۔

رجوع الی الحق

۹۰-فرمایا ترجیح الراجح کا جو سلسلہ میرے یہاں ہے تو مجھے تو جب اپنی غلطی معلوم ہو جاتی ہے میں رجوع کر لیتا ہوں چاہے ایک بچہ ہی کے کہنے سے معلوم ہو جائے مگر تعجب تو یہ ہے کہ اس پر بعض علماء نے اعتراض کیا ہے کہ استقلال نہیں ہے مزاج میں کبھی کچھ کہہ دیا کبھی کچھ کہہ دیا۔ گویا جو بات ایک دفعہ منہ سے نکل جائے اسی پر اڑا رہنا چاہئے۔ شیخ اکبر کا قول ہے الصدیق یتقلب فی کل یوم سبعین مرۃ ۔ بس جب حق واضح ہو گیا قبول کر لیا اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ پہلا قول یعنی مرجوع عنہ حق ہے اسے قبول کر لیا۔ میں نے بعض مسائل سے رجوع کیا ہے پھر اس رجوع سے رجوع کیا ہے دونوں قسم کی تحریریں موجود ہیں۔

ایضاً

۹۱-فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب کو دیکھا ہے کہ درس میں جب کسی مقام میں کوئی تقریر

فرمائی اور طالب علم نے کوئی شبہ کیا تو اول تو ذرا غور فرماتے پھر فوراً ان لفظوں کے ساتھ قبول فرماتے کہ مجھ سے غلطی ہوئی پھر دو چار سیکنڈ بعد فرماتے مجھ سے غلطی ہوئی پھر تین چار سیکنڈ بعد فرماتے واقعی مجھ سے غلطی ہوئی تا کہ کوئی شخص اس کو تواضع پر محمول نہ کرے اور اگر کسی غامض مقام پر شرح صدر نہ ہوا تو کتاب اٹھا کر کسی ماتحت[1] مدرس کے پاس حلقہ درس میں تشریف لے جاتے اور فرماتے کہ مولانا ذرا اس کو ملاحظہ فرمائیے یہ میری سمجھ میں نہیں آیا اور شاگردوں کی جگہ بیٹھ جاتے تھے۔ وہ حضرات بھی مزاج سے واقف تھے اٹھتے نہ تھے تمام شاگردوں کے سامنے ہی دریافت فرماتے تھے اور آ کر فرماتے کہ مجھے شرح صدر نہیں ہوا تھا میں نے فلاں صاحب سے پوچھا ہے انہوں نے اس مقام کی یہ تقریر فرمائی ہے۔ سبحان اللہ۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا تفقہ

۹۲- فرمایا کہ ایک دفعہ مولانا گنگوہی اور مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی گفتگو خلوت میں ہو رہی تھی مگر آوازیں بلند ہو گئیں تو باہر کے لوگوں نے بھی سنا۔ مولانا محمد قاسم صاحب فرما رہے تھے مولوی صاحب یوں تو حق تعالیٰ نے مجھے بھی بہت چیزیں دے رکھی ہیں مگر ایک چیز آپ کو ایسی دی ہے جس پر مجھے رشک آتا ہے یعنی فقہ حق تعالیٰ نے آپ کو فقہ دے رکھا ہے۔ مولانا گنگوہی نے فرمایا جی ہاں مجھے دو چار جزئے یاد ہو گئے تو آپ رشک کرنے لگے اور خود جو مجتہد بنے بیٹھے ہیں ہمیں کبھی رشک نہ ہوا۔

ایضاً

۹۳- فرمایا مولانا گنگوہیؒ اور مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا ایک مسئلہ میں اختلاف تھا مجھے معلوم نہ تھا میں نے بھی اس مسئلہ میں ایک رسالہ لکھا اور مولانا گنگوہی کی خدمت میں پیش کیا۔ مولانا نے موافقت نہیں فرمائی۔ میں نے اتفاق سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کا رسالہ دیکھا تو عرض کیا کہ مولانا محمد قاسم صاحب کی رائے بھی یہی تھی فرمایا ان سے غلطی ہوئی ہے جس وقت یہ رسالہ لکھا تھا میں نے ان کو اسی وقت وفات سے پہلے مطلع کر دیا تھا۔

---

[1] حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس تھے اس لئے اور سب ماتحت ہی تھے ۱۲ جامع

نسبت مع اللہ

۹۴- جب مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی وفات ہوئی تو مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ مجھے اس قدر صدمہ ہوا ہے کہ اگر ایک چیز میرے اندر نہ ہوتی تو میں ہلاک ہو جاتا لوگوں نے پوچھا حضرت وہ کیا چیز ہے فرمایا میاں وہی جس سے تم مجھے بڑا سمجھتے ہو۔ لوگوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے بتایا کہ نسبت مع اللہ اور یہی وہ چیز تھی جس نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو زندہ رکھا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسا عاشق کیسے زندہ رہتا اسکے بعد حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کا وہ مکالمہ ارشاد فرمایا جو جہاز میں اثنائے سفر حج میں ہوا تھا اور مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت حاجی صاحب سے اس کا فیصلہ کرایا گیا تھا اس کو پہلے لکھا جا چکا ہے۔ ۱۲ جامع

حضرت حاجی صاحبؒ کے مضامین بڑے عالی ہوتے تھے

۹۵- فرمایا ہمارے حضرت کے یہاں مضامین تو بہت عالی تھے مگر اصطلاحات نہ تھیں ہاں کبھی کبھی بشرط شے اور بشرط لاشے بھی حضرت کی زبان سے نکلا ہے یہ سن کر ایک معقولی عالم کو تعجب ہوا کہ اصطلاحات تو علوم کے کسب میں آتی ہیں حضرت کے یہاں کیسے ہیں۔ یہ وسوسہ ہوا تھا کہ فوراً فرمایا کہ معانی کا القاء کبھی بدون الفاظ کے ہوتا ہے اور کبھی مع الفاظ کے یعنی اس وقت اس مضمون کا القاء مع الفاظ کے ہوا ہے۔

اہل اللہ کا عرفی عالم نہ ہونا بھی کمال ہے

۹۶- فرمایا اگر حضرت پڑھے ہوئے ہوتے تو ہم کو اس قدر نفع نہ ہوتا اس وقت تو یہ سمجھتے کہ یہ مضامین علمی استعداد سے فرما رہے ہیں۔ حضرت نے تو کافیہ وغیرہ تک پڑھا تھا۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے علوم عالیہ

۹۷- فرمایا ہمارے حضرت کے علوم نہایت عالی ہوتے تھے مگر الفاظ بہت سلیس اور فارسی تو

اہل زبان کی سی تھی ۔ ضیاء القلوب کی کیسی اچھی فارسی ہے ۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا تھا مولوی جمیل الدین صاحب کہتے تھے کہ وہ ان کے پاس ہے اور کہتے تھے کہ مولانا نے اس پر حاشیہ بھی لکھا ہے ۔ میں بھی اس کتاب کی زیارت کا متمنی تھا مگر اتفاق نہیں ہوا اور اب ان کا انتقال ہو چکا ہے ۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے تبرکات

۹۸ - فرمایا حضرت حاجی صاحب اپنے خادموں کے لئے قیمتی قیمتی چیزیں بھیجا کرتے تھے ۔ کہیں تو مرید دیتا ہے پیر کو وہاں پیر دیتے تھے مریدوں کو ۔ میرے پاس کئی چیزیں تھیں تبرکات کے طریقہ پر جو حضرت نے عطا کی تھیں مگر میں نے سب تقسیم کر دیں دوستوں کو تا کہ میرے بعد کوئی ان کی دکان نہ بنا لے ۔ بس میرے نزدیک تو تبرک وہی باتیں ہیں جو حضرت سے سنیں اور دل میں اثر کر گئیں ۔ ایک دفعہ حضرت نے اپنی کتابیں مجھ کو دینی چاہیں کہ سب لے جاؤ جہاں کی تھیں وہیں پہنچ جائیں گی یعنی تھانہ بھون ۔ مجھے کچھ جوش سا ہوا میں نے عرض کیا کہ کتابوں میں کیا رکھا ہے کچھ سینہ میں سے عطا فرمایئے حضرت کو بھی جوش ہوا فرمایا ہاں ہے تو سچ ۔ میرے واپس آ جانے کے بعد حضرت نے پھر وہ کتابیں بھیجنی چاہیں مگر بعض عنایت فرما حسد بھی کیا کرتے تھے ان کو ناگوار ہوا کہ حضرت اس قدر عنایت کیوں فرماتے ہیں ۔ عرض کیا کہ یہ کیسے ممکن ہے آپ تو ان کتابوں کو وقف فرما چکے ہیں ۔ حضرت کی مہر اکثر قلمدان میں رہتی تھی وہاں سے نکال کر مہر لگا کر ایک وقف نامہ بھی لکھ رکھا تھا وہ پیش کر دیا حضرت نے فرمایا نہیں میں نے تو وقف نہیں کیں ۔ ان حضرات نے کہا کہ حضرت بھول گئے ۔ فرمایا نہیں بھائی میں بھولا نہیں مگر حضرت کو رنج بہت ہوا ۔ پھر قریب وفات مولوی سعید صاحب کیرانوی کو فرمایا کہ یہ کتابیں اشرف علی کو بھیج دینا اور اگر وہ نہ لے تو اپنے کتب خانہ میں داخل کر لیجئے انہوں نے مجھے خط لکھا تھا مگر وہ پہنچا نہیں پھر اپنے کتب خانہ میں داخل کر کے اطلاع دی وہ خط مل گیا تو میں نے لکھا آپ نے اچھا کیا میں بھی یہی کرتا مجھ کو کتابیں جمع کرنے کا اور ان کے دیکھنے کا کبھی شوق نہیں ہوا ۔ بس اپنے حضرات سے جو سنا ہے عمل کے واسطے کافی ہے اور وہ تھوڑا سا یاد بھی ہے وہی اپنے دوستوں اور عزیزوں کے سامنے پیش کر دیتا ہوں باقی یہاں تو نہ حافظہ نہ کتابیں دیکھنے کی فرصت ۔

حضرت کی مملوکہ کتابیں

۹۹- پھر فرمایا کہ آج کل میری ملک میں بہت تھوڑی کتابیں ہیں جن میں ایک تو مثنوی شریف ہے اس کو ملک سے نہیں نکالا اور ایک جمع الفوائد ہے جو حدیث کی کتاب نئی چھپی ہے اور یہ مثنوی نولکشور کے یہاں کی اول بار کی چھپی ہوئی ہے عمدہ ہے اسے ملک سے جدا کرنے کو جی نہیں چاہا۔ اسی نسخہ میں حضرت سے کچھ حصہ پڑھا بھی ہے۔ حضرت کے ارشادات بھی پنسل سے کہیں کہیں لکھ رکھے ہیں اور خود بھی جو کچھ سمجھ میں آیا لکھا ہے ایک دفعہ یہ شعر میرے سامنے پیش کیا گیا۔ ؎

آں طرق کہ عشق می از وددرد بوحنیفہ شافعی درسے نکرد

اسکا کوئی حل سمجھ میں نہ آیا۔ اتفاق اپنے نسخہ میں یہی شعر نظر پڑا تو بین السطور یہ لکھا ہوا تھا۔ اے علمائے ظاہری ۱۲ یعنی جیسے حاتم بول کر سخی مراد لیتے ہیں ایسے ہی چونکہ عام لوگ ان حضرات کو علمائے ظاہر سمجھتے ہیں اس لئے ابوحنیفہ اور شافعی بول کر علمائے ظاہر کو مراد لیا ہے۔ اگر کوئی لکھ لیتا ہے تو نفع ہوتا ہے۔

اشرف السوانح کے شذرات

۱۰۰-فرمایا اشرف السوانح کے شذرات مولوی شبیر علی صاف کرا رہے ہیں۔ میں نے کہہ دیا تھا کہ ایک دفعہ مجھے اور ایک دفعہ خواجہ صاحب کو دکھا دینا۔ اس کو مولوی محمد حسن خود چھاپیں گے۔

توکل

۱۰۱-ترک ملازمت کے ذکر پر فرمایا کہ بزرگوں سے سنا ہے کہ اگر دو روپیہ کی بھی کسی کو آمدنی متعین ہوتی ہے تو اس کا قلب غنی رہتا ہے اور زیادہ طبائع کے لئے یہی مصلحت ہے اور بعض بزرگوں سے کہ وہ بہت قلیل ہیں ترک اسباب کی ترجیح منقول ہے۔ بہر حال اس اختلاف سے اتنا تو ثابت ہوا کہ تشبت بالاسباب بزرگی کے منافی نہیں مگر لوگ عموماً یہ سمجھ رہے ہیں کہ بزرگی کے لوازم میں سے یہ بھی ہے کہ زندگی گزارنے کا کوئی انتظام نہ ہو۔ پھر عدم تنافی کی تائید میں حضرت نے ایک حکایت بیان فرمائی جس کو حضرت حاجی صاحب سے نقل فرمایا کہ ایک بزرگ نے دعا کی

کہ یا اللہ جتنی روزی میری قسمت میں ہے ایک ہی دفعہ دے دیجئے ارشاد ہوا کیا ہمارے وعدہ پر اعتماد نہیں عرض کیا حضور اعتماد تو ضرور ہے مگر حضور ہی کا ارشاد ہے **الشیطان یعدکم الفقر** وہ بہکاتا ہے کہ تو کہاں سے کھائے گا تو پریشان ہوتا ہوں کوئی جواب قاطع وساوس بن نہیں پڑتا اگر سب روزی ایک دم دیدیجئے تو اس کو کوٹھڑی میں بند کر کے رکھ لوں گا اور وسوسہ کے وقت اس سے کہہ دیا کروں گا کہ اس میں سے کھاؤں گا چونکہ مشاہدایت میں وسوسہ نہیں ہوتا اس لئے اس وسوسہ سے نجات ہو جاوے گی ۔ غرض اولیاء اللہ نے بھی ایسی دعا کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اولیاء اللہ کا نفس طبعاً ضعیف بھی ہوتا ہے ان کو وساوس بھی آتے ہیں جیسے جسم میں قوت وضعف کا تفاوت ہوتا ہے اور اس کا بزرگی سے کوئی تعلق نہیں سو جس طرح یہ ضروری نہیں کہ بزرگ وہی ہے جو بڑے سے بڑے پہلوان کو پچھاڑ دے ایسے ہی قوت وضعف نفس بھی فطری چیز ہے نہ بزرگی اس پر موقوف ہے نہ اسلام ۔

بزرگوں کا تحمل

۱۰۲- فرمایا غالباً کسی کتاب میں تو نہیں دیکھا ہے کسی بزرگ سے سنا ہے کہ حضرت جنید رحمہ اللہ کو کسی خلیفہ نے بلایا اور سخت گفتگو کی حضرت شبلی رحمۃ اللہ بھی ساتھ تھے ۔ یہ خادم خاص تھے جب سخت گفتگو ہوتی تو حضرت جنید رحمہ اللہ بھی جواب ترکی بہ ترکی دیتے رہے ۔ حضرت شبلی رحمہ اللہ علیہ کو خلیفہ کی گفتگو ناگوار گزر رہی تھی وہاں ایک قالین تھا مصور جس پر شیر کی تصویر تھی جب خلیفہ کوئی سخت لفظ کہتا حضرت شبلی رحمہ اللہ اس تصویر کی طرف نظر فرماتے اور سچ مچ کا شیر بن کر کھڑا ہو جاتا پھر جب حضرت جنید رحمہ اللہ اس کی طرف نظر فرماتے تو وہی شیر قالین بن جاتا ۔ خلیفہ مصروف تھا اس نے دیکھا نہیں ایک بار جو دیکھا تو وہ شیر بنا ہوا کھڑا تھا خلیفہ گھبرا گیا اور بھاگنے کا ارادہ کیا ۔ حضرت جنید نے فرمایا آپ ڈریئے نہیں اور حضرت شبلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ بچہ ہے ایسی حرکت یہ کر رہا ہے مگر میں آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچنے دوں گا ۔ غرض حضرت شبلی تصرف کرتے تھے اور حضرت جنید رحمۃ اللہ اسے مٹا دیتے تھے ۔

ایضاً

۱۰۳-فرمایا ہمارے دادا پیر حضرت میاں جی صاحب کبھی کبھی تھانہ بھون تشریف لاتے تھے۔ ایک بار آپ کے پیر بھائی شیر خان بھی بوجہ تعلق تربیت کے مثل مرید کے تھے۔ ساتھ آئے مگر پٹھان تو مرید کیا شیخ ہو کر بھی پٹھان ہی رہتا ہے۔ مولانا شیخ محمد صاحب عالم فاضل تھے۔ جب حاجی صاحب اور حافظ صاحب پر میانجی صاحب کے توجہ کا اثر ہوتا اور مولانا پر ویسا نہیں ہوتا تھا تو مولانا ہنس کر کہا کرتے تھے ہم عالم ہیں ہم پر اثر نہیں ہوتا تم عالم نہیں تم پر ہو جاتا ہے۔ میاں جی صاحب نے سنا تو خاموش ہو گئے مگر شیر خان نے کہا کہ انہیں مزا چکھانا چاہئے۔ جب تھانہ بھون آئے اور حلقہ میں سب بیٹھے تو سب سے زیادہ اثر مولانا پر تھا حتیٰ کہ کپڑے تک پھاڑ دیئے تو میاں جی صاحب نے کہا بس کرو شیر خان جانے دو۔ حلقہ میں شیر خان بھی گردن جھکائے بیٹھے تھے تب مولانا سمجھے کہ جب شیر خان ایسے ہیں تو حضرت کیا ہوں گے اور اسکے بعد مولانا نے پھر کبھی ایسی بات نہیں کہی۔

سادگی

۱۰۴- پٹھانوں کے ذکر میں فرمایا کہ ایک عورت مولد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئی۔ تو اس پر بہت اثر ہوا اور جوش میں کہنے لگی قربان جاؤں بل جاؤں میرے حضرت ایسے تھے میرے حضرت ایسے تھے مگر بے عیب ذات خدا کی ایک کسر بھی رہ گئی کہ پٹھان نہ تھے اگر پٹھان ہوتے تو کوئی کسر نہ رہتی (نعوذ باللہ) اس غریب کے نزدیک سب سے بڑی شرافت تھی پٹھان ہونا۔

ایضاً

۱۰۵-فرمایا ایک پٹھانی احقر کی مرید تھی ایک دفعہ گھر آ کر کہنے لگی مولوی جی مجھے بہت تکلیف ہے ناداری کی اور تنگی کی پھر ڈری اور کہنے لگی بس مولوی جی زیادہ نہیں کہتی کبھی اللہ میاں یوں کہیں کہ میرے عیب کھولتی پھرتی ہے۔ اس نے شکایت اور عیب میں فرق نہیں کیا کیسی سادگی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی خشیت بھی کیسی غالب تھی۔

لطیفہ

۱۰۶-ان لوگوں کی سادگی کے سلسلہ میں فرمایا ایک شخص مدرسہ دیوبند کے دروازہ پر مولانا محمد یعقوب صاحب کی تعریف کرر ہا تھا کہ ایسے ہیں ایسے ہیں اور کہا کہ بس فرعون بے سامان ہیں (لا حول ولا قوت الا باللہ)

۲ شنبہ ۹ رجب ۱۳۵۷ھ مسجد خواص میں بعد عصر

مناظرہ حق

۱۰۷- فرمایا ایک صاحب نے روافض کے کچھ شبہات لکھ کر بھیجے میں نے لکھا کہ تحریر میں جواب ناکافی ہوتا ہے یہاں آ جاؤ۔ان کا جواب آیا کہ دو شرطوں سے آ تا ہوں ایک تو یہ کہ آپ کے یہاں کھانا نہ کھاؤں گا کیونکہ کھانا کھانے کے بعد آدمی بک جاتا ہے۔دوسرے یہ کہ شور نہ مچانا، غصہ نہ ہونا، جیسے مولویوں کی عادت ہے۔ میں نے لکھ دیا کہ اچھا آ جاؤ جب وہ آ گئے تو میں نے کھانے کے متعلق پھر پوچھا کہنے لگے کھانا نہیں کھاؤں گا میں نے کہا بہتر لیکن دوسری شرط کو میں منسوخ کرتا ہوں اگر ضرورت شور مچانے کی ہوگی تو شور بھی مچاؤں گا اور غصہ کی بات ہوگی تو غصہ بھی ہوں گا۔اگر کہو کہ میرا نقصان ہوا تو اگر یہ نسخ منظور نہ ہوگا تو میں آپ کو آمد و رفت کا کرایہ دے دوں گا کہنے لگے بہت اچھا مجھ کو منظور ہے۔ میں کسی ضرورت سے گھر گیا تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ نہ کھانے کی شرط کو میں منسوخ کرتا ہوں اب کھانا بھی کھاؤں گا میں نے قبول کر لیا۔اور گفتگو کے لئے عصر سے مغرب تک کا وقت مقرر کرتا ہوں جب تک بھی ضرورت ہو روزمرہ گفتگو ہوتی رہے گی ۔غرض عصر پڑھ کر میں نے کہا آ جاؤ اور کہو کہنے بیٹھے تو اعتراضات سب دعویٰ ہی دعویٰ تھے دلیل ایک بھی نہ تھی۔ میں نے دلیل مانگی تو کہنے لگے تم تو منطق کی باتیں کرتے ہو۔ میں نے کہا اچھا آج تو تم سن لو بیچ میں نہ بولنا اور رات کو اس پر غور کرنا پھر کل کو گفتگو کرنا۔ پھر میں نے انہیں اصول سمجھائے کہ دعویٰ کسے کہتے ہیں دلیل کیا ہوتی ہے اعتراضات کس کس طرح ہو سکتے ہیں۔

اگلے دن عصر کے بعد بلایا تو کہنے لگے مجھے اب کوئی بھی شبہ نہیں رہا۔ پھر میں نے نصیحت کی کہ دوسرے مذاہب کی کتابیں نہ دیکھا کرو۔

بے اصول کام خراب ہوتا ہے

۱۰۸-فرمایا حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''وأتوا البیوت من ابوابھا'' تو ہر شے کے لئے کچھ قواعد ہیں بے اصول کام ہمیشہ خراب رہتا ہے مولانا نے گویا اس کا ترجمہ کیا ہے۔

اطلبوا الارزاق من اسبابھا ادخلوا الابیات من ابوابھا

شفقت

۱۰۹-ایک بی بی نے دریافت کیا کہ میں پانچ روپیہ پیش کرنا چاہتی ہوں۔ جواب لکھا کہ مناسب نہیں پھر فرمایا کہ یہ بی بی لڑکیاں پڑھاتی ہیں بیوہ ہیں کچھ زیادہ آمدنی نہیں اور ان کے شوہر بہت نیک آدمی تھے۔

ہدیہ پیش کرنے میں غلطی

۱۱۰-ایک صاحب نے لکھا کہ میرا لکھنؤ حاضر ہونے کا ارادہ تھا مگر چونکہ آپ نے جواب میں ارقام فرمایا ہے کہ نہ معلوم میں ملوں یا نہ ملوں اس لئے میں نے ارادہ فسخ کر دیا اب پانچ روپیہ آپ کے واسطے مولانا ظفر احمد صاحب کے پاس بھیج دئے ہیں کہ دوا و غذا میں صرف فرما لیجئے۔ جواب تحریر فرمایا کہ واپس کر دوں گا پھر فرمایا کہ یہ غرض لکھ کر مقصود کو فوت کیا۔ البتہ اگر مجھے تنگی ہوتی تو اس بناء پر لے لیتا اب تو خدا کا شکر ہے کہ میرے پاس علاج کے واسطے بہت ہے اور ایسے میں لینے میں تو دھوکہ ہو جاتا ہے۔ اور ایک وجہ اور بھی ہے کہ انہوں نے پہلے کی ایک واپسی پر برا بھلا لکھا تھا اس لئے میں ان سے لینے دینے کا معاملہ نہیں رکھتا ہاں خط کا جواب دیتا ہوں۔

ہدیہ کے قواعد

۱۱۱-غالباً کسی ھدایہ کی واپسی کے متعلق فرمایا کہ ہر چیز کے قواعد ہیں۔ نماز کے، روزے کے،

حج کے، زکوۃ کے تو کیا ہدیہ کا کوئی قاعدہ ہی نہیں۔ اس کے قواعد بھی حدیثوں سے معلوم ہوتے ہیں۔ غالباً ترمذی شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اونٹ پیش کیا حضور نے اس کے بدلے میں کئی اونٹ دیئے مگر وہ راضی نہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں اس کے متعلق فرمایا ''هممت ان لا اقبل هدية الا من قرشي اوثقفي او دوسي'' ان قبیلوں کے لوگوں کی طبیعتوں میں سخاوت تھی تو معلوم ہوا کہ بعض عوارض کی وجہ سے عدم قبول ہدیہ بھی سنت ہے۔ اور یہ عوارض اجتہادی ہوتے ہیں یہ لینے والے کی رائے پر ہیں۔

خوشبو کا ہدیہ

۱۱۲- فرمایا خوشبو پیش کرنے کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کوئی خوشبو پیش کرے تو لے لو اور اسکی یہ علت فرمائی ''فانها طيب النكهة خفيف المحمل'' اس تعلیل سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شے گراں معلوم ہوتی ہو تو واپس کر دے۔

نہ لینے پر ناراضی

۱۱۳- فرمایا لوگوں کا بھی عجیب حال ہے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ترکیبوں سے لیتا ہے تو ناراض ہونا چاہئے تھا مگر اس پر بھی ناراض ہوتے ہیں کہ لیتا نہیں حالانکہ ان کا مال بچا دیا یہ تو خوش ہونے کی بات تھی مگر شاید اس کو اپنی اہانت سمجھتے ہیں۔

ہدیہ کی واپسی

۱۱۴- فرمایا ایسے ایسے واقعات سے تجربہ ہو گیا ہے۔ رنگون سے ایک خط آیا کہ یہاں ایک مجلس میں کچھ گفتگو ہوئی کہ ہدیہ کو کوئی واپس نہیں کر سکتا کسی نے آپ کے متعلق کہا کہ وہ واپس کر دیتے ہیں تو ایک صاحب بولے کہ ہم بھیجتے ہیں دیکھیں کیسے واپس کر دیں گے تو ان صاحب نے بطور مشورہ لکھا کہ اس ہدیہ کو واپس کر دینا۔ میں نے لکھا کہ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ مجھ کو متنبہ کر دیا مگر آپ کہاں کہاں اس کی تحقیق کریں گے اس لئے آپ مطمئن رہیئے یہاں ایسے ہدایا واپس ہی ہوتے ہیں۔

ایضاً

۱۱۵- فرمایا ایک فوجی آئے مگر موجی اور کچھ ہدیہ دینا چاہا جو قاعدہ کے خلاف تھا۔ بہت سی مختلف چیزیں تھیں۔ میں نے نرمی کے ساتھ واپس کر دیں۔ انہوں نے اصرار کیا تو میں نے کہا کوئی خدانخواستہ تم سے ضد تو نہیں ہے میرے معمول کے خلاف ہے کہنے لگے نہیں یہ تو آپ کو لینا ہی پڑے گا میں نے کہا تو کیا میں اپنا قاعدہ بدل دوں بولے یہ تو لینا ہی پڑے گا۔ میں بہت ہی آرزو کر کے لایا ہوں میں نے کہا دیکھئے اب مجھے غصہ آ چلا ہے انہوں نے پھر وہی مرغی کی ایک ٹانگ گائی میں نے پھر انکو ایک ڈانٹ بتلائی اپنا ہدیہ لے کر بھاگے اور مسجد میں جا کر پناہ لی۔ میں نے دل میں کہا کہ بیچارے کس خیال سے آئے ہوں گے مگر سب حساب غلط ہو گیا۔ بقول شاعر

چوں می بینم کسے کز کوئے تو دلشادی آید فریبے کز تو اول خوردہ بودم یادمی آید

لوگ اول اول تو خوش خوش آتے ہیں پھر ڈانٹ پڑ جاتی ہے تو ناراض ہو کر چلے جاتے ہیں یہ کیا ہے کبھی کچھ کبھی کچھ۔

حیلۂ مغفرت

۱۱۶- فرمایا ایک حکایت یاد آئی یحیٰی بن اکثمؒ بخاریؒ کے استاد ہیں بڑے محدث ہیں جب ان کا انتقال ہو گیا تو کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔ فرمایا بڑی لتاڑ پڑی کہ ''یا شیخ السوء انت فعلت کذا انت فعلت کذا'' میں خاموش تھا۔ ارشاد ہوا جواب دو۔ میں نے عرض کیا کہ کیا جواب دوں میں تو ایک سوچ میں پڑ گیا۔ ارشاد ہوا کیا سوچ ہے میں نے عرض کیا۔ ''حدثنا فلان عن فلان عن فلان الی اخر السند قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یستحی من ذی الشیبۃ المسلم'' اور یہاں کچھ اور رنگ دیکھ رہا ہوں تو شبہ پڑ گیا کہ یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں۔ فرمایا حدیث بھی صحیح ہے اور راوی بھی سب ثقہ ہیں جاؤ آج کوئی علم و عمل تمہارے کام نہیں آیا صرف تمہارے بڑھاپے کی وجہ سے بخشے دیتے ہیں۔ دیکھئے ارادہ تو پہلے ہی سے مغفرت کا تھا مگر ان کو دکھایا تا کہ نعمت کی قدر

ہو اور ان کو بھی تو یہ انہوں نے ہی بتایا ہے کہ یوں کہو۔ دل میں ڈالنا بھی تو انہی ہی کی طرف سے ہے عارف شیرازی فرماتے ہیں ؎

در دراز یار است و درماں نیز ہم — دل فدائے او شد و جان نیز ہم

آنچہ می گویند کاں بہتر ز حسن — یار ما ایں دارد و آں نیز ہم

حق تعالٰی کے یہ معاملات ہیں حالانکہ کہاں حاکم کہاں محکوم مگر اس قدر شفقت کا معاملہ فرماتے ہیں اس کو صوفیہ کی اصطلاح میں نزول کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ بالکل ہمارے مذاق کے موافق فرماتے ہیں اپنی عظمت کے موافق نہیں فرماتے جیسے کوئی معشوق ناز کیا کرتا ہے۔ یحیٰی ابن اکثمؒ کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا کہ ایک چرکا سا لگا کر رحمت کاملہ متوجہ فرما دی اور عشاق کو تو اسی میں لطف آتا ہے اور اگر معشوق میں اباء و انکار کی صفت بالکل نہ ہو تو لطف ہی نہیں آتا۔ لطف اسی میں ہے کہ بیوی کو بلایا جائے اور وہ کہے کہ ادھر میں تو چولہا ہانڈی کر رہی ہوں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب عبداللہ بن ام مکتومؓ آتے تو آپ عتاب سے لطف اندوز ہونے کے لئے فرماتے "مرحبا بمن عاتبنی فیہ ربی"

واعظوں کا ظرافت

۱۱۷- فرمایا مولوی عبدالرب صاحب دہلوی واعظ تھے ظریف بھی تھے جب ان کے پاس کوئی نابینا آتا تو کہتے ہاں کہئے جو کچھ آپ کو کہنا ہے پہلے آپ کو فارغ کردوں آپ سے بہت ڈر لگتا ہے کہ اللہ میاں کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خفا کرا دیا تھا۔ پھر فرمایا کہ واعظ لوگ بھی ہر جگہ ظرافت سے کام لیتے ہیں۔

ناز

۱۱۸- پھر فرمایا خیر اس طرف سے اگر ناز ہو جو خوبصورت عتاب ظاہر ہوتا ہے تو بعض بزرگوں کے یہاں اس طرف سے بھی ناز کے کلمات صادر ہوتے ہیں جیسے کبھی کبھی ماں باپ پر بچے ناز کرتے ہیں لیکن ان میں بعض لوگ تو بچوں کے مشابہ ہیں کہ محبت تو بہت ہے اور معرفت کم اور

بعض میں معرفت بھی کامل ہے تو وہ کبھی ایسا نہیں کرتے۔ جیسے بچہ جب بڑا ہو جاتا ہے اور اس کو سمجھ آ جاتی ہے تو پھر ایسا نہیں کرتا۔

محبت اور ادب

۱۱۹- فرمایا اس میں اختلاف ہے کہ محبت میں ادب بڑھتا ہے یا گھٹتا ہے ایک قول تو یہ ہے کہ جب محبت قوی ہوتی ہے تو ادب بڑھ جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جب محبت قوی ہو جاتی ہے تو ادب گھٹ جاتا ہے۔ بظاہر دونوں قول متعارض ہیں مگر میرے ذوق میں ان میں یہ تطبیق ہے کہ اگر محبت مغلوب اور معرفت غالب ہوتی ہے تو ادب بڑھ جاتا ہے اور اگر محبت غالب اور معرفت مغلوب ہوتی ہے تو ادب گھٹ جاتا ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوبؒ صاحب کا مقام

۱۲۰- فرمایا ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحب کا ایک خاص مقام تھا جو مقام ادلال کہلاتا ہے یعنی ناز، مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا رشید احمد صاحب نے تو کبھی کوئی بات ایسی ظاہر نہیں فرمائی مگر مولانا محمد یعقوب صاحب نے کبھی کبھی کوئی بات کہہ بھی دی ہے۔ ایک مجذوبانہ حالت تھی۔ مولانا محمد قاسم صاحب سے کسی نے مولانا کا کوئی کلمہ نقل کر دیا تو چونک اٹھے اور فرمایا کہ بھئی انہی کا مقام ہے کہ اس کہنے پر بھی مقبول ہیں ہم کہتے ہیں تو کان پکڑ کر نکال دئے جاتے۔ پھر فرمایا مگر مرتبہ انہی کا زیادہ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کان پکڑ کر نکال دئے جاتے ہیں جیسے میں نے ابھی مثال عرض کی ہے بچہ کی اور بڑے کی۔

تھانہ بھون آنے کے متعلق لطیفہ

۱۲۱- فرمایا ایک صاحب تھانہ بھون آنا چاہتے تھے۔ میں نے لکھ دیا کہ میاں وہاں کیا رکھا ہے کھنڈر ہی کھنڈر ہیں لکھنؤ آتے (یعنی جب معالجہ کے لئے لکھنؤ قیام تھا) تو سیر بھی ہوتی اور تفریح بھی

امراء و غرباء کی رعایت

۱۲۲- امراء و غرباء کے تذکرہ پر فرمایا کہ میں جیسے غرباء کی رعایت کرتا ہوں امراء کی بھی کرتا

ہوں کہ ان کا پیسہ ضائع نہ جائے بلکہ میں تو خوشحال لوگوں کی زیادہ رعایت کرتا ہوں۔ یہ سن کر تعجب تو ہوگا مگر ذرا غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ لوگ بھی قابل رعایت ہیں کیونکہ ہر شخص ان پر اپنا بوجھ ڈالنا چاہتا ہے کہ انہیں کیا ہوا پانچ سو روپیہ کی تنخواہ ہے۔ تو آمدنی تو محدود ہے اور خرچ غیر محدود اور غرباء کی آمدنی اکثر حاجت سے زیادہ ہوتی اور خرچ اس سے کم ہوتا ہے یا کم کر سکتے ہیں اور امراء سے یہ بھی نہیں ہوسکتا۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے حالات

۱۲۳- فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب کی تنخواہ (باوجود صدر مدرس دارالعلوم دیو بند ہونے کے صرف) چالیس روپیہ تھی فرمایا کرتے تھے کہ بیوی بھی ۴۰ کو دیکھتی ہے۔ لڑکا بھی ۴۰ کو دیکھتا ہے، بہو بھی ۴۰ کو دیکھتی ہے تو وہ چالیس کہاں رہے اور کبھی کبھی بیوی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہموار ہوگئی تو فبہا ورنہ وہی کہہ دوں گا ''ط ل ق'' اور کوئی راز اپنا خانگی بھی نہیں چھپاتے تھے۔ لوگ اسے ہلکی سمجھتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ سب کی نہیں صرف اہل تکبر کی ہے۔ اور حضرات اکابر معاصرین اپنے واردات ان کے سامنے بیان نہیں کرتے تھے کہ عوام پر ظاہر کر دیں گے۔ کیونکہ آپ اوروں کے واردات بھی ظاہر کر دیتے تھے۔ یہ خیال نہ تھا کہ وہ بڑھے رہیں گے اور میں گھٹا رہوں گا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص میں کچھ نہ کچھ کھوٹ ہوتا ہے جو مجاہدہ سے زائل ہوتا ہے مگر مولوی یعقوب صاحب بے کھوٹ پیدا ہوئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب نے مجاہدے زیادہ نہیں کئے ہیں اور باتیں بھی بہت کرتے تھے۔ مگر سراسر علوم ہوتے تھے۔ جب حضرت حاجی صاحب تھانہ بھون تشریف رکھتے تھے۔ رات کو سب ذاکر شاغل لوگ اٹھتے تھے یہ بھی اٹھتے مگر حضرت اوروں کو تو منع نہیں فرماتے تھے ان کو فرماتے کہ سو رہو ہم وقت پر خود اٹھا دیں گے اس ناز سے کہ ان کی تربیت فرمائی گئی ہے۔

حضرت مولانا یعقوب صاحب کی تواضع

۱۲۴- فرمایا مولوی یسین صاحب مولوی شفیع صاحب کے والد مولانا محمد یعقوب صاحب کے

شاگرد تھے۔ ایک روز ان سے فرمایا مولوی یسین! میں ادھورا رہ گیا کامل نہیں ہوا۔ (دیکھئے ایک شیخ کامل لوگوں کے سامنے یہ کہتے ہیں) تمہارے شیخ (مولانا گنگوہیؒ) اگر چاہیں تو میری تکمیل کر سکتے ہیں مگر وہ رسید ہی نہیں دیتے مجھے غصہ آتا ہے میں کہتا ہوں کہ مجھے تمہاری پرواہ نہیں میں اپنے شیخ کے پاس چلا جاؤں گا تو کہتے ہیں کہ مدرسہ چھوڑ کر جاؤ گے تو گناہ ہوگا۔ بس جی معلوم ہوتا ہے کہ میں ادھورا ہی مر جاؤں گا۔ نہ تو جانے ہی دیتے ہیں نہ خود تکمیل کرتے ہیں۔ دیکھئے شاگردوں کے مجمع میں یہ فرمارہے ہیں۔ پھر جب ان سب حضرات کا سفر حج ہوا اور حج کے بعد مدینہ منورہ کی تیاری ہوئی تو سب نے مشورہ کیا کہ حضرت کی خدمت میں ہم سب تو بہت رہے ہیں یہ زیادہ نہیں رہے انہیں حضرت کی خدمت میں چھوڑ جاؤ مگر یہ تو کسی کی سنیں گے نہیں اس لئے حضرت سے کہو۔ حضرت سے عرض کیا گیا تو دیکھئے کیا اخلاق اور کس قدر خیر خواہی تھی مولانا محمد یعقوب صاحب سے فرمایا کہ تم میرے پاس رہو یہ تمہارے رفقا مدینہ جاویں گے۔ مولانا کو گرانی تو ہوئی مگر شیخ کا حکم تھا رہ گئے۔ حضرت نے رفقاء سے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ جب میرے پاس بیٹھیں خاموش بیٹھ کر یہ خیال کرلیا کریں کہ ان کے سینہ سے میرے سینہ میں فیض آرہا ہے گو میں دوسروں سے باتیں کرتا رہوں۔ صاحب ملفوظات نے بطور جملہ معترضہ کے فرمایا ایک وقت میں دو طرف کامل کا نفس تو متوجہ ہو جاتا ہے ناقص کا متوجہ نہیں ہوتا اور **النفس لا تتوجه الى شيئين في ان واحد** میں نفی امکان کی نہیں ہے۔ نفی وقوع کی ہے وہ بھی عادی باعتبار اکثر کے۔ مولانا فضل حق خیر آبادی کا حال سنا ہے کہ ایک ہی وقت میں درس بھی دیتے رہتے تھے اور شطرنج بھی کھیلتے رہتے تھے اور تصنیف بھی کرتے رہتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرا ذہن مرکب ہے اور لوگوں کا بسیط ہے کہ تقریر و شطرنج اور تصنیف ایک ہی وقت میں ہو جاتے ہیں۔ پھر حضرات اہل طریق کی شان تو بہت ہی بڑی ہے۔

تنبیہ:- آزاد علماء کے فعل سے شطرنج کے جواب کا شبہ نہ کیا جائے۔ تتمہ قصہ کا فرمایا جب ان کے رفقاء مدینہ سے واپس آئے تو حضرت حاجی صاحب نے ان سے شکایت فرمائی کہ ان کو ایک سہل سی بات بتائی تھی۔ وہ بھی نہ ہو سکی جب کوئی آکے بیٹھتا مجھ سے پہلے یہ بولنے لگتے تھے۔

مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ شیخ ہی ایسے کامل تھے کہ انہوں نے خود کچھ نہیں کیا مگر انہوں نے ایسا کر دیا تھا یہاں آ کر سینکڑوں کو مونڈ ڈالا۔

ایضاً

۱۲۵- فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب کی تقریر میں علمی لغات بہت ہوتے تھے مگر بے ساختہ اور ان کے یہاں اتنے علوم تھے کہ سبحان اللہ ان کی تقریر سن کر یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک کتب خانہ کھول دیا۔ مگر پھر بھی جہاں شبہ ہوتا تھا ماتحت مدرسوں سے پوچھ لیتے تھے۔ اور باوجود اس تبحر وکمال کے مولانا رشید احمد صاحب کو بجائے مرشد کے سمجھتے تھے اسی وجہ سے تو اصلاح کرانا چاہتے تھے۔ مگر جب غصہ آتا تو ناز میں ان کو بھی بہت کچھ کہہ ڈالتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ دو آدمیوں نے ۲۸ شعبان کو چاند کی گواہی دے دی اور کہا کہ پہلے چاند میں غلطی ہو رہی ہے۔ ہم نے وہ چاند بھی ۲۹ کو دیکھا ہے اس حساب سے آج ۲۹ ہے مولانا نے قبول فرمالی۔ حسن ظن بہت تھا اور شرح صدر ہو گیا۔ حکم دیدیا کہ کل روزہ رکھا جائے۔ لوگوں نے اعتراضات بھی کیے۔ مولانا گنگوہی کو خبر ملی تو فرمایا وہ گواہ ثقہ نہ تھے تو مولانا محمد یعقوب صاحب کو غصہ آ گیا اور فرمایا جی ہاں ثقہ کون ہے بجز مولانا کے۔ اچھی بات ہے قیامت کا دن آنے والا ہے ہم ہوں گے مولانا ہوں گے اللہ میاں ہوں گے۔ اس وقت معلوم ہوگا کہ کون ثقہ ہے۔ مولانا گنگوہی نے سنا تو ہنسنے لگے۔ اتفاق سے اس حساب سے تیس روز ہونے کے بعد چاند ندارد۔ میں نے اس گھر میں جس میں اب میاں مظہر رہتے ہیں اور اس وقت والد صاحب بھی تھے۔ تیسری منزل پر جا کر دیکھا مگر نظر نہ آیا گو بہت جی چاہتا تھا کہ چاند نظر آ جائے تا کہ لوگ مولانا پر اعتراضات نہ کریں جب چاند نہ ہوا تو مخالفوں نے مولانا سے عرض کیا کہ رویت نہیں ہوئی فرمایا رویت کا حکم ۲۹ کو ہے ۳۰ کو نہیں ہے۔ رویت کی ضرورت نہیں ہے۔ بس کل عید کرو۔ تو دیوبند میں دو عیدیں ہوئیں۔ مکہ معظمہ خبر پہنچی تو حضرت نے خط لکھا کہ سنا ہے کہ آنعزیز کی لوگوں نے بہت مخالفت کی ہے آنعزیز حق پر ہیں۔ یہاں بھی رمضان اور عید آنعزیز کے حساب کے موافق ہوئے۔ سبحان اللہ کیسا ناز کا معاملہ ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا تنخواہ بہت کم تھی فرمایا کل چالیس روپیہ تھی اور چالیس کیا اگر چالیس سو بلکہ چالیس ہزار بھی ہوتی تو کم ہی تھی وصل صاحب نے دریافت کیا کہ پھر خرچ کیسے ہوتا تھا فرمایا ایسے ہوتا ہوگا کہ کسی نے خدمت کردی۔ اور مولانا محمد قاسم صاحب کی تنخواہ تو مطبع مجتبائی میں دس ہی روپیہ تھی۔ اور مولانا گنگوہی ایک مدت تک شائستہ خان کے قلعہ میں (سہارنپور میں) تھے شاید دس یا بیس روپیہ تنخواہ تھی۔ میں اب جو سہارنپور گیا تھا (لاہور سے واپسی میں) تو وہ حجرہ دیکھ کر آیا ہوں جس میں مولانا کا قیام تھا۔ یہ لوگ مولانا کی بہت خاطر کرتے تھے۔ یہ قلعہ والے وظیفہ یاب ہیں گورنمنٹ سے اور ان میں سے اکثر باوجود یہ کہ آزاد ہیں مگر مولانا رشید احمد صاحب کے عاشق ہیں دیکھئے تعلق کا کتنا اثر ہوتا ہے۔ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ یہ حضرات اپنے وقت کے امام تھے۔ مگر مقتدی بھی نہیں معلوم ہوتے تھے اس قدر اپنے کو مٹائے ہوئے تھے الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات سے تعلق عطا فرمایا۔ گو توفیق تو نہ ہوئی آدمی بننے کی مگر ان کو دیکھ کر آدمیت کا مفہوم تو معلوم ہو گیا کہ اگر آدمی بننا چاہیں تو ایسے بن جائیں جیسے یہ حضرات تھے۔

سہ شنبہ ۱۰ رجب ۱۳۵۷ھ مسجد خواص میں بعد عصر

حضرت حاجی صاحبؒ کی فاروقیت

۱۲۶۔ فرمایا حضرت حاجی صاحب کے ایک خادم کو بین النوم والیقظہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی فرمایا اپنے پیر سے ہمارا اسلام کہہ دینا وہ ہماری اولاد ہیں اور ہماری طرف سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرنا۔ جب حاضر ہوئے تو خواب سنایا حضرت سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے کہا مجھے تو شرم آتی ہے فرمایا یہ تمہارا ہاتھ تھوڑا ہی ہے یہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے۔

شان رحمت الٰہی

۱۲۷۔ فرمایا ایک شخص نے یہ حدیث سنی ان اللہ یستحیی من ذی الشیبۃ المسلم وہ بچارا اپنے کو عمل سے خالی سمجھتا تھا اس حدیث سے امید ہوئی کہ شاید بوڑھا ہو کر مروں اور حق جل و

علاشانہ بڑھاپے کی وجہ سے بخش دیں۔ اتفاق سے ان کا جوانی ہی میں انتقال ہو گیا۔ مرنے کے وقت اپنے ایک خاص دوست کو وصیت کی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو ذرا سا آٹا لے کر میری داڑھی اور سر پر چھڑک دینا اس نے کہا میاں یہ کیا تمسخر کرتے ہو۔ اس نے کہا تم کو کیا یہ میری وصیت ہے تم کر دینا۔ کیسے دوست ہو ذرا سا کام بھی نہیں ہوتا اس نے کہا اچھا۔ جب انتقال ہو گیا وصیت پوری کر دی گئی۔ کسی کو خواب میں مکشوف ہوا اس نے پوچھا کیا حال ہے اس نے جواب دیا کہ مجھ سے یہ بھی سوال کیا کہ آٹا کیوں چھڑکا میں نے عرض کیا کہ **ذی الشیبۃ** تو نہ تھا مگر **ذی الشیبۃ** سے مشابہت پیدا کرنے کے لئے ایسا کیا ارشاد ہوا جاؤ بخش دیا وہاں تو چھوٹی [۱] چھوٹی بات پر بھی فضل ہو جاتا ہے اور گرفت اور قہر چھوٹی بات پر نہیں ہوتا سبقت رحمتی علی غضبی مگر یہ جہل ہے اس کا جو بڑی بات کو چھوٹی [۲] سمجھے البتہ مقربین پر چھوٹی بات پر مواخذہ ہوتا ہے مگر وہ بھی چھوٹی بات نہیں ہوتی ان کے اعتبار سے وہ بڑی ہی ہے اس لئے وہ کلیہ محفوظ رہا۔ اس پر فرمایا حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا فرمایا مجھ سے سوال ہوا کہ تم دنیا سے کیا لائے عرض کیا کچھ نہیں صرف توحید فرمایا "**اما تذکر لیلۃ اللبن**" یہ توحید [۱] تھی کہ غیر کو موثر کہا۔ عرض کیا حضور کچھ بھی نہیں لایا سوائے امید رحمت کے اس پر مغفرت ہو گئی۔

حدت نظر میں گرفت کا خطرہ زیادہ ہے

۱۲۸- فرمایا قشیریہ میں لکھا ہے کہ جس قدر نظر میں حدت ہوگی اس قدر گرفت کا خطرہ زیادہ ہے یعنی اس لئے کہ اوروں کے لئے تو حدید النظر تھے اور اپنے لئے غبی بات بات پر گرفت ہو سکتی

[۱] مگر اس پر بھروسہ کر کے عمل ترک نہ کر بیٹھنا چاہئے کہ کون مشقت اٹھائے وہ تو نکتہ نواز ہیں کوئی نہ کوئی بات آ ہی جائے گی تو بات یہ ہے کہ نافرمانیوں سے آدمی مبغوض ہو جاتا ہے۔ اور مبغوض کی برائیاں اس کی بھلائی کو ڈھانپ لیتی ہیں بلکہ زائل کر دیتی ہیں۔ دوسرے مبغوض میں استحقاق رحمت نہیں رہتا۔ تیسرے ہمارے یہ اعمال خود اس عظمت کے سامنے چھوٹی چیز بلکہ لاشے ہیں یہ بھی نہ رہی تو وہ چھوٹی بات ہی نہ رہی۔ ۱۲ جامع

[۲] کہ بڑے گناہ کو چھوٹا سمجھ کر یہ سمجھے کہ چھوٹی بات پر گرفت ہو گئی تو یہ جہل ہے (واقع میں تو وہ بڑی ہی ہے) ۱۲ جامع

ہے کہ فلاں بات کیوں کی۔فلاں بات کیوں کی۔

حسنات الابرار سیئات المقربین

۱۲۹-فرمایا عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ ایک دفعہ جو ذکر کرنے بیٹھے تو زبان بند ہوگئی اور ویسے بولتے ہیں تو کچھ نہیں پھر ذکر کرنا چاہتے تو زبان بند۔ بہت روئے اور دعا کی کہ اے اللہ مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ کس جرم کی سزا ہے۔ الہام ہوا کہ فلاں وقت تمہاری زبان سے ایک کلمہ منکر نکلا تھا اور اب تک مہلت توبہ کرنے کی دی گئی مگر تم نے توبہ نہیں کی یہ اس کی سزا ہے ان کے نزدیک وہ کلمہ ایسا ثقیل نہ تھا مگر واقع میں سخت تھا اسلئے ان سے اس پر گرفت ہوئی۔

فرمایا ایک شخص تھے انبیٹھ میں انہوں نے اپنے باپ کو کہا کہ میں تو آپ کو بجائے باپ ہی کے سمجھتا ہوں آپ چاہے کچھ سمجھیں وہ بگڑ گئے اور بہت برا بھلا کہا۔ کیونکہ اسکا تو یہ مطلب ہوا تم باپ نہیں ہو باپ تو کوئی اور ہے ہاں میں تم کو اسی کی جگہ قابل تعظیم سمجھتا ہوں۔ دیکھئے یہی الفاظ کوئی غیر کہے تو تعظیم ہے اور بیٹا کہے تو جرم اور تعظیم کی نفی ہے تو ایک ہی لفظ مگر ایک شخص کہتا ہے تو اہانت اور دوسرا کہتا ہے تو تعظیم اب سمجھ میں آ گیا ہوگا۔ حسنات الابرار سیئات المقربین جیسے بیٹے کا یہ کہنا سیئہ ہے اور غیر کا یہ کہنا حسنہ۔

احسان جتلانا

۱۳۰-فرمایا طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے کہ ایک مرید بڑی دور سے سفر کر کے اپنے پیر کے پاس آیا تھا وہ اس وقت گھر چلے گئے تھے۔ یہ شدت اشتیاق میں دروازہ پر گیا تو فرمایا کہ شام کو ملنا اس نے عرض کیا کہ حضور میں بہت دور سے آیا ہوں۔ فرمایا جتلاتے ہو احسان رکھتے ہو۔ جاؤ تین برس تک سامنے نہ آنا اگر اب کوئی ایسا کرے تو لوگ بدنام کرتے ہیں۔ انہیں کوئی بدنام کرے۔ اب کوئی کہنے لگے کہ بھلا یہ بھی کوئی بات تھی۔ جس پر بگڑ گئے کہ بڑی دور سے آیا ہوں تو یہ شبہ فضول

حضرت بایزیدؒ نے ایک رات دودھ پیا پیٹ میں درد ہوگیا تو یہ کہا دودھ سے پیٹ میں درد ہوگیا تو گو وہ درد میں دودھ میں موثر نہ مانتے تھے مگر عنوان میں مؤثر ہونا ظاہر ہے (۱۲ جامع)

ہے وہ اس پر ناراض ہوئے کہ جتایا کیوں۔ اس کے مناسب فرمایا ایک شخص (لکھنؤ میں) ملنے آئے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ تمہارا کچھ معاملہ ہوا تھا ابھی اس کا تصفیہ نہیں ہوا پہلے اس کا فیصلہ کرو پھر آنا۔ وہ معاملہ یہ تھا کہ انہوں نے ہدیہ بھیجا تھا اور یہ لکھا تھا کہ اس سے برکت ہوگی۔ میں نے کہا تو غرض کے لئے ہے محبت سے نہیں بس اس کا جواب ندارد جب سے یہ معتوب ہیں۔ پھر فرمایا صبح بھی ایک شخص نے عین بات کے بیچ میں کسی کی طرف سے ہدیہ پیش کیا تھا۔ میں نے کہا کہ ایک وقت میں دو طرف کیسے متوجہ ہو سکتا ہوں جاؤ یہ لے جاؤ اور ان سے کہہ دینا کہ میں تمہارا ہدیہ لے لیا کرتا ہوں مگر اس وقت ایک بدتمیز کے ہاتھ بھیجا تھا۔ اس لئے نہیں لیا۔ بات یہ ہے کہ بغیر ایسے طریقوں کے تنبہ نہیں ہوتا۔ پھر ان ہدایا کے متعلق فرمایا کیا عرض کروں۔ یہ جو مالی خدمت کرتے ہیں ان میں بعض تو ایسے ہیں کہ خود شرماتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ دے کر اپنے کو تمام قواعد سے مستثنیٰ سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ دینے والے کو لے لینے والے کا لے لینا ہی احسان سمجھنا چاہئے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ''انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا'' یہ تو دینے والے کا ادب ہے اور لینے والے کا یہ ہے'' من صنع الیکم معروفا فکا فئوہ فان لم تکافئو فادعو الہ ''نیز دینے والے کا ایک ادب چھپا کر دینا ہے اور لینے والے کا یہ ہے کہ اس کا اعلان کر دے۔

حقیقی تہذیب

۱۳۱- خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ اصل تہذیب تو حضرت کے یہاں آ کر معلوم ہوتی ہے جو لوگ تہذیب تہذیب چلا رہے ہیں انکو تو تہذیب کی خبر بھی نہیں اگر حضرت کے ملفوظات کو کوئی صاحب انگریزی میں کر دیں تو بہت اچھا ہو۔ فرمایا آپ ہی کر لیں دوسروں کو آپ کیوں کہتے ہیں

لطیفہ

۱۳۲- خواجہ صاحب نے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ مختصر نویسی سیکھ لوں اور ملفوظات ضبط کیا کروں مگر بڈھا طوطا کیا پڑھے۔ فرمایا بڈھے طوطے پر یاد آیا ایک صاحب نے اپنی بیوی کے

پڑھنے کو لکھا تھا کہ شوق تو بہت ہے مگر بڈھا طوطا کیا پڑھے میں نے لکھا کہ وہ تو بڈھی مینا ہیں بڈھا طوطا نہیں پڑھتا نہ سہی بڈھی مینا تو پڑھ لے گی۔

لطیفہ

۱۳۳-فرمایا ایک دفعہ سکندر فوج کا معائنہ کرنے لگا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی دو آدمیوں کے سہارے سے گھوڑے پر سوار ہو رہا ہے۔ سکندر نے کہا کہ بڑے میاں ایسا کیا شوق ہے فوج میں بھرتی ہونے کا دو آدمیوں کے سہارے سے تو سوار ہوتے ہو۔ بوڑھے نے عرض کیا حضور سوار کرنے کو تو دو آدمیوں ہوں مگر اتارنے کو سو بھی ناکافی ہیں۔

عورتوں کا ایثار

۱۳۴-عورتوں کے ایثار پر فرمایا کہ میرے خسر صاحب لکھے پڑھے نہ تھا مگر خوش مزاج تھے۔ ایک دفعہ رات کو ان کی آنکھ کھلی تو خوشدامن صاحبہ کو کروٹیں بدلتے دیکھا پوچھا کیا بات ہے انہوں نے کہا پیاس لگ رہی ہے فرمایا اٹھ کر پی لو تو بولیں بس اب کون اٹھے۔ آدمی بہت ذہین تھے تھوڑی دیر میں خود کروٹیں بدلنے لگے اور کہا کہ تم نے بھی کس چیز کا نام لے دیا اب مجھے بھی پیاس لگنے لگی وہ یہ سن کر فوراً اٹھیں اور پانی لائیں جب پانی لے آئیں تو انہوں نے کہا بس پی لو۔ اس ترکیب سے تمہیں پانی پلوانا تھا بہت بگڑیں اور لگیں خود کو کوسنے دینے۔

حضرت کی مجلس کا رنگ

۱۳۵- آداب مجلس کے ذکر میں فرمایا کہ خاموشی کا میرے یہاں یہ حال ہے کہ جہاں دو آدمیوں نے کانا پھوسی کی تو میں کہتا ہوں کہ باہر جا کر باتیں کرو یہاں تو میری سنو یا مجھے سناؤ اور آپس میں گفتگو کرنے کی اگر کوئی ضرورت ہی ہو تو باہر جا کر کرو۔ ایک شخص جلال آباد کے رئیس آئے تھے مجلس کا رنگ دیکھ کر ایک شخص سے کہا کہ میں اور جگہوں پر بھی گیا ہوں سب جگہ ڈپٹیوں کے اجلاس ہوتا ہے اور یہاں جج کا اجلاس ہے یعنی ڈپٹی کے اجلاس میں تو مدعی مدعا علیہ گواہ وکیل وغیرہ وغیرہ کا شور ہوتا رہتا ہے اور جج کا اجلاس سکون محض ہوتا ہے۔

استماع اور قرأت

۱۳۶-فرمایا جیسی یکسوئی دوسرے سے استماع میں ہوتی ہے خود کلام کرنے میں نہیں ہوتی۔ خوش خوان حافظ سے سامعین کو جیسا حظ ہوتا ہے پڑھنے والے کو ویسا نہیں ہوتا اور یہ جو سماع نکلا ہے اس کا بھی راز یہی ہے کہ سننے میں جو لطف آتا ہے وہ پڑھنے میں نہیں۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیؓ سے فرمایا کہ قرآن شریف پڑھ کر سناؤ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "انزل الیک وانا اقرا قال احب ان اسمع من غیر" انہوں نے پڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بہ پڑے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بھی تکلم اور استماع میں تفاوت ہے تو اور تو پھر ضعیف ہی ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

بس غذائے عاشقان آمد سماع کہ درو باشد خیال اجتماع

پھر سماع کے متعلق فرمایا کہ یہ سب تدابیر یکسوئی پیدا کرنے کے لئے ہیں اور اس کا حاصل کرنا کچھ ضروری نہیں مگر اس سے ایک قسم کی تکمیل ہوتی ہے طاعت کی۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ پھر تو یکسوئی ضروری ہوئی فرمایا خود یہ درجہ ہی تکمیل کا ضروری نہیں کیونکہ تکمیل کا ہر درجہ ضروری نہیں ہے۔ بس قصد تکمیل کا ہو تو فرض ادا ہو جاتا ہے۔ خواجہ صاحب نے پھر عرض کیا کہ بزرگوں کو جو مرتبہ حاصل ہوتا ہے تکمیل سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا غیر بزرگوں کو بھی یہ درجہ مل جاتا ہے اس طرح سے جب عزم تکمیل کر لیا تو ثواب ملے گا۔ لوگ ثواب کو ایسا حقیر سمجھتے ہیں حالانکہ یہی تو مقصود ہے۔ ثواب کے معنی ہیں جزا کے اس میں رضا بھی آ گئی اور لقا بھی۔

دفع خطرات

۱۳۷-فرمایا بعض خطوں میں لکھا آتا ہے کہ خطرات دفع نہیں ہوتے میں لکھ دیتا ہوں تو اس سے دینی کیا ضرر کیا ہوا بس اس کا کوئی جواب نہیں۔

اصول میں پھیکا پن ہوتا ہے

۱۳۸-فرمایا ایک ندوی فاضل کے خط کتابت چھپ گئی ہے میں نے تو جسے کہتے ہیں کلیجہ نکال

کے رکھ دیا ہے۔ سب اصول لکھ دئے ہیں۔ فن کا فن لکھ دیا ہے۔ مگر انہوں نے اس کی قدر ہی نہ کی کیونکہ اصول صحیحہ میں پھیکا پن ہوتا ہے کسی کو مزا نہیں آئے گا۔ جیسے مولوی عبدالماجد صاحب ایڈیٹر سچ سے کسی نے پوچھا کہ کچھ سچ کے خریدار بھی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں جیسے آج کل سچ کے خریدار ہیں وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں پھیکی ہیں اور لوگ مزا اور رنگ چاہتے ہیں۔ دیکھئے حکیم عبدالمجید خان صاحب کے نسخہ پر کسی کو وجد نہیں آتا اور داغ کے شعر میں وجد آجاتا ہے۔ مگر یہ وجد بھی صحت ہی کی بدولت ہے۔ تو اصل اس مزے کی بھی وہی نسخہ ہے حکیم صاحب کا۔

تصوف اور فلسفہ

۱۳۹- فرمایا لوگ اس طریق کی حقیقت نہیں سمجھے اسی لئے بعض نے تو یہ کہہ دیا ہے کہ یہ ایک فلسفہ ہے۔ "چوں نہ دیدند حقیقت رہ افسانہ زدند" مگر سچا تصوف واقع میں فلسفہ ہی کے مشابہ ہے خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ سب باتیں ٹھوکریں کھانے سے ہی آتی ہیں۔ فرمایا نہیں تقلید سے آتی ہیں اور اب تقلید ہی نہیں ایک کمی یہ ہوگئی کہ لوگ تکمیل درجات کے طالب تو ہیں تکمیل ثواب کے نہیں حالانکہ اصل مقصود یہی ہے ان لوگوں نے حقائق میں تحریف کر رکھی ہے۔ چنانچہ مقامات کی تفصیل یہ گھڑ رکھی ہے لاہوت ہاہوت جو محض گھڑت ہے۔ پرشوکت الفاظ جمع کر دیئے جاتے ہیں صحیح تفسیر کو کوئی حاصل نہیں کرتا کیا مقامات کی تفسیر میں کسی نے یہ چیزیں لکھی ہیں نیز ایک وجہ یہ بھی ہوئی غلطی کی کہ اس طریق کی اصطلاحیں دوسرے فنون سے ماخوذ ہیں کچھ اصطلاحیں کسی فن کی ہیں۔ کچھ کسی فن کی۔ لوگ یہ سمجھے کہ یہ سب اصطلاحیں مستقلاً اسی فن کی ہوں گی اس سے خلط ہوگیا اور محمل بدل دیا ورنہ اگر سب اصطلاحیں مستقلاً ایک ہی فن کی ہوتیں تو خلط نہ ہوتا جیسے نحو کی

لے یعنی غیر اختیاری خطرات و وساوس پر مواخذہ ہی نہیں مواخذہ تو قصد و اختیار سے وسوسہ لانے یا اس کے باقی رکھنے پر ہے۔ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا اور اسی باب میں حدیث شریف میں ہے کہ جو دو رکعت نماز پڑھ لے لا یحدث فیھما نفسہ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ اس میں لا یحدث فرمایا ہے کہ خود نہ لائے لا تتحدث نفسہ نہیں فرمایا اور تنبیہ کے بعد باقی رکھنا بھی خود لانا ہے۔ اور جو بے اختیار کے ہیں وہ اسی سے خارج ہیں۔ ۱۲ جامع

اصطلاحیں کچھ الگ ہیں سب کو معلوم ہیں کچھ خلط نہیں ہوتا اور اس خلط سے غالباً بزرگوں کا مقصود پ۔ اخفاء بھی ہے۔جیسا اسی مذاق کو ظاہر بھی کیا ہے۔

با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی

مثلاً ایک اصطلاح ہے ہمہ اوست اس حمل مواطاۃ میں معقولیین کی اصطلاح نہیں لی جیسا بعض لوگ غلط سمجھ گئے بلکہ عوام کا محاورہ لے لیا ہے۔اس کی نظیر یہ ہے کہ کسی نے کسی پر ظلم کیا مظلوم نے کلکٹر کے پاس جا کر (فریادی کلکٹر نے کہا کہ جاؤ پولیس میں رپٹ لکھاؤ ایک وکیل کرو اور ہمارے یہاں درخواست گزارو تو وہ کہتا ہے کہ حضور میں کچھ نہیں جانتا میرے تو پولیس اور وکیل سب آپ ہی ہیں دیکھئے یہ ترجمہ ہے "ہمہ اوست" کا لوگوں نے اسے حمل مواطاۃ سمجھ کر اشکال کر دیا۔

مجاہدہ

۱۴۰-فرمایا قلت طعام و قلت منام اور جسم کی صحت کا ترک اہتمام بعض کی تحقیق میں شرائط طریق ہیں۔اور ہمارے حضرت کی تحقیق یہ ہے کہ جسم کی صحت بھی ایک نعمت ہے۔اور خود بدن بھی ایک نعمت ہے ان نعمتوں کی بھی قدر کرنا چاہئے۔خود ارشاد ہے "لا تقتلوا انفسکم" اور حدیث شریف میں ہے "ان الجسدک علیک حق ان لعینک علیک حقا" نیز اب قویٰ کمزور ہیں ان ریاضات کے متحمل نہیں اور نعمائے حسیہ منافی مقبولیت کے نہیں خود ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک غزوہ مکشوف ہوا اہل غزوہ کی شان یہ فرمائی ہے "یرکبون البحر ملوک علی الاسرۃ" سو وہ شاہانہ شان سے جہاد میں گئے ہیں۔جامی اسی کو فرماتے ہیں۔

چو فقر اندر قبائے شاہی آمد بہ تدبیر عبید اللہی آمد

ان حضرات کو کسی خاص شان کا اہتمام نہ تھا کبھی کمبل ہے تو کبھی دوشالہ ان میں نہ کوئی شرط فقر ہے نہ منافی فقر۔اس کی تائید میں ایک واقعہ بیان فرمایا مولانا رشید احمد صاحب کے ایک شاگرد

پیرزادہ ساڈھورہ (ضلع انبالہ پنجاب) میں تھے ان کو کہیں سے ایک چوغہ ملا تھا جو بہت پرانا تھا۔ مولوی صدیق احمد صاحب مولانا کے یہاں آ رہے تھے۔ انہوں نے اسے ایک کپڑے میں سی کر دیا کہ مولانا کی خدمت میں پیش کر دینا۔ جب حاضر ہوئے اور پیش کیا تو مولانا نے فرمایا کھولا تو ایک بالشت بھی سالم نہ تھا۔ تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم کا مصداق تھا مولانا نے فرمایا کہ جمعہ کے دن جو ہم جوڑا بدلیں گے اسے اس کے ساتھ رکھ دینا چنانچہ جمعہ کے روز اس چوغہ کو پہن کر خطبہ پڑھا۔

عالم کا احترام

۱۴۱۔ فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب نے مولانا گنگوہی سے پوچھا تھا کہ مقامات باطنی میں کہاں تک پہنچ گئے ہو مولانا نے جواب میں لکھا کہ الحمد للہ مدح و ذم میرے لئے دونوں یکساں ہو گئے پھر تو حضرت نے بہت خوشی ظاہر فرمائی۔ پھر فرمایا کہ امتحان بھی ہوتا ہے اس طریق میں اور اکابر کا ہوتا ہے اور فرمایا کہ حضرت علم کی وجہ سے مولانا کا اس قدر ادب فرماتے تھے کہ ناواقف لوگ اگر اس برتاؤ کو دیکھتے تو مولانا کو پیر اور حضرت کو مرید سمجھتے اتنا ادب تھا کہ حضرت نے مولانا سے کبھی پاؤں نہیں دبوائے۔ مولانا محمد قاسم صاحب سے تو گوارا فرما لیتے تھے مگر ان سے نہیں۔

امتحان پر فرمایا کہ حضرت جب تھانہ بھون تھے تو ایک دفعہ مولانا گنگوہی مہمان تھے اور کھانا حضرت کے ساتھ ہی کھا رہے تھے۔ مولانا شیخ محمد صاحب تشریف لے آئے پیر بھائی تھے۔ بے تکلف تھے فرمانے لگے آہا آج تو مرید صاحب کے حال پر بڑی نوازش ہو رہی ہے کہ ساتھ کھانا کھلایا جا رہا ہے۔ باوجودیکہ حضرت میں بے حد انکسار تھا خصوص مولانا کے ساتھ مگر اس وقت شان مشیخت کا غلبہ ہوا۔ فرمایا ہاں واقعی ہے تو میری نوازش ہی ورنہ ان کا تو یہ درجہ تھا کہ ہاتھ پر روٹی رکھتا اور روٹی پر دال اور کہتا کہ جاؤ وہاں بیٹھ کر کھا۔ منہ سے تو یہ فرمایا اور کنکھیوں سے مولانا کی طرف دیکھا کہ کیا اثر ہوا۔ مولانا سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ پر کیا اثر ہوا فرمایا کہ میں اس وقت یہ سمجھ رہا تھا کہ حضرت نے بڑی رعایت کی میں تو اس قابل بھی نہ تھا۔ اور مولانا بھی حضرت سے اتنے کھلے

ہوئے اور اتنے بے تکلف تھے کہ خود حضرت کے پاس سہ دری میں (جس میں اب میں بیٹھتا ہوں) ایک صاحب ذکر میں مشغول تھے اور ذوق وشوق کے غلبہ میں اثنائے ذکر میں عاشقانہ اشعار بکثرت پڑھ رہے تھے۔ ہمارے بزرگوں نے اثنائے ذکر میں غلبہ شوق میں ایک دو شعر پڑھے تو ہیں مگر غلو نہیں تھا۔ غرض انہوں نے جب کثرت سے اشعار پڑھے اور مولانا یہاں پنجدرہ میں تھے۔ جہاں اب حافظ اعجاز پڑھاتے ہیں۔ یہیں سے پکار کر فرمایا کہ یہ مشاعرہ ہے یا ذکر۔ پھر فرمایا کہ میں بہت شرمندہ ہوا کہ حضرت کے ہوتے ہوئے مجھے کیا حق تھا مگر وہ بھی حضرت کے معنوی اذن سے تھا۔

موتو اقبل ان تموتوا

۱۴۲- ایک صاحب نے خط میں لکھا کہ میں اس حال میں ہوں کہ نہ زندہ ہوں نہ مردہ فرمایا اچھا تو ہے موتو اقبل ان تموتوا۔

کل جدید لذیذ

۱۴۳- فرمایا مولانا محمد قاسم صاحب امراء کو دال ساگ وغیرہ کھلاتے تھے اور غرباء کو گوشت گھی وغیرہ کسی نے سوال کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے تو اصلی وجہ تو اور ؎ تھی مزاحاً فرمایا مہمان کو لذیذ کھانا کھلانا چاہئے اور کل جدید لذیذ ان کے لئے یہ جدید ہے اور ان کے لئے وہ جدید۔

پرانے حضرات

۱۴۴- ایک صاحب پرانے ملنے والے آئے بشیر الدین ایڈیٹر البشیر جن سے مسلک میں بہت سا اختلاف بھی تھا مگر پھر بھی ان سے خوب بشاشت کے ساتھ باتیں ہوئیں۔ پھر اس پر فرمایا کہ پہلے زمانہ میں لوگوں کی زبان میں ادب نہ تھا مگر دل میں تھا۔ اور اب زبان میں تو ہے دل میں نہیں۔

؎ کہ غرباء محبوب ہیں امراء نہیں یہاں تک کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا کی ہے ''اللھم احینی مسکینا و امتنی مسکینا و احشرنی فی زمرة المساکین'' ۱۲ جامع

گفتگوئے عاشقان در کارِ رب جوشش عشق است نے ترک ادب

بے ادب تر نیست زوکس در جہاں باادب تر نیست زوکس در نہاں

یعنی ظاہر میں بے ادب در جہاں کے یہ معنی ہیں کیونکہ ظاہر میں بے ادب باطن میں باادب اور اب یہ حال ہے کہ ظاہر میں تو ادب ہے مگر باطن میں نہیں۔ دیکھئے ان پرانے لوگوں کی ہی خصوصیت ہے کہ باوجود بہت سے اختلافات کے محبت ہے۔ وصل صاحب نے عرض کیا کہ یہ ایڈیٹر صاحب آج کل تو نماز وغیرہ بھی خوب پڑھتے ہیں۔ تسبیح بھی پڑھتے ہیں فرمایا اس وقت یہ خوبیاں بھی ہیں پرانی خوبیوں کے ساتھ لیکن اگر کوئی برائی بھی ہوتو وہ ایسی ہے۔ جیسے اگر تل چہرہ پر ہوتو حسن ہے۔ بشرطیکہ تل ہی تل نہ ہوں اسی طرح محاسن کثیرہ کے ساتھ تھوڑا سا نقص بھی کمال کی زینت ہے۔

بے تکلفی

۱۴۵- فرمایا مجھ کو کوئی خادم بنائے تو میں تو بہت زیادہ اور بہت جلد بے تکلف ہو جاتا ہوں۔ تکلف تو میرے اندر ہے ہی نہیں مگر لوگ خواہ مخواہ میری فضول تعظیم کر کے درمیان میں ایک حجاب کھڑا کر لیتے ہیں۔

عمل

۱۴۶- ایک صاحب نے کسی کی نسبت کہا کہ یہ کچھ تو کرتے ہیں فرمایا جو لوگ کچھ کرتے ہیں وہ ان سے تو اچھے ہیں جو کچھ بھی نہیں کرتے جیسا ایک شخص روٹی پکاتا ہے وہ پکاتا تو ہے جیسے بھی پکاتا ہے وہ اس سے تو اچھا ہے جو پکاتا ہی نہیں محض دوسرے کی پکائی ہوئی میں عیب ہی نکالتا ہے۔

حضرت کی سیاست

۱۴۷- اپنی سیاست کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا لوگوں سے لڑائی تو ہے میری مگر الحمد للہ وہ ناراض نہیں ہیں۔ شاید کوئی اتفاق ہی سے ناراض ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ میں لڑتا ہوں مگر ان کی مصلحت سے لڑتا ہوں اپنی مصلحت سے نہیں لڑتا اس لئے وہ ناراض نہیں ہوتے۔

رعایات

۱۴۸- پھر اس ناراضی کے وقت میں بھی ہر قسم کی رعایت ملحوظ رکھنے کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا میں نے ایک شخص کو نکالا کسی بات پر وہ مسجد سے باہر جانے لگا تو میں نے کہا کہاں جاتا ہے ادھر جا مسجد کے اندر تا کہ ایسی جگہ تو بیٹھے کہ اس کا ارادہ ہو معذرت کرنے کا تو وہ کر سکے اور میں ارادہ کروں تو میں کر سکوں۔

نفس کا علاج

۱۴۹- فرمایا اس میں بھی لطف ہے کہ آدمی مسئلہ [1] مختلف فیہا بن کر رہے دنیا میں اسمیں بھی نفس کا علاج ہے۔ ایسا نہ ہونے میں نامعلوم نفس کیا سمجھ جاوے۔

پنجشنبہ [1] ۱۲ رجب ۱۳۵۷ھ مسجد خواص میں بعد عصر

لطیفہ

۱۵۰- مصر سے عیادت کا خط آیا تو فرمایا کسی نے قہر ہی کیا کہ قاہرہ میں بھی خبر پہنچا دی۔

مروت

۱۵۱- فرمایا مولوی عبدالسمیع [2] صاحب میرٹھ میں تھے شاعری میں غالب کے شاگرد تھے جب نائی خط بنانے بیٹھا تو یہ شعر پڑھا شعر انہی کا ہے یا کسی اور کا ہے

حلاق ہر دو دست ترا قطع واجب است اصلاح می دہی خط پروردگار را

ان کے یہاں تو مولود شریف کا بہت اہتمام تھا یہ بھی میرٹھ کی اسی ریاست میں تھے جس میں والد صاحب تھے۔ جب میں میرٹھ میں حاضر ہوتا تھا اکثر لوگ وعظ کی فرمائش کیا کرتے تھے۔ میں وعظ میں متعارف تھا مولود شریف کا بھی تذکرہ نکیر کے ساتھ کیا کرتا مگر پھر بھی وہ ویسے ہی محبت و شفقت فرماتے تھے۔ ایک بار مولانا محمد قاسم صاحب میرٹھ تشریف لائے تو بعض لوگوں نے پوچھا

[1] کہ کوئی اچھا کہے کوئی برا ۱۲

کہ آپ مولود نہیں کرتے اور مولوی عبدالسمیع صاحب کرتے ہیں مولانا نے فرمایا "من احب شیأ اکثر ذکرہ" معلوم ہوتا ہے ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت زیادہ ہے دعا ۳ کرو مجھے بھی زیادہ ہو جائے۔ مولوی عبدالسمیع صاحب خود مجھ سے کہتے تھے بھلا ایسے شخص سے کوئی کیا نزاع کرے۔ دیکھئے باوجود اختلاف مسلک کے کیسی خصوصیات کی باتیں ایک دوسرے کے لئے کرتے تھے۔ ان لوگوں کے دل کتنے صاف تھے۔ یہی مولوی عبدالسمیع صاحب مولانا گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوئے ایک بارات میں گئے تھے حالانکہ باہم بہت اختلاف رہ چکا تھا مگر مولانا نے پھر بھی خاطر داری کی اور فرمایا شام کو کھانا میرے ساتھ کھانا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اب تو یہ آئے ہوئے ہیں اس مسئلہ میں گفتگو کر لی جائے۔ فرمایا نہیں مہمان کی دل شکنی مروت کے خلاف ہے۔ اور دعوت کی کھانا کھلایا۔ ان حضرات کا اختلاف نیک نیتی پر مبنی تھا۔ اور اب تو ایک دوسرے سے نفرت پیدا کراتے ہیں جس سے اصلاح کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

تشدد

۱۵۲-فرمایا مولانا گنگوہی عوام میں سخت مشہور تھے حالانکہ محض غلط تھا اس زمانہ میں ایک مولانا محمد حسین بنتی بھی موجود تھے۔ جو دہلی میں مقیم تھے۔ ان میں تشدد بہت تھا خود ان کے کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے مولانا نے ان کے متعلق فرمایا تھا کہ مولوی محمد حسین میں تشدد بہت ہے تو جو شخص دوسرے کے تشدد کو پسند نہ کرے وہ خود کیا تشدد کرتا۔ فرمایا محمد حسین نام پر یاد آیا ایک صاحب تھے سنی۔ شیعوں نے نام پوچھا تو آپ نے بتایا امام حسین۔ لوگوں کو تعجب ہوا تو آپ کہتے ہیں تعجب کی

---

۱ احقر چہارشنبہ ۱۱ رجب کی مجلس میں حاضر نہ تھا اسعد الابرار میں غالباً یہ مجلس ہوگی۔ ۱۲

۲ مصنف انوار ساطعہ وحمد باری وغیرہ بدعی رسوم کی طرف مائل تھے۔ ۱۲ جامع

۳ اس سے ان کے فعل کا استحسان مقصود نہیں بلکہ حسن ظن کی بناء پر ایک عذر بیان فرمایا کہ غلبہ محبت میں مغلوب الحال ہو کر ایسا کرتے ہیں تو وہ معذور ہیں ورنہ کثرت ذکر تو یہ ہے کہ ہر وقت ہر مجلس اور ہر قول وفعل اور ہر حالت کا ذکر ہو مجلس کے وقت ولادت کے اہتمام کی تخصیص تو یہ بتاتی ہے کہ محض ایک رسم کا درجہ ہے ورنہ جیسے ہمارے بزرگ ہر بات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر لے آتے ہیں محبت تو یہ ہے اور وہ تو محبت رسوم ہے۔ ۱۲

کیا بات ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے امام علی۔ جب امام علی نام رکھتے ہو تو امام حسین میں کیا حرج ہے میں تو آخر چھوٹا ہی رہا۔ پھر فرمایا کہ فرق صرف رواج کا ہے۔ رمضان علی۔ رجب علی کثرت سے رکھتے ہیں کسی نے ربیع الاول علی رکھ لیا تو منکر سمجھا جاتا ہے۔ ایک شخص کی کنیت تھی ابوعبداللہ کسی ظریف نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا ابو عبد اللہ السمیع العلیم الذی یمسک السماء انتقع علی الارض الا باذنہ تو انہوں نے کہا مرحبا بک یا ابانصف القران پھر فرمایا کہ ناموں کے پسند ناپسند میں عادت کو بہت دخل ہے۔

مولانا سالار بخش کے واقعات

۱۵۳- اسی سلسلہ میں فرمایا مولانا سالار بخش صاحب کے نام تاریخی ہوتے تھے۔ چاہے مہمل ہی ہوں۔ چنانچہ ایک لڑکی کا نام رکھا تھا حا کیہ زا کیہ لنگری اتم خیرا۔ کسی نے معنی پوچھے تو فرمایا علم کے کیا معنی ہوتے ہیں۔ عثمان کے کیا معنی عمر کے کیا معنی۔ فارغ التحصیل تھے مگر دماغ میں ذرا سا خلل ہو گیا تھا۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے ان کی دستار بندی کی ہے۔ ان ہی مولانا سالار بخش صاحب نے ایک تاریخی نام نکالا تھا۔ غلام قاسم۔ اس میں چالیس عدد بڑھ گئے تو آپ نے غلام کا میم حذف کر دیا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب ذہانت کے ساتھ ظریف بھی تھے۔ جب مولانا سالار بخش کا انتقال ہوا تو مولانا نے سالار بخش کے عدد نکالے تو دو عدد زیادہ ہوتے تھے۔ آپ نے دونوں الف حذف فرما دئے اور فرمایا انہی کے قاعدہ کے موافق تاریخ ہو گئی۔ ایک شخص نے مولانا سالار بخش صاحب سے کہا کہ آپ بدعت کے اتنے تو مخالف مگر خود آپ کا نام بدعی ہے۔ حضرت سالار بخش نے فرمایا یہ لفظ سالار نہیں ہے یہ ہے سال آر بتلا سال کا لانے والا کون ہے۔ بجز اللہ تعالیٰ کے۔ ایک شخص کا نام قمر الدین تھا۔ لوگ اسے کمرو خمرو قمرو کہتے تھے مولانا سالار بخش صاحب اس سے خفا ہو گئے۔ تو فرمایا وہ کم رو۔ بھونڈا منہ اور ذرا پڑھے ہوئے لوگ کہتے ہیں خم رو ٹیڑھا منہ اور جو اور زیادہ پڑھے لکھے ہیں۔ وہ کہتے ہیں قمرو مگر یہ قم رو ہے یعنی آٹھ اور چلا جا عالم کی مجلس سے۔ یہ مولوی صاحب وعظ بھی کہتے تھے۔ عورتیں زیادہ مرید تھیں۔ وعظ کے اعلان کے

لئے نقارہ بجتا تھا اور فرما رکھا تھا کہ ہمارے یہاں فرش کا انتظام نہیں ہے۔ جو آدے پیڑھی ساتھ لاوے۔ چنانچہ عورتیں آتی تھیں اور اپنی اپنی پیڑھیاں بچھا کر بیٹھتی تھیں سنا ہے کہ ان کی مریدنیاں سمجھتی تھیں کہ پیشاب پائخانہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس لئے جہاں مغرب کی اذان ہوئی لوٹا لے کر پائخانہ دوڑی جاتی تھیں۔ فرمایا ایک دفعہ ۲۹ رمضان کو چاند نہ ہوا۔ آپ جو سوئے تو خواب میں دیکھا کہ چاند ہو گیا۔ بس حکم دے دیا کہ نقارہ بجادو۔ صبح کو عید ہو گئی لوگوں نے کہا خواب کا کیا اعتبار فرمایا نہیں میرا خواب غلط نہیں ہو سکتا۔ سورج نہیں نکلا تھا کہ گاؤں کے لوگ آئے اور شہادت دی۔ فرمایا دیکھو میں کہتا نہ تھا۔

ایضاً

۱۵۴- اسی زمانہ میں ایک صاحب سجادہ تھے۔ شاہ علی احمد سماع سنتے تھے۔ جب مولانا سالار بخش صاحب کو معلوم ہوتا ان کے قلعہ پر جا چڑھتے اور وہ ادب سے کچھ نہ کہتے تھے۔ آخر جب بہت تنگ ہوئے تو انہوں نے نالش کر دی ان کو عدالت میں بلایا گیا اول انکار کر دیا۔ لوگوں نے کہا کہ چلے جاؤ نہیں تو پکڑے جاؤ گے سو، گئے مگر شاہ صاحب کو مولانا کے مقابلہ میں کوئی گواہ نہ ملا۔ مدعی نے حاکم سے کہا اچھا یہ قسم کھالیں فرمایا مجھ کو عرضی دعویٰ سناؤ عرضی دعویٰ سنایا گیا اس میں یہ عبارت تھی کہ دو سو آدمی لے کر مجھ پر چڑھ آئے۔ آپ نے قسم کھالی کہ بالکل غلط ہے۔ دعویٰ خارج ہو گیا لوگوں نے باہر آ کر پوچھا کہ قسم کیسے کھالی فرمایا میں نے بالکل سچ کہا۔ کیا یہ گدھا تھا کہ میں اس پر چڑھا تھا یہ تو معاملات تھے مگر شاہ صاحب کا پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ مولانا صاحب ان کی قبر پر جاتے اور روتے اور فرماتے افسوس میرا قدردان جاتا رہا۔

اسی سلسلہ میں فرمایا یہ مولوی صاحب ایک دفعہ شرح جامی پڑھا رہے تھے کسی مقام پر مولانا جامی پر ایک اعتراض کیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں اور مولانا جامی بھی حاضر ہیں۔ مولانا جامی نے ان کے اعتراض کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں ہمارے سامنے تقریر کرو ہم فیصلہ کریں گے۔ دونوں نے تقریر کی تو حضور نے

مولانا جامی کی تقریر کی تصویب فرمائی تو یہ کیا عرض کرتے ہیں حضور ذرا سوچ کر فرمایئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو مجنون ہو بس صبح کو اٹھے تو مجنون تھے مگر مجنون بھی کس کے حضور کے۔

ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم مست آن ساقی و آن پیمانہ ایم

اسی سلسلہ میں فرمایا مولانا شہیدؒ کی اس زمانہ میں شہرت تھی ذہانت کی بھی اور علم کی بھی۔ مولانا سالار بخش صاحب نے فرمایا کہ میرے سامنے آئیں تو ایک منٹ میں بند کر دوں۔ اتفاق سے مولانا کا تشریف لانا ہو گیا۔ ملنے آئے تو گھر میں چھپ گئے۔ جب تشریف لے گئے تو لوگوں نے کہا مولانا آپ گھر میں کیوں چھپ گئے تھے۔ فرمایا ذہین لڑکا ہے میرا علم اڑا لیتا تو دنیا کو تنگ کر دیتا۔

ایضاً

۱۵۵- اسی سلسلہ میں فرمایا سہارنپور میں ایک عالم تھے۔ مولانا سعادت علی صاحب وہ ان مولوی صاحب سے ملنے آئے تو نام پوچھا انہوں نے عرض کیا سعادت علی فرمایا کون سا کام کیا ہے سعادت کا۔ انہوں نے مزاح میں عرض کیا حضرت! ایک بیوہ کا تو نکاح پڑھ کر آ رہا ہوں فرمایا ہاں تو واقعی سعادت ہے۔

ایضاً

۱۵۶- اسی سلسلہ میں فرمایا نماز میں جو قرآن شریف پڑھتے تو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پڑھتے تھے۔ ایک دن تھانہ بھون میں اسی طرح پڑھ رہے تھے چند لڑکے ہنس کے نیت توڑ کے بھاگ گئے۔ سلام پھیر کر فرمایا یہ کون تھے حرامی تکئے لاؤ ان کو پکڑ کر۔ لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ نہ معلوم کیا کریں۔ عرض کیا کہ وہ تو جلال آباد کے تھے۔ اور وہاں چلے گئے۔ فرمایا اچھا مجھ کو وہاں لے چلو۔ لوگوں نے عرض کیا حضرت! انہوں نے توبہ کر لی ہے فرمایا اچھا۔

ایضاً

۱۵۷- اسی سلسلہ میں ایک عالم جو سہارنپور میں سر شتہ دار تھے ملنے آئے پوچھا کون ہو عرض کیا

سرشتہ دار فرمایا سرشتہ دارانی انگریزوں کی نوکرنی۔ ایک شخص نے چپکے سے عرض کیا حضرت یہ عالم بھی ہیں۔ فرمایا اچھا تم عالم ہو انہوں نے خوش طبعی سے عرض کیا جی ہاں فرمایا اچھا کچھ پوچھوں کہا کہ پوچھو فرمایا بتاؤ کہ مڑوا کیا ہے انہوں نے عرض کیا کیا عالم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ فی الفور جواب دے فرمایا نہیں تو۔ عرض کیا کل جواب دوں گا۔ پھر عدالت میں گاؤں والوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ کھیتی کاٹ کر جو جڑیں چھوڑ دیتے ہیں اس کو مڑوا کہتے ہیں۔ دوسرے دن انہوں نے آ کر عرض کیا فرمایا ہاں کسی سے پوچھ لیا ہوگا۔ انہوں نے کہا پوچھنے میں کیا حرج ہے علم تو اسی سے بڑھتا ہے۔ پھر انہوں نے عرض کیا اچھا میں کچھ پوچھوں۔ فرمایا پوچھو۔ عرض کیا کہ بتایئے تاک دنا دن دنا اس کے کیا معنی، فرمایا یہ تو ڈوموں ہی والی کہی۔ انہوں نے عرض کیا اور آپ نے رانگڑوں (راجپوتوں) والی کہی تھی۔ مولانا نے فرمایا بلا سے پھر بھی رانگڑ رجحان ہیں اور نائی ڈوم، کمین انہوں نے عرض کیا کہ رانگھڑ تو چور ہوتے ہیں فرمایا اللہ کے سوں (قسم) ہم تو چور نہیں وہ لا حول پڑھ کر اٹھ کر چلے گئے۔ فرمایا ان کے بھائی کا اور ایک بنیئے کا مقدمہ چل رہا تھا بنئے نے ان کو گواہی میں طلب کرا دیا۔ آپ حاکم کی طرف سے پشت پھیر کر کھڑے ہوئے اور فرمایا بھائی کافر برا نہ مانئے کافر کا منہ دیکھوں نہ دکھاؤں ہوں۔ تجھے منہ سے کیا آواز تو سن ہی لے گا۔ پوچھ کیا پوچھے۔ اس نے پوچھا کہ اس مقدمہ میں تم کیا جانتے ہو بیان کرو۔ فرمایا میرا بھائی جھوٹا ہے۔ بنیا سچا۔ حاکم نے کہا بس جاؤ۔ پھر لوگوں سے کہا کہ بزرگوں کو تکلیف نہیں دیا کرتے۔ فرمایا جب راستہ میں چلتے اور کوئی کہتا کہ کیچڑ ہے تو پوچھتے تو کون ہے ہندو یا مسلمان اگر کہنے والا ہندو ہوتا تو اسی راستہ کو چلتے اور فرماتے ہندو کافر کی مخالفت کرنا چاہئے۔

ایضاً

۱۵۸- قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے ان کو ایک خط لکھا ہے انہوں نے سماع پر بہت سخت مضمون لکھا تھا۔ قاضی صاحب نے برخودار محمد سالار کر کے لکھا ہے اور اس میں اتنی سختی سے منع کیا ہے مگر وہ ان کو سنوا پانی پتیا کہا کرتے تھے پھر فرمایا کیسے کیسے لوگ گزرے ہیں اللہ اللہ۔ فرمایا ان کا

خاندان اب بھی موجود ہے۔ بہت بھولے بھالے لوگ ہیں یہ انبیٹھ کے تھے۔

حضرت کی نثر میں شاعری

۱۵۹-فرمایا ڈپٹی علی سجاد صاحب کے والد سے منقول ہے انہوں نے میرے متعلق کہا تھا کہ نثر میں بھی شاعری کرتا ہے۔

بیرنگ خط کی واپسی

۱۶۰-فرمایا مولانا گنگوہی نے ایک بیرنگ خط واپس کر دیا۔ ڈاک خانہ میں ہندو کلرک تھا کہنے لگا اتنے تو منی آرڈر آتے ہیں ایک چار پیسے کے واسطے خط واپس کر دیا۔ فرمایا یہ حال ہے ذہنیت کا

نجدیوں کے متعلق فیصلہ

۱۶۱-فرمایا ایک شخص نے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے نجدیوں کے متعلق۔ میں نے لکھ دیا کہ میرا یہ خیال ہے کہ وہ نجدی ہیں وجدی نہیں اور ضرورت اس کی ہے اگر ایسے ہو جائیں تو ہم آنے والوں سے اس طرح پوچھا کریں۔

باز گواز بخد واز یاران نجد　　　　تا در ودیوار را آری بوجد

لوگ ان کا جنید وشبلی سے موازنہ کرتے ہیں۔ حالانکہ امان اللہ اور رضا شاہ وغیرہ سے موازنہ کرنا چاہئے۔

التشرف اور سلطان ابن مسعود

۱۶۲-فرمایا میں نے جو ایک کتاب لکھی ہے۔ التشرف حافظ جلیل احمد علی گڑھی (خلیفہ مجاز حضرت تھانوی) جب حج کو گئے تھے وہ کتاب ساتھ لے گئے تھے سلطان کے یہاں پیش کی تو چونکہ کتاب عربی عبارت میں ہے خود دیکھی اور دیکھ کر فرمایا ھذا یوافقنا مگر کہنا تو یوں چاہئے تھا نحن نوافقه خیر بہت خوش ہوئے اور نام پتہ وغیرہ پوچھا انہوں نے سب عرض کر دیا۔

۱۶۳-فرمایا میں نے مسائل تصوف کی ایک فہرست لکھوائی ہے عنوانات التصوف اس میں تصوف کے ان مسائل کی فہرست [1] ہے جو قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں دو ہزار مسائل تو وہ ہیں جو سرسری نظر سے مجھے قرآن وحدیث سے مل گئے اور غور کرنے سے اور بھی نکل سکتے ہیں اس سے معلوم ہو جائے گا کہ اس فن کو مخترع اور محدث کہنا ظلم ہے اور جہاں کسی مسئلہ میں غلطی ہو رہی تھی اس غلطی پر بھی اطلاع دی گئی ہے۔

تفقہ

۱۶۴-فرمایا امرتسر کے ایک غیر مقلد صاحب نے مجھ کو لکھا کہ تم نے شرالقرون کے صوفیہ کی اپنی کتابوں میں حمایت کی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ کیا شرالقرون میں سب ہی شر ہیں۔ پھر یہ صاحب تھانہ بھون بھی آئے تھے اور آنے سے پہلے یہ صاف لکھ دیا کہ جانچ کرنے آتا ہوں مگر یہاں انہی کی جانچ ہوگئی۔ اس طرح سے کہ ان کے بیٹھے ہوئے ایک صاحب نے پوچھا کہ مجھ پر قوت شہوانیہ کا غلبہ ہے اور نکاح کی وسعت نہیں تو وہ بزرگ مجھ سے پہلے ہی فوراً بول اٹھے کہ روزے رکھو اور حدیث پڑھ دی۔ ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء اس نے کہا کہ روزے بھی رکھے مگر کچھ نہیں ہوا بس وہ تو ختم ہو گئے۔ دخل در معقولات کے بجائے در منقولات کیا تھا مگر ان کی قابلیت تو ختم ہو گئی۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ روایت میں یہ لفظ ہے فعلیه بالصوم۔ علی الزوم کے لئے ہے پھر لزوم یا اعتقادی ہے یا عملی اور ظاہر ہے کہ علاج میں اعتقادی مراد نہیں ہوسکتا تو لزوم عملی مراد ہوا اور لزوم عملی تکرار سے ہوتا ہے اس لئے حدیث کا مدلول یہ ہے کہ کثرت سے مسلسل رکھو اس کی کثرت سے قوت بہیمیہ منکسر ہوگی چنانچہ رمضان میں اول اول ضعف نہیں ہوتا حالانکہ صوم کا تحقق ہوا بلکہ اخیر میں ہوتا ہے کیونکہ کثرت کا تحقق ہوا۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ ضعف نفس صوم سے نہیں ہوتا۔ بلکہ کھانے کا جو وقت معتاد بدلا جاتا ہے دوسرے

[1] حضرت نے یہ کام اپنے ایک خلیفہ حضرت مولانا جلیل احمد صاحب شیروانی سے کرایا

وقت میں کھانا ویسے جزو بدن نہیں ہوتا اس لئے ضعف ہوتا ہے پس مدار ضعف کا مخالفت عادت ہے اور یہی راز ہے صوم دہر کی ممانعت میں ۔ کیونکہ جب وہی عادت ہو جائے گی تو قوت بہیمیہ میں ضعف نہ ہوگا ۔ بعض اہل طریق نے فرمایا ہے کہ جس نے رات کو پیٹ بھر کر کھایا تو اس نے روزے کی روح کو نہیں پہچانا ۔ میں نے اس کا جواب دیا ہے کہ ضعف مخالفت عادت سے ہوتا ہے ۔ یعنی مثلاً سحری میں خوب کھالیا لیکن عادت کے وقت یاد آیا اور کھانے کو ملا نہیں تو اس سے ضعف ہوا اور اگر کم کھانا روزے کی روح ہوتی تو حدیث شریف میں صاف ممانعت ہوتی پیٹ بھر کر کھانے کی بلکہ ایک حدیث میں تو روزہ افطار کرانے کی فضیلت میں یہ لفظ ہیں من اشبع صائماً اگر شبع مذموم ہوتا تو اشباع جو اس کا سبب ہے ضرور مذموم ہوتا ۔ تب ان مولانا کی آنکھیں کھلیں اور معلوم ہوا کہ پڑھنا اور ہے اور جاننا اور ۔ اس پر فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب فرمایا کرتے تھے ۔ کہ ایک پڑھنا ہے ایک گننا ہے تو گننے کی کوشش کرنا چاہئے اور گننے کی مثال میں ایک حکایت بیان فرمائی ۔ ایک شخص ہدایہ کے حافظ تھے ان سے کسی غیر حافظ ہدایہ کی گفتگو ہوئی غیر حافظ نے وہ مسئلہ ہدایہ میں بتایا حافظ نے کہا کہ ہدایہ میں نہیں ۔ اس نے کہا ہدایہ میں ہے لاؤ ۔ ہدایہ آیا تو اس نے دکھایا کہ دیکھو یہ مسئلہ اس مقام سے مستنبط ہوتا ہے یہ دیکھ کر وہ رونے لگے کہ بھائی پڑھا تو ہم نے مگر سمجھا تم نے بس بعض لوگوں کی سطحی نظر ہوتی ہے گہری نہیں ہوتی ۔

چارشنبہ ۱۸ رجب ۱۳۵۷ھ مسجد خواص میں بعد عصر

تشدد بھی شفقت کے لئے ہے

۱۶۵- فرمایا ایک صاحب نے لکھا تھا آنے کو ۔ میں نے لکھا شرائط بھی معلوم ہیں ۔ تصانیف میں سے چھانٹ کر کچھ شرطیں لکھی ہیں تو میں نے لکھا ہے کہ اگر شرائط کے اجتماع پر بھی مزعومہ فائدہ نہ ہوا ۔ دیکھئے کیا جواب آتا ہے پھر فرمایا کہ پہلے سے ایسی تحقیقیں اس واسطے کی جاتی ہیں تاکہ بعد میں رقم اور وقت صرف ہونے کا قلق نہ ہو ۔ چنانچہ ایک صاحب نے جو بلا تحقیق یہاں آ گئے مجھ پر

تنقید کی تھی کہ ایک تو لطائف کی تعلیم نہیں دیتا دوسرے کپڑا اچھا پہنتا ہے۔ میں نے کہا کہ کسی لنگوٹی بند سے مرید ہو جاؤ جو کپڑا ہی نہ پہنے اور لطائف کا جواب یہ ہے کہ جب تم خود محقق ہو تو مجھ سے رجوع کی کیا ضرورت ہے۔ لوگ کچھ کچھ خیال لے کر آتے ہیں وہ پورا نہیں ہوتا تو پھر ان کو افسوس ہوتا ہے۔ میں اس افسوس سے بچاتا ہوں۔ بعض لوگ اس پر لکھتے ہیں کہ اگر کچھ فائدہ نہ ہوا تب بھی قلق نہ ہوگا۔ تو ایسے لوگوں کو بلا لیتا ہوں مجھے بھائیوں سے خدا نہ کرے نفرت کب ہے۔ میں تو ان حضرات کو صلحاء سمجھتا ہوں اور جب صلحاء سمجھتا ہوں تو ان کی اتنی تکلیف بھی گوارا نہیں۔

قبول ہدایا کے شرائط

۱۶۶ ایک منی آرڈر واپس ہوا تو ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اگر اس کو اپنی غلطی معلوم ہو جائے تو اس کی اصلاح کر لے فرمایا کہ واپسی کی وجہ یہ ہے کہ ان کو مجھ سے کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اور یہ خصوصیت شرط ہے قبول ہدیہ کی اب تو ہدیہ ایک مالگذاری کی طرح ہو گیا باقی واپس کرنے کی وجہ میں برابر لکھ دیتا ہوں تو ان کو اپنی غلطی معلوم ہو جاتی ہے۔ ایک صاحب نے واپسی پر کچھ تعجب کیا تو فرمایا تعجب تو ہر شخص سے لے لینے پر ہونا چاہئے نہ کہ نہ لینے پر کیونکہ لینے کے لئے کچھ شرطیں بھی ہیں۔ تو شرطوں کے انتفاء پر لے لینا عقلاً یہ تعجب کی بات ہے۔

دستی جواب

۱۶۷- ایک صاحب نے دستی خط دیا اور جواب کے لئے ڈاک کا لفافہ اس میں رکھ دیا تھا تا کہ مولانا کی آزادی میں فرق نہ پڑے جب چاہیں جواب لکھ دیں اس کا جواب اسی وقت لکھ کر دستی ہی دیدیا اور فرمایا کہ میں تو کوشش اس کی کرتا ہوں کہ لوگوں کے پیسے بچ جائیں مگر آزادی رہے اس وقت جواب تیار ہو گیا دیدیا اور اگر جواب سوچنا پڑتا تو دوسرے وقت لکھ کر ڈاک سے بھیج دیتا

ل جمعہ ۱۳ رجب کو احقر مجلس میں حاضر نہ تھا اور شنبہ ۱۴ کو کانپور کا سفر ہوا وہاں مولوی ابرار الحق نے ملفوظات ضبط کئے ۱۷ رجب سہ شنبہ کو واپسی ہوئی اس روز بھی احقر شریک مجلس نہیں ہوا۔ ۱۲ جامع

تکلف

۱۶۸-لکھنؤ سے واپسی کی تاریخ کی اطلاع مولوی شبیر علی صاحب کو نہیں دی اس کی وجہ میں فرمایا وہ اپنا کرایہ خود دیتے ہیں مجھ سے نہیں لیتے تکلف کرتے ہیں نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ جو مجھے آرام ان سے ملتا اب نہیں ملے گا۔

بے تکلفی

۱۶۹-فرمایا تھانہ بھون میں قبرستان کے لئے جب زمین خریدی تو بعض مالکوں نے قیمت لینے سے انکار کیا میں نے کہا اب تو لے لو پھر ہدیہ کر دینا اور مجھے اختیار رہے گا چاہے لوں یا نہ لوں انہوں نے قیمت لے لی پھر بعض نے ہدیہ بھی دیا اور زمین آ گئی۔غرض بے تکلفی بڑے آرام کی چیز ہے پھر فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے تو میں بے موقع کیوں لوں اور دوسروں کی یہ تکلیف کیوں گوارا کروں نیز وہاں مولوی شبیر علی کے بہت مشاغل ہیں تجارت زمینداری اہتمام مدرسہ میں پسند نہیں کرتا کہ اپنی وجہ سے کسی کا حرج کروں۔

بخل

۱۷۰-فرمایا محققین کے نزدیک یہ خصلت کہ دوسرے کا کوئی احسان نہ لے ایک شعبہ ہے بخل کا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جو دوسروں کے یہاں کھانا کھانے میں دریغ کرے تو سمجھ لو خود کھلانے میں بھی دریغ کرے گا۔اسی طرح جب میں اوروں کو تکلیف نہیں دینا چاہتا تو خیال کیجئے کہ خود بھی یہ نہیں چاہتا کہ مجھے تکلیف دی جائے اسی لئے میں نے اسے بخل سے تعبیر کیا ہے گو یہ معصیت نہیں ہے۔کیونکہ ہر بخل منہی عنہ نہیں ہے۔صرف بخل شرعی قبیح ہے اور یہ بخل محض لغوی ہے ہاں ایسی خدمت کے لئے اپنے کو آمادہ پاتا ہوں جس میں مجھے زائد تکلیف نہ ہو تھوڑی سی تو اٹھا لیتا ہوں زیادہ نہیں۔بس جی یہ چاہتا ہے کہ نہ اپنے سے کسی کو تکلیف ہو نہ دوسروں سے اپنے کو یہ میرا طبعی وفطری مذاق ہے۔

گالیاں

۱۷۱-فرمایا افریقہ سے ایک خط آیا تھا تحریکات کے متعلق کچھ پوچھا تھا میں نے عذر لکھ دیا تھا تو

جواب میں گالیاں آئیں آج بھی ایک خط ایسے ہی سوالات کا آیا ہے تو میں نے ان گالیوں کو یاد کر کے سوچا کہ جواب ایسا لکھوں کہ نہ سائل کی مرضی کے موافق جواب ہو اور نہ گالیاں پڑیں سو میں نے لکھا ہے کہ یہ سوال تنقیحات متعددہ کا محتاج ہے جس کے لئے تحریر کافی نہیں کسی محقق عالم سے زبانی حل کر لو۔

اجانب کی ڈاک کی کثرت

۱۷۲- ایک صاحب نے دریافت کیا کہ ڈاک تو زیادہ ملنے والوں ہی کی ہو گی فرمایا نہیں زیادا اجانب کی ہی ہے اور کسے کسے یادرکھو جسے یادرکھنا فرض ہے وہی یادنہیں رہتا۔

اذیت

۱۷۳- فرمایا ایک صاحب نے لکھا ہے کہ آپ نے مجھے بدتمیز لکھا ہے اور بزرگ تو ایسے نہیں لکھتے تو گویا بزرگوں کے خلاف کیا یہ مجھ پر اعتراض کیا ہے۔ فرمایا ایسوں سے مجھے تکلیف نہیں ہوتی جو اعتقاد نہ رکھ کر اعتراض کریں ان سے اور امید ہی کیا تھی۔ تکلیف تو ان سے ہوتی ہے جو دعویٰ محبت کا کریں اور پھر ستائیں۔

گھر دل بہلانے کے لئے ہے

۱۷۴- فرمایا میں نے گھر میں کہہ رکھا ہے کہ جس وقت میں آؤں آتے ہی کوئی قصہ بکھیڑے کا لے کر نہ بیٹھا کرو۔ جب میں بات چیت کرنے لگوں اور مزاج میں بشاشت دیکھو تب کہا کرو۔ کیونکہ نہ معلوم باہر سے کس حال میں آیا ہوں۔ آدمی گھر میں آتا ہے دل بہلانے غم گھٹانے تم دیکھ لیا کرو کہ اسوقت طبیعت پر کیا اثر ہے ایسا نہ ہو کہ اور غم بڑھا دو گھر میں آنے کی زیادہ غرض یہی ہے ورنہ اور شدید ضرورت ہی کیا ہے۔

ہر نفس پروری معصیت نہیں

۱۷۵- فرمایا ایک صاحب بے تکلف تھے کہنے لگے تم تو نفس پرور ہو میں نے کہا یہ تو صغریٰ ہوا

اور کبرا کیا ہے کیا ہر نفس پروری معصیت ہے۔

دوسرا عقد

۱۷۶ -فرمایا جب نیا عقد کیا تو بڑا شور وغل ہوا۔لوگوں نے بہت کچھ کہا۔ بڑے گھر میں بہت اثر تھا عورتیں ان کے پاس اس طرح آتی تھیں جیسے تعزیت کے لئے آیا کرتی ہیں ۔ خیر اس پر تو میں نے کچھ نہیں کہا۔ پھر بعضی عورتوں نے یہ کیا کہ یہاں بھی آتیں وہاں بھی جاتیں اور یہاں کی وہاں کہتیں اور وہاں کی یہاں ۔ میں نے قریب قریب ساری برادری کی ایسی عورتوں کو جمع کر کے کہا کہ دونوں گھر جانے کی اجازت نہیں جو یہاں آئیں وہاں نہ جائیں جو وہاں جائیں یہاں نہ آئیں ۔لوگوں نے اعتراض بھی کیا کہ برادری پر حکومت کرتے ہو مگر کیا کریں دفع شر کے واسطے ضرورت تھی۔

شورش بعض طلبہ

۱۷۷- مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے بعض طلبہ کی شورش کے ذکر پر فرمایا کہ شاگرد محبت کرتے ہیں تو استادوں کو بھی محبت ہو جاتی ہے اور یہ تو پھر آدمی ہیں کتا بھی راستہ میں ساتھ ہو لیتا ہے تو اس سے ایک گونہ محبت ہو جاتی ہے مر جاتا ہے تو رنج ہوتا ہے۔

توکل اور عشق

۱۷۸- اس پر ایک بزرگ کی حکایت فرمائی جو رامپور کے رہنے والے تھے قاری صاحب مشہور تھے قرآن مجید اچھا پڑھتے تھے ۔انہوں نے حج کا ارادہ کیا۔اس وقت کل سوا روپیہ پاس تھا ایک روپیہ کے چنے بھنوائے اور چار آنہ کا گاڑھا لے کر تھیلہ بنایا اور اس میں چنے بھر لئے اور پیادہ چل کھڑے ہوئے ۔ منزل پر کسی نے کھانا دیدیا کھالیا ورنہ چنوں پر گذر کر لیا۔ آگرہ کے راستہ سے گئے کسی جگہ سے ایک کتا ساتھ ہو لیا اور آگرہ آ کر مر گیا ان کو گوارہ نہ ہوا کہ ساتھی کو ویسے ہی چھوڑ کر چلے جائیں اسے دفن کیا جب بمبئی پہنچے تو جہاد کے ٹکٹ کی ضرورت تھی ۔مگر پیسہ نہ تھا۔ توکلا علی اللہ جہاز پر گئے اور کپتان سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کوئی نوکری مل جائے اس نے دیکھا

نورانی شکل ہے جواب دیا کہ آپ کے لائق کوئی نوکری نہیں ۔ انہوں نے کہا کہ لائق نالائق کا سوال نہیں کوئی ہونوکری ہو۔ کپتان نے کہا ایک بھنگی کی جگہ خالی ہے۔ یہ اس کے لئے بھی تیار ہو گئے تو اس نے سمجھا انہیں خلل دماغ ہے اس نے عاجز کرنے کو کہا بھنگی کے متعلق ایک اور کام بھی ہے اسباب اٹھانے کا یہ اس کے لئے بھی تیار ہو گئے تو اس نے ایک بڑا بورا دکھلایا اس کو اٹھاؤ وہ ان کی طاقت سے بہت زیادہ تھا۔ یہ پتلے دبلے آدمی تھے وہ بہت وزنی تھا۔ انہوں نے دعا کی کہ یا اللہ یہاں تک تو میں آ گیا ہوں اب آگے آپ مدد فرمایئے اس پر ایک حکایت نقل کی کہ مولوی شبیر احمد صاحب نے بیان کیا کہ ایک بزرگ جیل میں تھے ۔ جب غسل کا وقت آتا غسل کر کے کپڑے بدل کر خوشبو لگا کر پھاٹک تک جاتے اور کہتے کہ فاسعوا الی ذکر اللہ کا امتثال یہاں تک تو میرے بس میں تھا آگے نہیں ہے۔ غرض انہوں نے دعا کی اور بسم اللہ کہہ کر سر سے اوپر اٹھا لیا تو اس نے کہا شاباش اور انکا نام لکھ لیا۔ دیکھئے عشق بھی عجب چیز ہے کہاں ایک ولی اور کہاں یہ کام مولانا فرماتے ہیں۔

این چنیں شیخے گدائے کو بکو — عشق آمد لا ابالی فاتقوا

پھر آثار عشق کے سلسلہ میں بطور جملہ معترضہ کے ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ ہمارے مجمع میں ایک بزرگ منشی محمد یوسف صاحب خورجہ کے رہنے والے اپنے بزرگوں پر جان دینے والے کسی بزرگ کا نام نہیں سن سکتے تھے ۔ سنتے ہی چلانے لگتے اور گر پڑتے مگر نماز میں کچھ نہیں ہوتا تھا۔ تھانہ بھون بھی آتے تھے۔ میں نے منع کر دیا تھا پھر وہاں آواز نہیں نکلی جو کچھ تھا دل میں رہتا تھا۔ پس ظاہر میں خاموش باطن میں پر جوش بقول نواب شیفتہ ۔

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رنداں شو — کہ بینی خندہ برلبہا و آتش پارہ در دلہا

فرمایا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی جب نماز پڑھتے تھے ایک آگ سی سینہ میں ہوتی تھی اور ایسی آواز آتی تھی جیسا حدیث میں ہے لہ ازیز کازیز المرجل میں نے جب اول اول ان کا جوش دیکھا تو حضرت گنگوہی کو میں نے لکھا (یہ حضرت سے بیعت تھے) کہ اگر ان کی یہی حالت رہی تو کسی دن مر جائیں گے۔ جواب میں فرمایا کہ اگر ایسا ہوا تو شہادت کبریٰ ہوگی

۔ اور جب یہ گنگوہ آتے تو مولانا دیکھتے ہی فرماتے وہ آئے کان پھوڑنے والے اور یہ مولانا کو دیکھتے ہی گر پڑتے تھے ان کو کشف قبور اور ویسے بھی کشف بہت ہوتا تھا اور بھولے لوگوں کو کشف بہت ہوتا ہے ایسا کم ہوا ہے کہ عقل کامل اور کشف دونوں باتیں جمع ہوئی ہوں ۔ یہ منشی صاحب ایک بار لوہاری میانجی صاحب کا حجرہ دیکھنے گئے پھر یہ شوق ہوا کہ حضرت میاں جی صاحب کو جس نے دیکھا ہو اسے دیکھوں ۔ معلوم ہوا کہ ایک بڈھا پرانا حلوائی ہے ہندو جس سے میاں جی صاحب نے کچھ پڑھا بھی ہے ۔ یہ اسے دیکھنے گئے ۔ یہ عشق کے کرشمے ہیں کہ اس کے غلبہ میں بازار گئے اور ہندو سے ملے اس پر وہ شعر یاد آتا ہے۔

عشق را نازم کہ یوسف را بہ بازار آورد ہمچو صنعا زاہدے را زیر زنار آورد

پھر اس حلوائی سے پوچھا تو نے میاں جی صاحب کو دیکھا ہے اور آپ سے کچھ پڑھا بھی ہے ۔ اس نے کہا ہاں ، پھر پوچھا تجھ کو کبھی مارا بھی ہے اس نے کہا ہاں ، پوچھا کہاں مارا ہے اس نے کہا گردن پر انہوں نے کہا مجھے اجازت دے کہ میں اس جگہ بوسہ دوں اس ہندو نے تھوک لگنے کو بھی گوارا کر لیا اور اجازت دیدی انہوں نے خوب بوسے دئے ۔ عشق کا بھی کوئی قانون نہیں ہے اس کے بعد پھر اصل قصہ کی طرف عود فرمایا یعنی جب کپتان نے ان کا نام لکھ لیا تو ان سے بوجھ تو کبھی نہیں اٹھوایا ۔ بوجھ اٹھوانے کا تو ایک بہانہ تھا ۔ نوکری کے فرائض میں داخل نہ تھا ۔ غرض انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا باقی اوقات میں اپنے معمولات ادا فرماتے چنانچہ رات کو اٹھتے تہجد پڑھتے اور اس میں قرآن شریف پڑھتے ایک روز کپتان نے دیکھا اس نے قرآن شریف کبھی سنا نہ تھا اب سنا تو ایسے شخص سے سنا جو بے نظیر پڑھتے تھے بے حد دلکشی ہوئی اور پوچھا تم کیا پڑھا کرتے ہو انہوں نے کہا کہ قرآن شریف اس نے کہا بہت اچھی چیز ہے ہمیں بھی پڑھا دو ۔ فرمایا اس کے پڑھنے کے لئے پاک ہونا شرط ہے ۔ اس نے کہا میں تو روزانہ غسل کرتا ہوں پاک رہتا ہوں انہوں نے فرمایا یہ پاکی مراد نہیں دل کی پاکی کی ضرورت ہے اس نے پوچھا وہ کیسے پاک ہو فرمایا ۔ ایک کلمہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس کے پڑھنے سے دل پاک ہوتا ہے اس نے کلمہ پڑھ لیا ۔ اور پڑھتا پھرتا تھا ۔ جہاز کے دوسرے انگریزوں نے کہا کہ تم مسلمان ہو گئے ۔ کپتان نے کہا کہ نہیں

میں مسلمان نہیں ہوا۔ اسکواب تک یہ خبر نہ تھی کہ اس کلمہ سے مسلمان ہوتا ہے اس کے رفیقوں نے کہا اس سے مسلمان ہو جاتا ہے یہ قاری صاحب کے پاس گیا اور کہا کیا میں مسلمان ہو گیا۔ انہوں نے کہا تم تو اسی روز مسلمان ہو گئے تھے اول تو حیرت زدہ سا ہوا اور اسکے بعد سب سے کہہ دیا کہ ہاں میں مسلمان ہوں۔ اس کی بیوی نے انگریزوں نے خبر دی کہ وہ تو مسلمان ہو گیا ہے اس نے اس سے کہا ہاں میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ تمہیں ساتھ رہنا ہے تو مسلمان ہو کر رہو نہیں تو کچھ تعلق نہیں مگر وہ مسلمان نہیں ہوتی۔ اس نے دین کی محبت میں بیوی کی بھی پرواہ نہیں کی اور نوکری بھی چھوڑ دی۔ اور قاری صاحب کے ساتھ حج کو چلا گیا اور ان کا خادم بن کر عمر گزار دی۔ ان ہی قاری صاحب کے دو واقعے اسی سفر کے اور ہیں ایک شروع سفر کا دوسرا ختم سفر کا۔ پہلا واقعہ یہ ہے کہ جب جہاز پر کپتان سے ان کی گفتگو ہو رہی تھی وہاں دو آدمی ایسے ہی بے خرچ اور تھے اور حج کے متمنی تھے۔ قاری صاحب کو معلوم ہوا تو کپتان سے کہا کہ ان کے لئے بھی کوئی اور جگہ ہے۔ اس نے کہا ہاں ایسی جگہ ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو یہ گندہ کام نہیں کریں گے۔ قاری صاحب نے کہا تمہارا کام بھی میں ہی کرلوں گا تم نام لکھوالو چنانچہ ان کا نام بھی لکھا گیا اور تین آدمیوں کا کام تنہا قاری صاحب کرتے تھے دیکھئے یہ ہے محبت باقی جب آثار نہ ہوں تو محض دعویٰ تو اسکا مصداق ہے۔

وجائزة دعوى المحبة في الهوى ولكن لا يخفى كلام المنافق

باقی ایک بڑا مقام ان بزرگوں کا یہ ہے کہ اس اخلاص کامل پر بھی اپنے نفس کے ساتھ ان کو بدگمانی ہے چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک تابعیؒ کا قول ذکر کیا ہے۔ ''**ادركت سبعين بدريا كلهم يخافون النفاق على نفسه**'' دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جب یہ قاری صاحب حج سے واپس آئے تو آگرہ ہی کہ راستہ سے آئے جس سے گئے تھے جی چاہا کہ اپنے رفیق سفر کا نشان بھی دیکھتے جائیں۔ اس کتے کی ڈھیر پر پہنچے دیکھا تو وہاں ایک عالی شان مقبرہ بنا ہوا ہے۔ مجاور بیٹھا ہے۔ مٹھائیاں چڑھتی ہیں۔ انہوں نے پوچھا بھئی۔ یہ کس کی قبر ہے۔ مجاور نے کہا ایک بزرگ کی ہے۔ نام پوچھا تو کہا نام معلوم نہیں ہے۔ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ یہ قبر کسی بزرگ کی نہیں ایک کتے کی قبر ہے۔ لوگ ان کے قتل کے درپے ہو گئے کہ بزرگ کو کتا کہتا ہے۔ انہوں نے

کہا کہ میاں قتل کرنا تو اختیار میں ہے جب چاہے کر دینا مگر اسے کھود کر تو دیکھ لوا گر کتا ہوا تو مجھے زندہ چھوڑ دینا ورنہ قتل کر دینا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ یہ وہابی ہے قبر کھودوا تا ہے مگر ان میں بعضے بوڑھے آدمی بھی تھے وہ بولے کہ ٹھیک تو کہتے ہیں اگر یہ قبر آدمی کی نکلی تو ان کو قتل کر ڈالنا غرض قبر کھودی گئی دیکھا تو کتا ہے۔ پھر اس مجاور کی بہت پٹائی ہوئی اور قاری صاحب کی بہت قدر و منزلت ہوئی۔

مصنوعی قبر

۱۷۹ اس مصنوعی قبر پر فرمایا کہ ایک جگہ ایک مزار ایک بزرگ کی چارپائی کا ہے گو بنانے والے نے اس پر چارپائی کی تصویر بھی بنا دی ہے۔ کہ سب کو معلوم ہو جائے مگر جو چار پائے ہیں وہ وہاں بھی جاتے ہیں اور قبور اصلیہ کا سا معاملہ کرتے ہیں۔ پھر ان بزرگوں کے تذکرہ کے بعد فرمایا اولیاء اللہ کے تذکرہ میں ہوش نہیں رہتا۔ میں ڈاک لے لکھنا بھول گیا۔

پنجشنبہ ۱۹ رجب ۱۳۵۷ھ مسجد خواص میں بعد عصر

خودرائی

۱۸۰-ایک ذاکر کو کچھ جنون کا سا اثر ہو گیا تھا ان کے تذکرہ پر فرمایا کہ ہونے والی بات تو ہوتی ہی ہے مگر اکثر یہ دیکھا ہے کہ اس طریق میں خودرائی کرنے والے کا انجام جنون ہوتا ہے کہ خود ہی کھانا کم کر دو یا خود ہی سونا کم کر دیا۔ ان کی رائے بھی خاص خاص مسائل میں ایسی ہی تھی۔ مجھ سے ان کا بچپن سے تعلق ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں ویسے بہت نیک ہیں مگر مجھے انکی طرف سے ہمیشہ انقباض ہی رہا بشاشت کبھی نہیں ہوئی۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا نیکی اور خودرائی جمع بھی ہو جاتی ہیں فرمایا ہاں نیکی کے ساتھ خودرائی جمع ہونے کی یہ صورت ہے کہ نیکی غیر کامل ہو۔ یعنی صرف نماز روزہ وغیرہ تو کر لیتے ہوں مگر اخلاق کا اہتمام کافی نہ ہو۔ ان ہی صاحب کے متعلق فرمایا کہ ایک گفتگو ان کی مجھے یاد ہے۔ لوگوں کا مذاق مختلف ہے۔ بعض یہ چاہتے ہیں کہ مجمع ہو۔ ان کا مذاق

بھی یہی ہے۔ میں نے کہا تھا کہ اصلی مذاق یہ نہ ہونا چاہئے تو یہ صاحب اس مذاق کی تائید میں کہنے لگے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے" واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدوۃ والعشی " اس سے اختلاط کا اصل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ میں نے کہا اگر یہ مذاق اصلی ہوتا تو "واصبر " نہ فرماتے۔ لفظ صبر خود بتلا رہا ہے کہا کہ اصلی مذاق یہ ہونا چاہئے کہ سب سے وحشت ہو سوائے اللہ میاں کے غرض یہ صاحب اس قسم کا مذاق رکھتے تھے۔

ہجوم عوام

۱۸۱- فرمایا خلق کے ہجوم پر (جس کا ذکر اوپر کے ملفوظ میں ہے) یاد آیا ایک مولوی صاحب جواب تو نوعمر نہیں ہیں مگر میرے اعتبار سے تو نوعمر ہی ہیں وہ بغرض تربیت میرے پاس رہنے کے لئے آئے تھے۔ ان بچاروں نے ایک بار خود ہی اقرار کیا کہ میرا جی یہ چاہتا ہے کہ میرے ارد گرد لوگ ہوں مجمع ہو وغیرہ وغیرہ اور چونکہ خوش تقریر تھے ان کے ملنے والوں نے تحریکات کے زمانہ میں یہاں سے لے جانا چاہا کہ مجالس میں شرکت اور تقریر کیا کریں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا میں نے کہا اختیار ہے غرض یہاں سے چلے گئے اور مجالس کی شرکت کرنے لگے۔ لوگ ان کے ہاتھ چومنے لگے بس دماغ بدل گیا اور اصلاح ناتمام رہ گئی بقول مولانا رومی ؎

او چو بیند خلق را سرمست خویش ۔۔۔ از تکبر می رود از دست خویش

بڑے ہونے سے پہلے تو چھوٹے ہونے کی ضرورت ہے بقول حافظ شیرازیؒ

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی ۔۔۔ تا راہ بیں نباشی کے راہبر شوی

در مکتب حقائق پیش ادیب عشق ۔۔۔ ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی

پھر فرمایا کہ یہ عوام کا ہجوم بہت ہی سم قاتل ہے اللہ اپنی حفاظت میں رکھے۔ بعض بزرگوں نے جو

---

[1] اکثر عصر کے بعد ڈاک آجاتی تھی اسی وقت سب کا جواب بھی تحریر فرماتے تھے اور حاضرین سے باتیں اور خاص دینی خدمات بھی ۱۲

ملامتی طریقہ اختیار کیا ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ ہجوم عوام سے بچے رہیں پھر فرمایا کہ یہ ملامتی اصطلاح اس معنے میں تو ہے نہیں دوسری اصطلاح منقول ہے جس کی اصل یہ ہے کہ عوام کے ہجوم وعقیدت سے محفوظ رہنے کے لئے بعض اکابر اپنے اعمال کو چھپاتے تھے اصطلاح میں ملامتی اس کو کہتے ہیں۔ اب لوگوں میں یہ مشہور ہوگیا کہ خلاف شرع کام کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ غلط ہے اہل طریق خلاف شرع کبھی نہیں کرتے ہاں لوگوں کی نظر میں خلاف شرع ظاہر ہوں تو اور بات ہے۔ بہر حال اعمال کے اخفا یا موہم خلاف شرع کے اظہار کی اصل وجہ یہ تھی کہ عام لوگ معتقد نہ ہوں مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ مقتداء کو اس کی اجازت نہیں کہ دوسروں کو ضرر ہے اور اس کے متعلق ایک بات مولانا گنگوہی عجیب فرماتے تھے کہ اب تو اگر کوئی ملامتی بننا چاہے تو پڑھنے پڑھانے میں اور اتباع شریعت میں مشغول رہے کیونکہ لوگ ایسوں کو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو ملا ہیں انہیں تصوف کیا آتا ہے۔

جاہل پیر

۱۸۲- فرمایا آج کل تو یہ حال ہے کہ ایک مدعی پیر جو اب مر گئے یہ کہتے تھے جسے سبحان اللہ والحمد للہ پڑھنا ہو وہ مولانا گنگوہی کے یہاں جائے اور جسے درویشی سیکھنا ہو وہ یہاں آئے یہ حالت ہے جہل کی۔ ان ہی پیر کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ان کے ایک مرید تھے ڈپٹی کلکٹر جو بعد میں ان سے پھر گئے تھے مگر جس زمانہ کا قصہ میں بیان کرتا ہوں اس وقت وہ معتقد تھے ان کیمدح میں خود مجھ سے کہتے تھے کہ میں ایک بار ان کی خدمت میں حاضر ہوا (اور ان کا لباس اس وقت ثقہ لباس تھا) تو فرمایا تم حاکم ہو اور ایسے لباس میں رہتے ہو اس طرح رہنے سے ہیبت نہیں رہتی جسکی حاکم کو ضرورت ہے اور خادم کو حکم دیا کہ ہمارا کوٹ لاؤ اور حجام کو بلاؤ۔ حجام سے ان کی داڑھی منڈوا دی یا ترشوادی اور کوٹ پتلون پہننے کا حکم دیا۔ پھر وہ ایک مدت کے بعد ان کے معتقد نہیں رہے تو مجھ سے رجوع کیا تو میں نے ایک یہ بھی شرط لگائی کہ شیخ سابق کو برا بھلا نہ کہنا راہ پر تو انہوں نے ہی لگایا ہے۔ پھر انہوں نے ان کی تعلیمات نقل کیں تو معلوم ہوا کہ طریق سے بالکل اناڑی ہیں۔ نیز باقاعدہ کسی سے ان کو تعلیم وتلقین کی اجازت بھی حاصل نہیں تھی۔ ان کو ان کے باپ کے مریدوں

نے پیر بنایا تھا کہ جمع ہو کر پگڑی لپیٹ دی کوئی پیر کا خلیفہ ہوتا ہے یہ مریدوں کے خلیفہ تھے۔ان کی نسبت لوگ کہتے تھے کہ انہوں نے بہت روز تک اناج نہیں کھایا۔لوگ اس کو بھی آج کل کمال سمجھتے ہیں بس کوئی امتیاز ہونا چاہئے خواہ اس کا طریق سے تعلق بھی نہ ہو۔فرمایا میرے ایک دوست تھے ان سے کسی معتقد نے ان ہی پیر کا حال بیان کیا کہ وہ غذا نہیں کھاتے صرف ذرا سا ناشتہ کر لیتے ہیں جس میں اتنی بالائی اور اتنے بادام اور اتنی کشمکش وغیرہ وغیرہ ہوتا ہے اور کچھ بھی نہیں وہ کہنے لگے کہ اگر اتنی چیزیں مجھے روز دیدیا کرو میں تو عمر بھر بھی روٹی کا نام نہ لوں۔بس یہ پیر صاحب گیہوں نہ کھاتے تھے شاید اس خیال سے کہ گیہوں کھانے سے آدم علیہ السلام جنت سے نکلے ہیں مگر اب تو گیہوں کھانا جنت [1] میں جانے کا ذریعہ ہے اس وقت نکلنے کا ذریعہ تھا کوئی گیہوں میں خاصیت تھوڑا ہی ہے خاصیت تو اوامر و نواہی میں ہے۔اگر کوئی کریم دعوت کرے اور سب کھانے ہوں تو میزبان کا مہمان پر حق ہے کہ سب کھائے ہاں بیمار ہو تو جو چیز اسے مضر ہو وہ نہ کھائے اور وہ بھی طبیعت کے اتباع سے۔ایسے ہی طریق میں ہے کہ جو بیمار ا ہو اسے پرہیز بتایا جاتا ہے اور یہ سب [2] مباحات حق تعالیٰ کی دعوت کا خوان ہے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ مجھ سے حکیم صاحب نے (جو لکھنؤ میں معالج تھے) پوچھا کہ کیا چیزیں مرغوب ہیں۔میں نے کہا کہ ہر چیز مرغوب ہے تو فرمانے لگے کہ ہفتہ میں ایک دو دفعہ ضرور کھالیا کرو امتحان ہی ہو جائے گا قوت کا۔میں یہ فن تو نہیں جانتا مگر قواعد سے ان کے کمال کا معتقد ہو گیا کہ حد کے اندر مباحات کی اجازت دی۔پرہیز میں غلو نہیں کیا۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا پھر فرمایا کہ پرہیز پر یاد آیا حکیم عبدالمجید [3] خان صاحب اکثر مریض سے پوچھا کرتے تھے کیا کیا کھاتے ہو اور وہ جو کچھ بتاتا اس میں ضروری اصلاح فرمادیتے۔

---

[1] ارشاد ہے کہ کلوا من طیبت ما رزقنکم جان کی حفاظت فرض ہے فرض کی ادائیگی دخول جنت کا ذریعہ اور گیہوں بھی منجملہ اور ماکولات طیبہ مباحہ کے ہے جو قوام بدن بنتا ہے اسلئے یہ بھی دخول جنت کا ذریعہ ہے ۱۲ ج

وساوس کا علاج

۱۸۳- فرمایا ہمارے حاجی صاحب نے وساوس کا ایک عجیب علاج تجویز فرمایا کہ اگر بکثرت واقع ہوں اور دفع نہ ہوں تو اس مراقبہ میں مصروف ہو جاؤ کہ اللہ اکبر حق تعالیٰ نے قلب بھی کیا عجیب چیز بنائی ہے کہ اس میں دریا کی سی موجیں اٹھتی ہیں اور کسی طرح نہیں رکتیں تو اس طرح سے وساوس صنع الٰہی کے لئے مشاہدہ کا آلہ بن جاویں گے جو ایک باطنی علامت ہے۔

ذکر بالجہر ریا نہیں

۱۸۴- فرمایا حضرت مولانا گنگوہی نے ایک صاحب کو ذکر بالجہر بتایا انہوں نے عرض کیا کہ اس میں تو ریا ہو گی فرمایا جی ہاں اس مین ریا ہو گی اور اگر چپکے چپکے ذکر کی ہیئت بنا کر بیٹھو گے تو کیا لوگ یہ نہ سمجھیں گے کہ معلوم نہیں کہ عرش کی سیر کر رہے ہیں یا کرسی کی تو یہ ریا نہ ہو گی۔

ایضاً

۱۸۵- فرمایا ایک صاحب نے حضرت مولانا گنگوہی سے عرض کیا کہ ذکر میں نیند بہت آتی ہے حضرت نے علاج ارشاد فرمایا کہ ایسے وقت میں حدیث میں ہے فلیرقد یعنی جب نیند آ جائے سو جاؤ پھر اپنی طرف سے افادہ فرمایا کہ میری سمجھ میں تو یہ بات آئی ہے کہ ذکر جہر میں جو ریا کا شبہ ہوتا ہے یہ بھی نفس کا بہانہ ہے کہ ذکر جہر کرنے میں اگر کسی دن آنکھ نہ کھلی تو اہل محلہ پر قلعی کھل جائے گی۔ اسلئے آہستہ آہستہ ہی کرنا چاہئے تا کہ کسی کو پتہ ہی نہ لگے سب معتقد رہیں نفس کے ان بہانوں کو شیخ ہی خوب سمجھتا ہے۔

قبض کا علاج

۱۸۶- فرمایا ہمارے حضرت کی خدمت میں ایک نقشبندی آئے اور قبض ہو گیا تھا۔ حضرت

---

۲ خلق لکم ما فی الارض جمیعا اور عام نفع کیلئے ہے اللہ اللہ یہ میز بانی ہے اور مضرات کو حرام فرمایا۔

۳ دہلی والے جو حضرت کے طب میں استاد بھی تھے نفیسی کے چند سبق پڑھتے تھے۔ ۱۲ ج

سے عرض کیا فرمایا ذکر جہر کرو کہنے لگے میرے شیخ نے نہیں بتایا۔ فرمایا تو ان کے پاس جاؤ میرے کیوں آئے ہو۔ پھر انہوں نے ذکر جہر کیا تو قبض جاتا رہا۔

ایضاً

۱۸۷- فرمایا مولوی صادق الیقین صاحب کو قبض ہوا انہوں نے مجھے لکھا اور لکھا کہ میں نے ذکر بھی بڑھا دیا ہے مگر فائدہ نہیں ہوا۔ میں نے لکھا کہ بڑھانے سے ہی زیادہ قبض ہوا ہے۔ بالکل چھوڑ دو سیر و تفریح کرو دوستوں سے ملو لذیذ چیزیں کھاؤ اس سے بس قبض جاتا رہا۔ راز یہ تھا کہ کثرت مجاہدات سے طبیعت ملول ہو گئی تھی اسباب تفریح سے نشاط پیدا ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ میں کجا اور ایسی دقیق تدبیر کجا مگر جب حق تعالیٰ کسی کو کوئی خدمت سپرد کرتے ہیں تو اسکا فہم بھی دیتے ہیں ان ہی کی دستگیری سے سب باتیں سمجھ میں آ جاتی ہیں کوئی اپنے علم و فہم پر ناز نہ کرے اپنے علوم کو اپنا کمال نہ سمجھے ورنہ جو اہل افادہ ہیں وہ افادہ ترک کر کے دیکھ لیں کہ سب سلب ہو جاوے گا بس یہ علوم مکسوبہ نہیں موہوبہ ہیں جب تک القاء کرتے ہیں تلقی ہوتی رہتی ہے۔ اور اگر ناز کریں سب بند ہو جائے۔

مختلف سلاسل

۱۸۸-فرمایا نقشبندیہ، چشتیہ وغیرہ سب نام ہیں اور حقیقت سب کی ایک ہے یعنی اولٰــئک حزب الله الا ان حزب الله هم المفلحون ''نیز نقشبندیوں کا مذاق چشتی ہوتا ہے اور بعض چشتیوں کا نقشبندی۔ یہ تقسیم ایسی ہی ہے جیسے و جعلنا کم شعو با و قبائل لتعارفوا۔ مگر اب تو ان قیود کو ہی مقصود بالذات سمجھنے لگے ہیں۔

ایضاً

۱۸۹-فرمایا حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ ایک قادری اور ایک چشتی لڑتے آئے تھے چشتی صاحب حضرت خواجہ معین الدینؒ کو حضرت غوث اعظمؒ پر اس طرح ترجیح دیتے تھے کہ

ان کی تنقیص ہوتی تھی اور قادری بالعکس۔ حضرت نے فرمایا کہ میاں ایک قادریوں کے باپ ہیں اور دوسرے چچا اور چشتیوں کے بالعکس۔ سو باپ کبھی گوارا نہیں کرے گا کہ کوئی اپنے چچا کی اہانت کرے کہ اسکا بھائی ہے ان فضولیات کو چھوڑو اور کام میں لگو ورنہ خود باپ بھی ناراض ہو جائے گا قادری اس تفضیل میں ''قدمی علی رقاب کل اولیاء اللہ'' سے اور اس کے صدور کے وقت حضرت خواجہ صاحب کے گردن جھکا دینے سے استدلال کرتا تھا۔ حضرت نے فرمایا اس سے تو حضرت خواجہ صاحب کی تفضیل پر بھی استدلال ہو سکتا ہے اس طرح کہ ان کی عبدیت بڑھی ہوئی تھی۔

کشف

۱۹۰- حضرت حاجی صاحب کے ایک معتقد جو اصل میں حضرت حافظ ضامن صاحب کے مرید تھے اور بہت نیک بزرگ تھے۔ حضرت کی خدمت میں بیٹھے تھے ان کو وسوسہ ہوا کہ معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت کا بڑا درجہ ہے یا حافظ صاحب کا حضرت نے فوراً فرمایا تمہاری خدمت کے واسطے تو سب کافی ہیں جیسے ایک بڑا سقاوہ ہو اور ایک چھوٹا تو تمہارا گھڑا بھرنے کے لئے وہ بھی کافی ہے اور یہ بھی ایسے فضول خیالات میں کیوں پڑا جائے اور حضرت ایسے موقع پر اکثر یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔

پیش اہل دل نگہ دارید دل تا نہ باشید از گمان بد خجل

اسی سلسلہ میں فرمایا اہل ظاہر کے سامنے تو وضع قطع درست کر لینے کی ضرورت ہے اور ان حضرات کے سامنے دل درست کرنے کی ضرورت ہے۔ ان کا لقب جواسیس القلوب ہے۔ اس پر ایک مسئلہ یاد آیا کہ قصداً قلب کا تجسس حرام ہے اور یہ مشائخ کے لئے بھی حرام ہے۔ البتہ جس کو بلا قصد انکشاف ہو جائے اس پر ملامت نہیں مگر اسکو بھی چاہئے کہ اپنے دل کو اس طرف سے ہٹا لے تو یہ حضرات قصداً تجسس نہیں کرتے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ جس کو انکشاف نہ ہوتا ہو وہ اقرب الی السنۃ ہے کیونکہ وہ خطرہ سے بعید ہے۔ پھر فرمایا لوگ اس انکشاف ہی کو زیادہ

کمال سمجھتے ہیں جسکا حاصل یہ ہوا کہ شیخ کو چغل خور ہونا چاہئے اور ایسا انکشاف اکثر تو محض ظنی ہوتا ہے اور اگر ظنی بھی نہ ہوتب بھی شرعاً حجت نہیں۔

ہندوستان میں شافعیت

۱۹۱- سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب حج کرنے گئے وہاں جا کر شافعی ہو گئے۔ میرے پاس اس کی اطلاع کا خط آیا۔ میں نے لکھا کہ یہاں نہ شافعی عالم ہیں اور نہ تمہارے پاس ان کی پوری کتابیں ہیں اگر کوئی نیا مسئلہ پیش آئے گا تو پوچھو گے کس سے ان سے اس کا جواب نہ بن پڑا تو حنفی ہو گئے میں نے بھی اسی نیت سے لکھا تھا۔

اہل مدارس کا عدم توکل

ایک مدرسہ کے طلبہ کی شورش کا حال سن کر فرمایا کہ مدرسہ والے بھی بہت ڈھیلے ہیں سب کو نکال باہر کریں۔ مدرسہ والوں کا سب کا یہی حال ہوتا ہے۔ جب میں ایک مدرسہ میں تھا تو مجھے بھی کچھ کچھ خیال ہوتا تھا کہ چندہ بند ہو جائے گا اور چندہ ہوتا ہے تکثیر سواد سے۔ لیکن تکثیر سواد خود مقصود ہی نہیں مقصود تو یہ ہے کہ آدمی کام کے پیدا ہوں اور جو کام نہ کریں ان کو نکال باہر کرنا چاہئے اگر کم ہو جائیں گے تو ہو جائیں ورنہ یہ ترقی ایسی ہوگی جیسے مردہ مر کر پھول جاتا ہے کہ ترقی تو ہوئی مگر کس کام کی۔ ہمارے اکابر کے زمانہ میں بڑے بڑے مدرسوں میں ساٹھ ستر طلبہ سے زیادہ نہ ہوتے تھے مگر ان میں سے ایسے ایسے نکلتے تھے کہ جنید وقت ہوتے تھے۔ سادگی اتنی تھی کہ اگر کسی کتاب کی غلطی درست کرنی ہوتی تھی تو قلم دوات نہیں ملتا تھا بس دفتر سے مانگ کر بناتے تھے اور اب تو ہر حجرہ کے سامنے سائیکل نظر آتی ہے اور کتابیں طاق میں بجی رکھی رہتی اور کئی کئی طرح کے قلم روشنائی مہیا رہتی ہے مگر کام کے لئے نہیں بلکہ یہ بھی ایک فیشن ہو گیا ہے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی کے زمانہ میں اہل شہر کی طرف سے مدرسہ دیو بند میں ایک ممبر بڑھانے کے لئے درخواست کرنے میں فتنہ کھڑا ہو گیا مگر مولانا یہی فرماتے رہے کہ ان میں اہلیت نہیں ہے غیر اہل کو ممبر بنانا جائز نہیں۔ میں نے عرض کیا کیا حرج ہے ایک ممبر بڑھا لیجئے

فتنہ دب جائے گا اور ضرر کچھ ہے نہیں کیونکہ فیصلہ کثرت رائے سے ہوتا ہے اور کثرت آپ کے خدام کی ہے اور نہ بڑھانے میں فتنہ بڑھنے سے اندیشہ ہے کہ مدرسہ ٹوٹ جائے۔ فرمایا اگر مدرسہ ٹوٹ گیا تو اسکے ٹوٹنے کے وہ ذمہ دار ہوں گے اور اگر ہم نے نااہل کو بنایا تو ہم گنہگار اور ذمہ دار ہوں گے اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہوگا سو ہم کو مدرسہ مقصود نہیں رضائے حق مقصود ہے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت گنگوہیؒ نے زمانہ شورش میں حضرات مدرسہ کو ایک رائے تحریر فرمائی تھی کہ مدرسین مہتمم کے کام میں دخل نہ دیں اپنا کام کئے جائیں مگر اب تو طالب علم مہتمم کے کاموں میں دخل دیتا ہے یہ حریت ہے لوگوں کا مذاق ہی بگڑ گیا ہے اور ایسا بگڑا ہے کہ شور و شر کو حیات سمجھتے ہیں اور سکون کو موت یعنی وہ زندہ ہی کیا ہوا جو حرکت نہ کرے اور حرکت بھی کرے تو ایسی ان کے نزدیک جس طرح سکون منافی ہے حیات کے اسی طرح حرکت مستقیمہ بھی۔ بس حرکت غیر مستقیمہ کو حیات سمجھتے ہیں۔

نسبتیں

۱۹۳- فرمایا آج کل ایک نیا رنگ یہ ہوا ہے کہ ایک صاحب نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے اشرفی، میں مواخذہ کروں گا۔ اسی طرح تو تحزب ہو گیا ہے پھر اس کی تفصیل فرمائی کہ ایک تو وہ نسبت ہے کہ اس کا بدعت وغیرہ سے مقابلہ ہو یعنی کسی اہل حق کی طرف منسوب کیا جاوے جس سے اہل حق کی جماعت میں ہونا ظاہر ہو جائے مثلاً سنی یا مثلاً اس وقت اعمال ظاہرہ و باطنہ میں بہت سی جماعتیں اہل بدعت کی پیدا ہو گئی ہیں ان سے امتیاز کے لئے حنفی یا حسینی یا امدادی کہا جائے مضائقہ نہیں۔ باقی خود ایک ہی سلسلہ کے شعوب میں تمائز کھلا تفرق ہے جیسے محمودی، خلیلی، اشرفی، وغیرہا اور جہاں یہ ضرورت نہ ہو محض فضول ہے یہ کیا ہے کوئی لکھتا ہے محمودی، کوئی خلیلی وغیرہ ان حضرات کو اپنا نام ہونا بھی پسند نہ تھا۔

نظم

۱۹۴- مسلمانوں کی سراسیمگی کے تذکرہ پر فرمایا کوئی تدبیر بدون نظم کے مفید نہیں ہوتی پس نظم کا اہتمام کرنا چاہئے۔

لیاقت جتلانا

۱۹۵- فرمایا ایک صاحب نے مجھ کو خط میں اپنی کسی درخواست کی تقویت کے لئے حدیثیں لکھیں۔ میں نے جواب میں لکھا ہے کہ کیا میں ان حدیثوں سے جاہل ہوں یا جان کر عمل نہیں کرتا۔ دونوں صورتوں میں مجھ سے تعلق مضر ہے کیونکہ پہلی صورت میں تو جاہل ہوا۔ اور دوسری صورت میں بدعمل اور دونوں تعلق کے قابل نہیں لوگ اپنی علمی لیاقت جتاتے ہیں۔ اب انجان آدمی تو یہ کہے گا کہ حدیثوں سے چڑ گیا (نعوذ باللہ) معترض تو اسی عنوان سے تعبیر کرے گا۔ دیکھئے یہ لوگ ایک تو علم کا دعویٰ کرر ہے ہیں۔ دوسرے مخاطب کو مجبور کرر ہے ہین کہ ضرور درخواست منظور کرو ورنہ ان حدیثوں کے خلاف ہوگا۔ اگر یہ قصد بھی نہ ہوگا تو ایہام تو ضرور ہے۔ سو ایہام سے بھی بچنا چاہئے پھر فرمایا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایسے دقیق ادب کے قواعد بعد کے لوگوں نے بنا لئے ہیں متقدمین میں نہ تھے۔ حالانکہ خود سلف سے اس کے اشباہ منقول ہیں۔ چنانچہ کسی نے امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا کہ علقمہ افضل ہیں یا اسود آپ نے فرمایا ہمارا تو منہ بھی اس قابل نہیں کہ ہم ان حضرات کا نام بھی لیں پھر تفصیل کیسی۔

بعض دفعہ اعتراض سے عجب کا علاج ہوجاتا ہے

۱۹۶- فرمایا ایک صاحب کا خط آیا کہ میں نے ایک رسالہ لکھا ہے اس پر نظر اصلاح کردو۔ میں نے جواب لکھا کہ مجھے تو فرصت نہیں اور دوسروں سے بلا معاوضہ کام نہیں لیتا اگر معاوضہ دو گے تو کسی سے کام کرادوں گا۔ انہوں نے لکھا کہ بہت دین فروشی کر چکے ہو اب تو نہ کرو۔ پھر فرمایا ایسے لوگوں سے رنج نہیں ہوتا ہے رنج ہوتا ہے خلاف توقع سے سو ان سے توقع ہی کیا تھی اور جب کسی سے توقع ہی نہ رکھی جائے تو رنج ہی نہیں ہوگا ؎

جب توقع ہی اٹھ گئی غالب کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

پھر فرمایا بلکہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت ہے کہ عجب کا علاج ہوجاتا ہے۔ جیسے بخار میں گولی مل جائے۔ کنین کی تو بہت ہی اچھا ہے اور یہاں تو (نعمت) کونین کی ہے۔ غرض ایسے

اعتراضوں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم ایسے ہیں جیسے کوئی اختلافی مسئلہ اگر ایک معتقد ہے تو ایک غیر معتقد اور یہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ صواب کس کی رائے ہے تو اس تردد سے عجب کا تو علاج ہو جاتا ہے۔

عورتیں قابل رعایت ہوتی ہیں

۱۹۷- کچھ عورتوں کے تذکرہ کے بعد فرمایا کہ ہمارے ماموں صاحب فرماتے تھے کہ دو چیزیں بہت قابل رعایت ہیں ایک عورتیں اور ایک مسجد کہ ان کی رعایت کو کوئی اپنے ذمہ نہیں سمجھتا

شنبہ ۲۱ رجب ۱۳۵۷ھ مسجد خواص میں بعد عصر

جانوروں کے اجزائے انجکشن

۱۹۸- کانپور میں ڈاکٹر عبدالصمد صاحب نے انجکشن کی ایک دوا پیش کی تھی اور قوت کے لئے اس کے استعمال کا مشورہ دیا تھا اور ڈاکٹر صاحب نے حضرت سے یہ بھی عرض کیا کہ اس میں کچھ جانوروں کے اجزاء ہیں فرمایا وہاں تو ذبح ہی نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ حلال جانوروں کے ہیں فرمایا وہاں تو حلال کو بھی حرام کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ ضرورت میں تو جائز ہوگا۔ فرمایا ضرورت اس درجہ کی نہیں ہے پھر اس میں مفصل گفتگو لکھنؤ میں ڈاکٹر عبدالعلی صاحب سے ہوئی جس کا نتیجہ وہی رہا جو اوپر مذکور ہوا غرض اس کا استعمال نہیں کیا گیا

حاضری کی اجازت

۱۹۹- ایک صاحب نے بنگال سے لکھا کہ لکھنؤ آنے کی اجازت چاہتا ہوں اور اگر وہاں حضرت نہ ملے تو جہاں تشریف رکھتے ہوں وہاں کی اجازت چاہتا ہوں۔ جواب ارقام فرمایا اس وقت تھانہ بھون جا رہا ہوں اجازت لینے کا وہاں خط لکھو پھر فرمایا کہ وہاں کی ساری مصلحتوں پر یہاں بیٹھے ہوئے کیسے نظر ہو سکتی ہے اس لئے یہاں سے تھانہ بھون جانے نہ جانے کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔

تیسرے درجے میں سفر

۲۰۰-فرمایا بھائی [۲] نے مجھ کو مشورہ دیا تھا کہ سیکنڈ میں سفر کیا کرو اس میں آرام ملتا ہے اور وہ خود بھی اس میں سفر کیا کرتے تھے۔ اور میں کم سے کم درجہ یعنی تیسرے درجہ میں سفر کرتا ہوں مگر وہ جب پنشن لے کر آئے تو خود بھی تیسرے درجہ میں سفر کرنے لگے۔ ایک دفعہ میں نے پوچھا کہ اس میں تو آرام نہ ملتا ہوگا کہنے لگے کہ راحت اسی میں زیادہ ہے اس کی وجہ میں یہ کہا کرتا ہوں کہ تیسرے درجہ میں تو وہ لوگ زیادہ ہوتے ہیں جو ہماری رعایت کرتے ہیں اور بڑے درجوں میں وہ لوگ زیادہ ہوتے ہیں جن کی رعایت ہم کو کرنا پڑتی ہے۔ دوسرے یہاں آزادی ہوتی ہے جیسے چاہو لیٹو بیٹھو اور وہ بھی آزاد کہ جس طرح چاہیں رہیں۔ بڑے درجوں میں تو اکثر فرعون بنے بیٹھے رہتے ہیں اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک دفعہ راندیر سے آتے ہوئے وہاں کے لوگوں نے سیکنڈ کا ٹکٹ لے دیا۔ جب پہنچانے والے سب لوگ اتر گئے تو میں نے ایک رفیق سفر کو توہاں بھیج دیا اور خود تیسرے میں بیٹھا وہ صاحب کہتے تھے کہ مجھے بڑی ضیق ہوئی کہ بالکل تنہا سفر کر رہا تھا اور ناجنس کی معیت بھی حکماً تنہائی ہی ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ موحش۔ اسی سلسلہ میں فرمایا بڑے بڑے لوگ نواب وغیرہ صاحبوں نے بھی مجھ کو جب بلایا ہے تو میں تیسرے ہی درجہ میں گیا ہوں کہ پرایا مال کیا حرام کا ہے کہ اسکو ضائع کروں۔ چنانچہ نواب صاحب ڈھاکہ کو وہاں پہنچ کر جب اسکی اطلاع دی کہ آپ کی رقم ابھی بچی ہوئی ہے تو ان کو بڑا تعجب ہوا۔ میں نے حساب کی اطلاع کر دی۔ پھر جب میں واپس آ گیا تو اس میں بیس روپیہ بچ گئے تھے میں نے ان کو اس کی بھی اطلاع کر دی کہ اس قدر رقم بچ گئی ہے مگر اوروں کے لئے تو یہ معمول رہا کہ ان کو تو واپس کر دیتا ہوں لیکن اس میں نواب صاحب کی اہانت ہوتی تھی۔ اس لئے ان کو لکھ دیا کہ مسجد کے وضوخانہ میں سائبان کی ضرورت تھی آپ کی طرف سے سائبان میں یہ بیس روپے لگا دئے اور مجھے یہ خشک زہد اچھا

---

[۱] جمعہ ۲۰ رجب کو احقر حاضر مجلس نہ تھا ۱۲ ج

[۲] مولوی شبیر علی صاحب کے والد ماجد جناب منشی محمد اکبر علی صاحب مرحوم ۱۲ ج

معلوم نہیں ہوتا کہ سب کو ایک لکڑی سے ہانکا جائے ان اللہ یأمر کم ان تو ٔدالا مانات الی اھلھا اس میں سب حقوق آ گئے۔ اب لوگ افراط وتفریط کرتے ہیں۔ افراط تو یہ ہوتا ہے یا تو سب کے واپس کئے جاتے ہیں۔ تفریط یہ ہوتی ہے کہ یا تو سب کی رقم کا بچا ہوا رکھ لیا جاتا ہے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے توسط کی توفیق بخشی ہے کہ معمول اصلی تو واپسی کا ہے مگر واپسی جن کے شان کے خلاف ہے ان کا خود نہ رکھا جائے بلکہ کسی مصرف خیر میں صرف کر کے اطلاع دیدی جائے۔

مساوات

۲۰۱- ایک صاحب نے عرض کیا کہ آج کل مساوات کا بہت چرچا ہے فرمایا نبوت سے بڑھ کر کوئی درجہ مقبولیت ومحبوبیت کا نہیں اس کے لئے بھی ارشاد ہے فضلنا بعضم علی بعض تو اس میں بھی مساوات نہیں تو افضلیت کا انکار تو محض باطل ہے۔ البتہ صاحب فضیلت کو فضیلت پر فخر کرنا ترفع اختیار کرنا یا دوسرے کی تحقیر کرنا یہ برا ہے۔

قرآن پاک کے متعلق غلط فہمی

۲۰۲- ایک انگریزی خوان شخص کا خط آیا کہ اس نے انگریزی اس لئے پڑھی تھی کہ معاش میں سہولت ہو مگر چار سال ہو گئے ٹھوکریں کھاتے ہوئے وائسرائے کے یہاں کوئی جگہ خالی ہوئی ہے تو ڈھائی ہزار درخواستیں پہنچی ہیں پھر لکھا ہے کہ آپ آیۃ کریمہ کا ختم کرا کے دعا کیجئے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی برکت سے مجھے کامیابی ہو جائے۔ فرمایا بس لوگوں نے اللہ کے کلام کی یہ برکت دیکھ رکھی ہے حالانکہ اس کی برکت کی حقیقت خود اس میں مذکور ہے کتاب انزلنہ الیک مبارک لیدبروا ایتہ والیتذکر اولو الالباب تو اس کی برکت کی روح تدبر وتذکر ہے یہ نہیں فرمایا کہ لیرقوا بہ مگر ان کا کیا قصور۔ غرض پرست لوگوں نے بگاڑ دیا ہے۔

آج کل کے پیر

۲۰۳- فرمایا دہلی میں ایک پیر جی تھے ہمارے قصبہ رامپور کے رہنے والے دہلی میں ان کی بودوباش تھی ایک صاحب ان کے مرید تھے۔ ملازمت ملتی نہ تھی اپنے شیخ سے عرض کیا کہ دعا

فرمایئے انہوں نے فرمایا کہ پہلی تنخواہ پوری لوں گا۔ اتفاق سے ملازمت مل گئی جب تنخواہ ملی تو آدھی لے کر آئے اور پیر سے بیچ بولے کہ حضور یہ آدھی ہے آدھی معاف کر دیجئے میرے پاس اور کچھ نہیں ہے اسی کو قبول فرمالیجئے تو پیر صاحب کیا کہتے ہیں کہ جاؤ پھر نوکری بھی کر لینا اس غریب نے پوری دیدی۔ بس اب تو یہ خال ہے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا رامپور ہی میں ایک شخص کسی پیر سے مرید ہو گئے تھے ایک عرصہ کے بعد کسی نے پوچھا کہ میاں کچھ فائدہ بھی ہوا کہنے لگے جب سقاوہ ہی میں کچھ نہ ہو تو بدھنی میں کیا آوے۔ انہوں نے کہا کہ پھر چھوڑ دو کہنے لگے یہ شرافت کے خلاف ہے۔

ایضاً

۲۰۴- فرمایا کہ کثرت سے میرے پاس خطوط آتے ہیں پیروں کی شکایت کے کہ فرمائشیں کر کر کے ناک میں دم کر دیا ہے۔ ایک صاحب نے لکھا تھا کہ کوئی بڑی فرمائش کی اور دام دینے کا بھی وعدہ کیا مگر دام نہیں دیئے مگر پھر بھی پیر پیر ہیں اور مرید مرید جیسے آج کل کا نکاح کہ طلاق سے وہ نہیں ٹوٹتا کفر سے وہ نہیں ٹوٹتا بس ایک دفعہ پڑھا گیا تو ہمیشہ کو پکا ہو گیا۔ یہی حالت پیری مریدی کی ہو گئی۔ کہ کسی بات سے بھی نہیں ٹوٹتی۔

ایضاً

۲۰۵- فرمایا پانی پت میں ایک پیر صاحب مرید سے خفا ہو گئے تو فرمایا جا تجھے چودہ خانوادوں سے نکال دیا بچارہ بہت رویا مگر ان کو رحم نہ آیا۔ آخر مولوی غوث علی شاہ صاحب کے پاس گیا اور قصہ سنایا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ تیرے پیر کو خبر نہیں کل پندرہ خانوادے ہیں۔ میں تجھے اس پندرھویں میں داخل کر لوں گا مگر وہاں جا کر ان سے یہ پوچھ کہ مجھ کو ان میں داخل ہونے سے کیا ملا تھا اور نکل جانے سے کیا کمی ہو گئی۔ اس نے جا کر پوچھا تو وہ سمجھ گئے کہ مولوی غوث علی صاحب کا بھیجا ہوا ہے۔ یہاں آئے اور ان سے کہا کہ حضرت میرے مریدوں کو یوں سکھاؤ گے تو سب ہی نکل جاویں گے ایک بھی نہیں رہے گا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ تم کو ستاتے ہوئے شرم نہیں آتی

ہے ایک ناواقف شخص نے اپنی دنیا تم پر نثار کی اپنا دین نذر کیا تمہاری بھینسوں کی خدمت کرتا ہے اور تمہارے پاس ہے کیا اور پھر اس سے ایسا برتاؤ کرتے ہو تب انہوں نے کہا کہ اچھا اب ایسا نہیں کروں گا اس کو سمجھا دو۔ انہوں نے اس سے کہہ دیا کہ جا ہم نے تیرے پیر کو سمجھا دیا ہے۔ تو اب تو لوگ یوں دھمکیاں دیتے ہیں مگر یہ نامناسب ہوا کہ پھر اسی کے سپرد کر دیا شاید اسکی تسلی اسی پر موقوف ہوا اور ممکن ہے کہ روایت کا یہ جزو صحیح نہ ہو۔

ایضاً

۲۰۶- فرمایا منگلور کے ایک پرانے آدمی جو دفتر نہر میں نوکر تھے۔ میں جس زمانہ میں کانپور تھا یہ قصہ بیان کرتے تھے کہ ایک پیر صاحب وہاں اپنے مرید کے گھر آئے۔ یہ مرید کھیتی باڑی کرتے تھے اور اکثر باہر جنگل میں رہتے تھے۔ پیر صاحب آئے اور بے تکلف گھر میں چلے گئے کیونکہ پیر سے کیا پردہ۔ ان کی بیوی نے لڑکے سے کہا کہ اپنے باپ کے پاس جا کر کہدے کہ پیر صاحب آئے ہیں ان کے گھوڑے کے واسطے گھاس لیتے آنا وہ گیا اور خبر کی اس نے پوچھا تیری ماں کہاں ہے لڑکے نے کہا پیر صاحب کے پاس بیٹھی ہے۔ بہت غصہ آیا۔ گھر آ کر دروازہ پر آواز دی کہ میں آ جاؤں؟ عورت نے کہا کہ یہاں کون ہے انہوں نے کہا کہ پیر صاحب ہیں گھر کے مالک ان سے اجازت تو لے لوں۔ پیر صاحب اس طعن پر بہت خفا ہو گئے کہ مردود ہو گیا ہے مرتد ہو گیا ہے اور خود اٹھ کے چوپال میں چلے گئے۔ مرید کھانے کے وقت بلانے گیا تو انکار کر دیا کہ جا مردود تو مرتد ہو گیا اس نے ہاتھ پکڑ کر کہا کہ بس چل بھی لوگ ہنسیں گے کہ پیر مرید میں لڑائی ہو رہی ہے اور چپکے سے کان میں کہا میں ایک روپیہ دیا کرتا تھا اب کے دو دے دوں گا۔ بس اٹھ کے ساتھ ہو لئے

ایضاً

۲۰۷- فرمایا حیدرآباد والے ماموں صاحب بیان فرماتے تھے کہ ان کے کوئی شناسا گاؤں میں پیری مریدی کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک مریدنی کے یہاں ٹھہرے تو دوسری مریدنی آئی اور اس نے کہا کہ میرے یہاں کھانا کھاویں گے اس نے کہا کہ میں سب انتظام کر چکی ہوں اس نے کہا نہیں

میں کھلاؤں گی اس نے کہا کہ اچھا پیر صاحب سے ہی انصاف کرالو۔ انہوں نے کہا کہ انصاف تو یہ ہے کہ جس کے یہاں ٹھہریں اسی کے یہاں کھائیں۔ اس نے کہا بہتر مگر میں نے مرغا کاٹا ہے تو پیر صاحب نرم ہو گئے اور کہا کہ اچھا بی پھر تو ہی اجازت دیدے اس کے گھر کھالوں تو گھر والی گالی دے کر کہتی ہے جاتو ہی لے جا پیر سے یوں توں کرالے۔ پیر صاحب آخر شریف آدمی تھے بہت غصہ آیا نہ یہاں کھایا نہ وہاں واپس چلے آئے اور خود پیری مریدی ہی سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر لی۔

اہل دنیا سے نفرت

۲۰۸- فرمایا نظام دکن محبوب علی خان صاحب نے ایک دن مقرر کیا مزارات پر حاضر ہونے کا اور صبح سے شام تک مزارات پر حاضری دیتے رہے جہاں جہاں گئے استقبال کیا گیا نذریں پیش کی گئیں اور ان کی طرف سے عطائیں ہوئیں جب مرزا صاحب کے مزار پر حاضر ہوئے جو ہمارے ماموں صاحب کے پیر تھے پھر وہاں کے صاحب سجادہ کو اطلاع ہوئی اور ماموں صاحب کو بھی اطلاع دی جو اسوقت احاطہ مزار میں کچھ پڑھ رہے تھے۔ صاحب سجادہ تو دوڑ پڑے مگر انہوں نے التفات بھی نہ کیا جب اندر آئے یہ کھڑے ہو گئے اور سلام کیا انہوں نے یا انہوں نے غرض سلام مسنون ہوا۔ نظام نے نذر دی۔ انہوں نے کہا کہ میرا حق نہیں ہے صاحب سجادہ کو دیجئے۔ انہوں نے ان کا نہ استقبال کیا نہ مشایعت کی اور ان کے جانے کے بعد بیٹھ گئے۔ مصاحب لوگوں کو خیال ہوا کہیں ایسی بے اعتنائی سے ناراض ہوئے ہوں اس لئے عرض کیا حضور یہ ایسے ہی ہیں مدہوش سے شاہوں کے آداب سے واقف نہیں نواب صاحب بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا تم اس شخص کو مدہوش کہتے ہو واللہ اگر آج میں اس کو نہ دیکھتا تو اپنے سارے دن کو ضائع سمجھتا پھر کسی مصاحب کو بھیج کر ان سے درخواست کی کہ مجھے سیری نہیں ہوئی کسی وقت تشریف لائیے انہوں نے کہا غریبوں کو کیا واسطہ شاہوں سے۔ نواب صاحب نے کہا کہ بادشاہ ہو کر نہیں نیاز مند ہو کر درخواست کرتا ہوں اور پھر سواری بھیجی تو آپ نے کہلا بھیجا مجھ کو یہاں اپنی حکومت میں رہنے بھی دیں گے یا نہیں۔ ''ملک خدا تنگ نیست پائے مرا لنگ نیست'' اگر زیادہ پریشان کریں گے

کہیں چلا جاؤں گا۔ بہت ہی آزاد تھے لیکن خود اتنی آزادی ہی طریق لوازم سے نہیں ۔ یہ بھی ایک رنگ ہے۔

حیدرآباد کے مشائخ

۲۰۹ - فرمایا حیدرآباد میں ایک پیر صاحب تھے کیا کہوں ان کا ایک رسالہ بھی یہاں آیا تھا خرافات عقیدوں سے بھرا ہوا ۔ میں نے اس کی لوح پر اسکا باطل ہونا لکھ دیا تھا کہ کسی دیکھنے والے کو غلطی نہ ہو۔ ایک دفعہ جب میں حیدرآباد گیا تھا میں نے وعظ میں ایسے (جس میں اہل بدعت مبتلا ہیں) مسائل کا بھی ذکر کیا تھا۔ سب سامعین نے مسرت ظاہر کی مگر میری واپسی کے بعد وہاں کے بعض مشائخ نے ایک وفد کی صورت میں جا کر نظام سے عرض کیا کہ ان کا داخلہ حیدرآباد میں قانوناً بند کر دیجئے ان کے ایسے عقائد ہیں یہ سارے ملک کو بگاڑ دیں گے مگر نواب صاحب نے فرمایا کہ ہم مسائل نہیں جانتے تم سب اعتراضات لکھ کر وہاں بھیجو اور وہاں سے جو جواب آوے وہ سب ہم کو دکھلاؤ۔ اس کے بعد ہم رائے ظاہر کریں گے پھر کسی کی ہمت نہیں ہوئی۔

امراء کا ممنون نہ ہونا چاہئے

۲۱۰ - فرمایا ایک دفعہ بہاول پور جانا ہوا مولوی رحیم بخش صاحب نے بلایا تھا۔ وہاں کے معمول کے موافق اکیس روپیہ دعوت کے اور ڈیڑھ سو روپیہ خلعت کے دینے چاہے۔ میں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا اب تو حساب وغیرہ بھی لکھا جا چکا۔ واپسی مشکل ہے میں نے کہا کہ واپسی کے لکھنے کی ضرورت نہیں وہاں لکھا ہوا رہنے دیجئے۔ اس رقم کو مستحقین بیت المال پر صرف کر دیجئے مگر انہوں نے واپسی ہی لکھ دی۔ انہوں نے دیتے وقت یہ بھی کہا تھا کہ پھر بھی جب جب آؤ گے ملا کرے گا۔ میں نے کہا اپنی جان کو کون دق لگائے گا کہ جب ضرورت ہوا کرے گی خیال آیا کرے گا کہ چلو بہاولپور۔ اس واپسی کے بعد عمائد ریاست نے کچھ دینا چاہا۔ میں نے کہا کہ حلف لوں گا کہ اس واپسی کو تو اس میں کوئی دخل نہیں بلکہ پہلے سے ہی ارادہ تھا پھر حلف تو یاد نہیں مگر ان لوگوں نے اطمینان دلا دیا کہ اس کو کوئی دخل نہیں اور اس کی تائید اس سے ہو گئی کہ اس کی مقدار واپس شدہ رقم سے کم تھی۔ ان عمائد میں ایک ہندو نے بھی دس روپیہ دئے اس کو دیتے

ہوئے ڈر تھا کہ شاید نہ لے مگر مولوی رحیم بخش صاحب نے سفارش کی کہ میرے دوست ہیں۔ میں نے کہا آپ میرے دوست ہیں۔ یہ آپ کے دوست ہیں اور دوست کا دوست دوست ہوتا ہے۔ اور اس لئے بھی لے لئے کہ اس کی دل شکنی اور تعصب کا گمان نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے امراء کا ممنون نہ ہونا چاہئے مگر اکرام ان کا بھی کرے۔ بات یہ ہے کہ غریب تو خود ممنون ہوتا ہے کہ ہماری چیز لے لی اور امراء یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے دے کر اس کو خرید لیا۔

ایک مشکل کا حل

۲۱۱- فرمایا امام غزالیؒ نے ایک بڑی مشکل بات لکھی ہے کہ جس کمال کے گمان پر کوئی کسی کو کچھ دے اور اس کے اندر وہ کمال نہ ہو تو لینا جائز نہیں اس لئے کہ اسمیں دھوکہ دینا ہے۔ اس پر ایک صاحب نے شبہ کیا کہ بزرگوں کو لوگ بزرگ سمجھ کر دیتے ہیں اور بزرگ حضرات خود کو بزرگ نہیں سمجھتے تو یہ دھوکہ ہوا۔ جواب میں فرمایا کہ حضرت امام کا کلام مجمل ہے۔ یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے آپ کو بناوے اور دھوکہ دینے کے لئے کمال ظاہر کرے پھر فرمایا کہ امام غزالیؒ ہر تحقیق میں بہت دور پہنچتے ہیں اس لئے احیاء العلوم کے معیار پر کوئی اتر جائے بہت مشکل ہے حضرت امام کا معیار ہی بہت عالی ہے۔ چونکہ خود محتاط ہیں چاہتے ہیں کہ دوسروں کو بھی اسی درجہ پر پہنچا دیں مگر ہم جیسے ضعفاء وہاں کہاں پہنچ سکتے ہیں اس لئے اس وقت مشائخ کو تسہیل کی ضرورت ہے۔

یکشنبہ ۲۲ رجب ۱۳۵۷ھ مسجد خواص میں بعد عصر

حضرت حاجی صاحبؒ کا حسن اخلاق

۲۱۲- فرمایا مکہ معظمہ میں حضرت حاجی صاحب کے دولت خانہ کے پاس ایک رباط تھی لوگ اس میں آ کے ٹھہرتے تھے۔ میں بھی اس کو اس واسطے ترجیح دیتا تھا کہ حضرت کا قرب رہے۔ حضرت غایت ضعف کے سبب اکثر اوقات گھر ہی میں نماز پڑھتے تھے۔ میں نے ایک دن بعد ظہر دیکھا کہ حضرت تشریف لا رہے ہیں میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا حضرت سے چلا نہ جاتا تھا۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت نے اس وقت کیسے تکلیف فرمائی فرمایا تم لوگ ہر روز آتے ہو کبھی تو ہم کو بھی آنا چاہئے۔ جب رباط پہنچے تو سب درجوں کے لوگ نیچے کے ہی درجہ میں آ گئے۔ حضرت بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں اٹھ کر اوپر کے درجہ کا ارادہ فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ سب یہیں حاضر ہیں زائد تکلیف کیوں فرمائی جائے فرمایا نہیں ان کے پاس نہ جائیں گے ان کی دل شکنی ہوگی۔ پھر سب درجوں میں تشریف لے گئے سوائے میرے درجہ کے جو سب سے اوپر تھا۔ میں نے عرض کر دیا تھا کہ مجھے اس سے تکلیف ہوگی۔ یہ حالت تھی اخلاق کی۔ نیز جب ہندوستان کا قافلہ رخصت ہوتا تو پیادہ مشایعت فرماتے۔ خدام اونٹوں پر سے اترنا چاہتے تو روک دیتے۔ جب اول بار میں والد صاحب کے ہمراہ حاضر ہوا تو حضرت ہی کے مکان پر قیام ہوا خیال یہ تھا کہ غسل وغیرہ کر کے خدمت میں حاضر ہوں گے۔ میلے کچیلے جہاز کے سفر سے آئے تھے مگر دیکھا تو حضرت خود ملنے کے لئے تشریف لے آئے اور فرمایا سب ملتے جاؤ اور اپنا نام بتاتے جاؤ میں کسی کو نہیں پہچانتا اور سب کو گلے لگایا۔ پھر فرمایا کہ ہمارے حضرت رحمت مجسم تھے اسی واسطے حضرت سے فیض زیادہ ہوا۔ جس شیخ کو اپنے خادموں سے زیادہ محبت ہوگی۔ اس سے نفع زیادہ ہوگا ہمارے حضرت کی شفقت بہت عام تھی۔ اور مجھ سے بھی بہت محبت فرماتے تھے۔ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ اگر میں تھانہ بھون جاؤں تو کہاں ٹھہروں۔ لوگوں نے ایک عزیز جو دور کے ہیں ان کا نام لیا۔ فرمایا نہیں جی وہاں نہیں اشرف علی کے پاس۔ ایک صاحب یہاں کے رہنے والے مولوی محمود تھے۔ وہ کہتے تھے کہ جب میں حاضر ہوا تو مجھ سے وہاں کے درختوں اور دیواروں تک کو دریافت فرمایا کہ وہ درخت قائم ہے یا نہیں اور وہ دیوار قائم ہے یا گر گئی۔

اسی سلسلہ میں فرمایا حاجی عبدالکریم تھانوی اپنی والدہ کو حج کرانے گئے تھے اور حضرت غدر کے وقت سے گئے ہوئے تھے اس لئے نئے لوگوں کو پہچانتے نہ تھے۔ یہ دور بیٹھ گئے کچھ دیر میں خود بخود فرمایا کہ اس وقت مجلس میں بوئے وطن آتی ہے کیا کوئی شخص وطن کا تو نہیں تب یہ ملے اور عرض کیا کہ میں تھانہ بھون کا رہنے والا ہوں۔ فرمایا کہاں بیٹھ گئے تھے یہاں آؤ ان سے ملے اسی سلسلہ میں فرمایا حکیم معین الدین صاحب مولانا محمد یعقوب صاحب کے بیٹے شکاری بہت تھے ایک زمانہ میں تھانہ بھون بھی مدرس رہے تھے خود کہتے تھے کہ میں نے تھانہ بھون کے جنگل میں

ایک ہرن شکار کیا اور اسکی کھال ایک حاجی کے ہاتھ حضرت کی خدمت میں بھیجی تو پیش کرتے ہی فرمایا کہ اس کھال میں سے بوئے وطن آئی ہے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت تھانہ بھون کا ہرن تھا تو حضرت بہت خوش ہوئے اور قبول فرمالی۔

خدمت مشائخ

۲۱۳-فرمایا میں نے حضرت مولانا گنگوہی سے ایک دفعہ عرض کیا کہ حضرت کی کچھ کرامتیں بیان فرمادیجئے تاکہ جمع کرلوں۔ فرمایا تم نے ایسی چیز کی فرمائش کی کہ میں نے حضرت کو کبھی اس نظر سے دیکھا ہی نہیں۔ پھر فرمایا اگر ہم جمع کرنا چاہتے تو ہزاروں جمع کر لیتے۔ اصل میں صحیح پہچاننے والے اپنے بزرگوں کے یہ حضرات تھے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی ایک کرامت

۲۱۴-فرمایا حضرت کے بھتیجے تھے حافظ احمد حسین۔ ان کے لڑکے تھے محمد مقصود، ہندوستان ہی میں رہتے تھے۔ انہیں میں نے دیکھا ہے بڑے شوخ تھے۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ حضرت کی خدمت میں جا کر رہوں۔ اس وقت حضرت گنگوہیؒ حج کو جارہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھ کو بھی لے جایئے۔ حضرت گنگوہیؒ میں شان انتظام بہت تھی۔ فرمایا شوخ بہت ہیں کیا کریں گے جا کر کے بجز اسکے کہ حضرت کو تنگ کریں یہ کسی اور قافلہ کے ساتھ چلے گئے۔ حضرت مولانا کو بھی اطلاع ہوگئی۔ اتفاق سے وہ قافلہ حضرت گنگوہی سے پہلے پہنچ گیا تھا۔ جب مولانا گنگوہیؒ پہنچے اور مقصود کو نہ دیکھا تو اول تو یہ سمجھا کہ شاید مقصود گھر میں ہو جب کئی دن ہو گئے تو حضرت سے دریافت کیا کہ حضرت مقصود کہاں ہے فرمایا کون مقصود؟ عرض کیا حضرت کا پوتا وہ ہم لوگوں سے پہلے ایک قافلہ میں آیا ہے۔ فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون'' بس جی کہیں گم ہوگیا۔ اور ایک بار یہ فرما کر خاموش ہوگئے پھر حج کے لئے عرفات تشریف لے گئے اور خدام سے فرمایا کوئی مسجد میں نماز کو جائے گا دیوان جی اللہ دیا نے عرض کیا حضرت میں جاؤں گا۔ فرمایا فلاں جگہ کنوئیں کے فلاں جانب ایک لڑکا سانولا ایک آنکھ کا رو رہا ہے اسے لے آنا۔ انہوں نے دیکھا کہ واقعی ایسا ایک لڑکا کھڑا رو رہا ہے یہ اس کو لے آئے مزدلفہ تک مقصود کو حضرت نے اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھلا

لیا۔اس نے تمام راستہ مولانا کی شکایت کا دفتر کھول دیا۔اور مولانا کا اونٹ ایک اونٹ کے فصل سے حضرت کے اونٹ کے پیچھے تھا حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری مولانا کے ساتھ تھے آواز سب آتی تھی انکو یقین ہو گیا کہ بس آج مقصود نے حضرت کو مولانا سے ضرور خفا کر دیا۔مگر مولانا وہ کوہ وقار تھے کہ ان پر کچھ اثر ظاہر نہیں حضرت شکایتیں سنتے رہے اور تسبیح پڑھتے تھے۔جب مزدلفہ آیا اور اونٹ سے اترنے لگے اس وقت حضرت نے فرمایا مقصود تو نے جو شکایات کی ہیں میں تجھے جھوٹا نہیں کہتا مگر مولوی رشید احمد نے جو کچھ کیا ہے وہ میری محبت میں کیا تیرے بغض میں نہیں کیا۔پھر مکہ میں جب مجلس میں سب جمع ہوتے تو حضرت فرماتے مقصود بتلا ان سب میں تیسرا سب سے بڑا دشمن کون ہے مقصود کہتا کوئی نہیں۔تو مولانا کی طرف اشارہ کر کے فرماتے دیکھ یہ سب سے بڑے تیرے دشمن ہیں چونکہ وہ حضرت مولانا کا معتقد ہو گیا تھا بہت شرمندہ ہوا۔اس مقصود کو پیرانی صاحبہ عربی سکھاتی تھیں کہ جب کسی دکان پر جاؤ اور کسی چیز کی قیمت پوچھنا چاہو تو یہ کہا کرو یا عم ھذا بکم میاں مقصود یا عم ھذا بکم یا عم ھذا بکم کو سبق کی طرح رٹ رہے تھے مگر جب دکان پر پہنچے تو بھول گئے اور کہنے لگے یا عم انت بکم وہ سنکر بہت ہنسا۔

اعتقاد

۲۱۵-فرمایا حضرت نے مولانا گنگوہیؒ سے فرمایا مولوی صاحب ہمارے گھر میں تم سے مرید ہونا چاہتی ہیں مرید کرلو۔مولانا نے عرض کیا حضرت آپ کے ہوتے ہوئے فرمایا اسکا مدار اعتقاد پر ہے ان کو مجھ سے اعتقاد نہیں تم سے اعتقاد ہے۔مولانا نے گھر میں بھی فرمایا کہ حضرت کے ہوتے ہوئے مجھے کیا مناسب ہے انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ مجھے ان سے اعتقاد نہیں تم سے اعتقاد ہے۔

بزرگوں کا کہنا ماننا ہی ادب ہے

۲۱۶-فرمایا مولانا گنگوہیؒ جب اول بار حضرت کی خدمت میں تھانہ بھون آئے تھے اس وقت مولانا شیخ محمد صاحب سے ایک مسئلہ میں اختلاف تھا خط و کتابت کیا کرتے تھے خیال ہوا کہ خط و

کتابت سے زیادہ فائدہ نہیں ہوتا زبانی گفتگو کرلیں گے۔ مولانا اصل میں ایک برات میں رامپور آئے تھے وہاں خیال ہوا کہ تھانہ بھون چلیں۔ حضرت کو اس گفتگو کے ارادہ کی اطلاع ہوئی تو منع فرمادیا۔ حافظ محمد ضامن صاحب بہت تیز تھے فرمایا۔ نہیں جی گفتگو کرو مگر حضرت کے فرمانے کے بعد کیسے کرتے۔ پھر یہ داعیہ ہوا کہ بیعت کرلو۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ہوا کہ طور پر تشریف لائے کس ارادہ سے اور مل گئی کیا دولت اور مولانا محمد قاسم صاحب کو اس کے قبل بیعت کر لیا تھا۔ مگر مولانا گنگوہیؒ نے کئی روز بعد درخواست کی اس لئے ان کی بیعت کئی دن بعد ہوئی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ کچھ روز اور دیکھ لیا ہوتا۔ بیعت میں حضرت طالب سے یہ کہلواتے تھے کہ کہو بیعت کی میں نے امداد اللہ سے۔ سب یوں ہی کہہ دیتے تھے۔ مگر حضرت گنگوہیؒ نے اس طرح فرمایا بیعت کی میں نے حضرت مرشد مولانا امداد اللہ صاحب سے تو فرمایا تم سمجھے۔ مولانا چالیس روز حضرت کی خدمت میں رہے۔ چلتے وقت حضرت نے فرمایا مجھ کو جو دینا تھا دیدیا اگر کوئی اللہ کا نام پوچھے بتادیا کرو (جس کا حاصل بیعت وتلقین کی اجازت دینا تھا) مولانا بہت صاف تھے عرض کیا نا حضرت میں کسی کو مرید نہیں کروں گا مجھ میں ہے ہی کیا تیز ہوکر فرمایا ہم جانتے ہیں یا تم، مولانا ادب سے خاموش ہوگئے پھر جب گنگوہ پہنچے تو ایک بی بی تھیں مسماۃ کلثوم (غالباً یہی نام تھا) انہوں نے مولانا سے بیعت ہونے کی درخواست کی مولانا نے عذر فرمادیا۔ اتفاق سے اس زمانہ میں حضرت بھی گنگوہ تشریف لے آئے ان بی بی نے حضرت سے شکایت کی کہ انہوں نے مجھ کو بیعت نہیں کیا حضرت نے مولانا سے فرمایا کیوں صاحب ہم نے کیا کہا تھا۔ عرض کیا اب تو آپ تشریف رکھتے ہیں آپ ہی کر لیجئے فرمایا یہ بھی کوئی بات ہے مجھ سے عقیدت نہیں تم سے ہے اچھا ہمارے سامنے کرو۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت نے جو مولانا سے یہ فرمایا تھا کہ جو کچھ دینا تھا وہ دے دیا اور اس پر مولانا نے عرض کیا میں تو ویسا ہی ہوں اور حضرت نے فرمایا تم جانتے ہو یا ہم، اس کی حقیقت ایک مثال سے سمجھئے کہ مریض جب اچھا ہے جب طبیب کہہ دے کہ تو اچھا ہو گیا خواہ مریض کی سمجھ میں نہ آوے اس لئے تو ایک حکیم فرماتے ہیں۔

بنمائے بصاحب نظرے گوہر خودرا　　عیسیٰ نتواں گشت بتصدیق خرے چند

طریق کا ادب

۲۱۷- فرمایا حضرت حاجی صاحب اتنا ادب کرتے تھے طریق کا کہ جولوگ حضرت کے خلفاء سے بیعت ہوتے اور وہاں تجدید کرنا چاہتے کہ برکت بڑھ جائے تو حضرت بیعت نہیں کرتے تھے ایک ناواقف صاحب نے دریافت کیا کہ آپ بھی تو اس زمانہ میں بیعت فرمایا کرتے تھے فرمایا میں تو بعد غدر پیدا ہوا ہوں اور غدر ۱۲۷۴ء میں ہوا ہے اور میری ولادت ہے ۱۲۸۰ء کی تو میں اس وقت بیعت کیسے کرسکتا ہوں۔

حضرت گنگوہیؒ کا حضرت حاجی صاحب کے پاس قیام

۲۱۸- ایک صاحب نے پوچھا کہ کیا حضرت گنگوہیؒ کا قیام حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں زیادہ نہیں رہا۔ فرمایا ابتداء میں صرف چالیس روز قیام رہا۔ مگر پھر بار بار آنا جانا رہا۔

مولانا یعقوب صاحب کی عفت اور تقویٰ

۲۱۹- فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب کو ایک صاحب نے بچپن میں بھی دیکھا تھا۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ یہ ابتداء سے ہی عفیف اور متقی تھے اور ایک صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ جب غدر کی ہڑبونگ ہوئی مولانا کی تنخواہ ڈیڑھ سوروپیہ تھی مدارس کے ڈپٹی انسپکٹر تھے۔ تو چھ مہینہ کی تنخواہ نوسوروپیہ اکٹھی ملنے لگی مگر انکار فرمادیا کہ میں نے کام نہیں کیا۔ حکام نے عرض بھی کیا کہ آپ کام کے لئے آمادہ تو رہے فرمایا نہیں جب کام نہیں کیا تو تنخواہ نہیں لیتا۔

مولانا یعقوب صاحبؒ کا ایک خواب

۲۲۰- فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب کا خیال جب دیوبند میں مکان بنانے کا ہوا تو مولانا نے دعا فرمائی چنانچہ اتنی رقم آ گئی کہ اس سے مکان بن گیا۔ پھر خواب میں جنت دیکھی اور اس میں ایک مکان دیکھا۔ نہایت عالی شان مگر اسکا ایک کنگرا ٹوٹا ہوا ہے پوچھا یہ مکان کس کا ہے تو

کسی نے کہا محمد یعقوب کا پھر پوچھا کہ اس کا کنگرہ ٹوٹا ہوا کیوں ہے جواب ملا انہوں نے دنیا میں مانگ لیا مولانا کا مقام ادلال یعنی ناز کا تھا۔ عرض کیا کہ حضور اگر کنگرے توڑ دیئے جائیں گے تو ہم تو سارا مکان کھا جائیں گے آپ کے خزانہ میں کیا کمی ہے اپنے خزانہ ہی سے عطا فرمایئے پھر معلوم نہیں کیا ہوا۔

تعلیم کا شوق

۲۲۱- فرمایا مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب کبھی کبھی دہلی تشریف لاتے تھے اور یہ مولانا کی طالب علمی کے زمانہ کا قصہ ہے۔ مولانا اس وقت مولانا محمد یعقوب صاحب کے والد ماجد مولانا مملوک علی صاحب سے پڑھتے تھے مولانا مملوک علی صاحب درس کے بہت پابند تھے کبھی ناغہ نہ فرماتے تھے۔ مگر ایک بار حضرت حاجی صاحب تشریف لائے تو مولانا نے فرمایا لو بھائی حاجی صاحب آ گئے اب سبق نہ ہو گا تو ہم کو بڑا غصہ آیا کہ یہ کہاں کے حاجی صاحب آئے کہ سبق ہی کا حرج ہو گیا اور یہ خبر نہ تھی کہ ہمیشہ ہی کا سبق چھڑا دیں گے کیونکہ پھر درس تدریس کا وہ رنگ نہیں رہتا چھڑانے کا یہی مطلب ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی مقبولیت

۲۲۲- فرمایا حضرت حاجی صاحبؒ کی ایسی مقبولیت تھی کہ امراء و غرباء اور قلعہ کی بیگمات اور شہزادے وغیرہ سب ہی ادب کرتے تھے۔ مشائخ اعراس وغیرہ میں بلاتے مگر حضرت جاتے نہ تھے۔ ان لوگوں نے ایک بار عرض کیا کہ آپ تو چشتی ہیں گو آپ شریک نہ ہوں مگر آپ کے سلسلہ کے علماء سماع سے کیوں منع کرتے ہیں۔ صوفیوں کو مولویانہ جواب کیا مفید ہوتا ہے اس لئے فرمایا علماء کو کیا منع کر دوں۔ دیکھتے ہو سماع کا کیا حال ہو گیا ہے منع کے قابل تو ہو ہی گیا ہے۔

اہل اللہ کسی کا دل نہیں توڑتے

۲۲۳- فرمایا قسطنطنیہ میں ایک سلسلہ مولویہ جو کہلاتا ہے مولانا رومی کی طرف منسوب ہے اس سلسلہ کے ایک شخص جو نے بہت اچھی بجاتے تھے حج کرنے آئے۔ حضرت کی ایسی مقبولیت تھی

کہ وہ بھی اعتقاد کے ساتھ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری نے سن لیجئے ۔ حضرت نے نہ سنی نہ دل شکنی کی ۔ یہ ارشاد فرمایا کہ میں اس فن کو جانتا نہیں تو ناشناس کے سامنے کمال کا پیش کرنا اس کو ضائع کرنا ہے اس لئے معاف رکھو ۔ البتہ اگر ہمارے مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی ہوتے تو وہ اس کے قدر دان تھے ۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں رسوم عرفیہ بالکل نہ تھیں

۲۲۴ - فرمایا مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی جب مکہ معظمہ گئے وہاں بہت شیوخ جمع تھے تردد ہوا کہ کس سے رجوع کریں ۔ خواب میں شیخ محب اللہ الہ آبادی کو دیکھا فرماتے ہیں ۔

باغ مرا چہ حاجت سرو صنوبر ست ۔۔۔ شمشاد خانہ پرور ما از کہ کمتر ست

سمجھ گئے کہ اشارہ حاجی صاحب کی طرف ہے کیونکہ ان مشائخ میں صرف حضرت شیخ کے سلسلہ میں تھے ۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کسی نے مولانا موصوف سے کہا کہ آپ نے حضرت حاجی صاحب میں کیا دیکھا کہ بیعت ہو گئے ۔ فرمایا اسی سبب سے بیعت ہو گئے کہ وہاں کچھ نہیں دیکھا یعنی کوئی بات رسوم عرفیہ کی نہیں دیکھی پھر فرمایا کہ اوپر کے مجموعی واقعات سے ظاہر ہوا کہ حضرت کے یہاں سب مختلف طبقات و مسالک کے لوگ سب جمع ہو جاتے تھے جیسے سمندر میں سب دریا آ کے جمع ہو جاتے ہیں حضرت ایسے اختلاف کے متعلق یہ فرمایا کرتے تھے ۔

اختلاف خلق از نام اوفتاد ۔۔۔ چوں بمعنی رفت آرام اوفتاد

مولانا سلیمان صاحب پھلواری کی ظرافت

۲۲۵ - فرمایا ایک بار مولوی سلیمان صاحب پھلواری جو بہت ظریف تھے فرمانے لگے کہ میں تھوڑا سا بدعتی ہوں سماع سن لیتا ہوں اور تھوڑا سا غیر مقلد ہوں جمع بین الصلوٰتین کر لیتا ہوں اور جانے کیا کیا ہوں ۔ اسی سلسلہ میں فرمایا ایک دفعہ بہت سے مولوی جمع تھے اور کئی صاحبوں کا نام سلیمان تھا تو مولوی صاحب نے کہا سلیمان تو یہاں کئی ہیں مگر سلیمان بن داؤد ایک ہی ہیں ان کے والد کا نام داؤد تھا ۔ مولوی صاحب کی ظرافت ہی کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ ایک دفعہ مولوی

صاحب نے وعظ میں ایک قصہ بیان کیا کہ ایک صاحب غیر مقلد بہت لڑاکا تھے ایک مسجد میں انہوں نے آمین بالجہر کہی اس وقت جماعت میں ایک گاؤں کا آدمی بھی تھا اس نے کہا کہ ہمارے گاؤں میں آ کر آمین کہو۔ پوچھا تمہارا گاؤں کہاں ہے اس نے پتہ نشان بتایا یہ بزرگ قصداً وہاں گئے اور نماز پڑھی آمین جہر سے کہی پھر کیا تھا لوگوں نے رفع یدین شروع کر دیا۔

اسی سلسلہ میں فرمایا مولوی سلیمان صاحب مثنوی خوب پڑھتے تھے اور لوگ اسی شوق میں ان کے وعظ میں بیٹھتے تھے ان کا طرز ادا اور آواز دونوں چیزیں بہت اچھی تھیں اسی سلسلہ میں فرمایا کہ شاہ تجمل حسین مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے خادموں میں بڑے ظریف تھے وہ ہر چیز کی رجسٹری کیا کرتے تھے۔ ایک بار فرمانے لگے میں مولانا احمد حسن صاحب امروہی کے تو حسن کی رجسٹری کرتا ہوں اور مولوی سلیمان صاحب کی خوش آوازی کی۔

شاہ تجمل حسینؒ کا ذوق وشوق

۲۲۶- ان ہی شاہ تجمل حسین صاحب کے متعلق فرمایا کہ یہ صاحب ذوق وشوق تھے۔ ایک روزہ مکہ مکرمہ میں شافعی امام کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ اکثر شافعی امام خوش الحان تھے لمبی لمبی سورتیں پڑھا کرتے تھے جس سے ذوق وشوق میں ترقی ہو جاتی تھی امام نے اپنے مذہب کے موافق دوسری رکعت میں رکوع کے بعد ہاتھ اٹھا کر **اللھم اھدنی فیمن ھدیت الخ** پڑھا۔ مقتدی سب آمین کہہ رہے تھے اس منظر کو دیکھ کر ان کو بھی جوش ہوا دعائے قنوت تو یاد نہ تھی آپ نے بھی ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگنا شروع کی۔

پادشاہا جرم ما در گذار ما گنہگاریم وتو آمرزگار

یہ طویل مناجات ہے شیخ فرید عطار کی۔ عرب لوگ تو خاموش رہے مگر ہندیوں نے بڑا شور مچایا یہ نماز میں تم نے کیا پڑھا نماز کہاں رہی۔ حضرت حاجی صاحب نے بھی سنا تو ہنسنے لگے مگر کچھ فرمایا نہیں۔ دیکھئے حضرت کی فقہ کی ایسی جزئیات پر نظر نہ تھی مگر کیا وہی جو فقہاء کا فتویٰ ہے یعنی نماز میں غیر عربی زبان میں دعا ناجائز ہے۔ مگر اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ باقی ناجائز فعل پر حضرت

نے نکیر کیوں نہیں فرمائی تو اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت کو ان کے غلبہ حال پر نظر تھی۔ یہی شاہ تجمل حسین صاحب کہا کرتے تھے کہ میں حضرت کا قوال ہوں غالباً حضرت ان سے مثنوی سنتے تھے۔

بعض لوگ نفل کا تو اہتمام کرتے ہیں مگر فرض کا خیال نہیں کرتے

۲۲۷- فرمایا ایک صاحب جو حج فرض کر چکے تھے نفل حج کے لئے جارہے تھے میں نے کہا کہ بعضے ضعفاء حج نفل تو ادا کرتے ہیں اور فرض نماز کو قضا کرتے ہیں ایسوں ہی کے لئے حضرت مسعود بک فرماتے ہیں ۔

اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید ۔۔۔ معشوق در یناست بیائید بیائید

اور مولانا فرماتے ہیں ۔

حج زیارت کردن خانہ بود ۔۔۔ حج رب البیت مردانہ بود

اعتدال مطلوب اور غلو غیر مطلوب ہے

۲۲۸- ایک صاحب نے عرض کیا کہ مشہور یہ ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم نے پیدل حج کیا ہے اور راستہ میں نماز پڑھتے جاتے تھے فرمایا میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ سیر کی کتابوں سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جہاز میں گئے تھے پیدل نہیں حج کیا پھر فرمایا کہ شیخ سعدی نے تو اس مبالغہ پر نکیر کیا ہے جہاں یہ حکایت لکھی ہے ۔

شنیدم کہ مردے براہ حجاز ۔۔۔ بہر خطوہ کردے دو رکعت نماز

پھر الہام ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ جتنا وقت اس میں صرف کرتے ہیں دوسرے اور ضروری کاموں میں کیوں نہ صرف کریں اور اکابر نے تو ایسا ہی کیا ہے کہ ایسی کاوش نہیں کی مگر ناواقف لوگوں کا اب اس اعتدال سے اعتقاد ہی جاتا رہا۔ وہ غلو ہی کو بزرگی سمجھتے ہیں مگر یہ نفس کی پیروی ہے۔

مغلوب الحال معذور ہوتا ہے

۲۲۹- ایک صاحب نے حضرت رابعہ بصریہ کا ایک قصہ بیان کیا جو ظاہراً حدود سے باہر تھا ان ہی کی حکایت ہے کہ ایک دفعہ حج کیا اور حج کے بعد یہ دعا کی کہ اے اللہ میں ہر حال میں مستحق اجر

ہوں خواہ حج قبول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اگر قبول ہوا تو حج مبرور پر ثواب کا وعدہ ہے اور اگر نہ قبول ہوا ہوتو یہ ایک بڑی مصیبت ہوگی کہ اتنی مشقت کا یہ انجام ہوا جیسے شاعر کہتا ہے ۔

از درد دست چہ گویم بچہ عنوان رفتم　　ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رفتم

اور مصیبت زدوں سے بھی آپ کا وعدہ ہے اجر دینے کا۔ ان مجاذیب کے بعض واقعات کی توجیہات نہیں ہوسکتیں اگر ہوں بھی تو محض تکلف، اس لئے یہی کہا جائے گا کہ غلبۂ حال تھا جس میں صاحب واقعہ معذور ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے چھوٹے بچے داڑھی پکڑ لیتے ہیں مگر کسی کو گراں نہیں گزرتا۔ اور اگر کوئی بڑے صاحب یہ حرکت کریں تو دیکھئے ان کی کیا گت بنے اور اگر وہ معذور کی تقلید کا عذر کرے تو اس سے یہ کہا جاوے گا کہ ۔

نازرا روئے بباید ہمچو ورد　　چوں نداری گرد بدخوئی مگرد

زشت باشد روئے نازیبا و ناز　　عیب باشد چشم نابینا و باز

پیش یوسف نازش وخوبی مکن　　جز نیاز و آہ یعقوبی مکن

چوں تو یوسف نیستی یعقوب باش　　ہمچو او با گریۂ و آشوب باش

اور اگر کبھی غلبہ کے ساتھ مقاومت کی بھی قدرت ہو پھر مقاومت نہ کرے تو گوشمالی بھی ہو جاتی ہے، چنانچہ:-

ایضاً

۲۳۰- ایک بزرگ تھے ناز والے شکستہ حال پراگندہ۔ ایک شہر کے دروازے پر پہنچے تو شہر پناہ بند۔ لوگوں سے پوچھا کہ دن میں شہر پناہ کیوں بند ہے۔ جواب ملا کہ بادشاہ کا باز چھوٹ گیا ہے اس لئے دروازے بند کردیئے کہ کہیں نکل نہ جائے۔ آپ نے عرض کیا کہ حضور ایسوں کو تو سلطنت دے رکھی ہے جن میں اتنی بھی عقل نہیں ایک ہم ہیں عقل بھی علم بھی مگر ضروریات سے بھی تنگ اس پر عتاب ہوا اور ارشاد ہوا کیا تم اس پر راضی ہو کہ تمہارا علم وورع اور افلاس اس کو دے دیا جائے اور اس کی سلطنت اور بے عقلی تم کو دیدی جائے بس کانپ اٹھے اور توبہ کی۔

حضرت پر قبض کی حالت کا طاری ہونا

۲۳۱-فرمایا ایک دفعہ مجھے شدید قبض ہوا اور اتنی پریشانی تھی کہ وسوسے آتے تھے کہ خودکشی کر لوں بس یہ حال تھا کہ۔

اس درد دل سے موت ہو یا دل کو تاب ہو قسمت میں جو لکھا ہے الٰہی شتاب ہو

ایک دن یہ وسوسہ غالب ہوا کہ کام کرنے والے میں حسب استعداد طلب بھی ہے جس پر عطا کا مدار ہے اور ان کو اس طلب کا علم بھی ہے اور وہ عطا پر قادر بھی ہیں کہ جلد کامیاب کر دیں اور وہاں رحمت بھی ہے کہ قدرت کے مقتضا کی تکمیل فرما ہی دیں تو پھر کامیابی میں دیر کیوں ہوتی ہے اسی الجھن میں مثنوی کھولی تو ایسا صاف جواب نکلا کہ سب شبہات دور ہو گئے۔

چارہ می جوید پئے من درد تو می شنودم دوش آہ سرد تو

اس میں طلب اور علم کا اثبات ہے۔

می توانم ہم کہ بے ایں انتظار رہ نمایم واد ہم راہ گذار

اس میں قدرت کا اثبات ہے۔

تا ازیں طوفان دوراں وارہی بر سر گنج وصالم پا نہی

اس میں رحمت کی طرف اشارہ ہے۔

لیک شیرینی ولذات مقر ہست بر اندازۂ رنج سفر

آنگہ از فرزند وخویشاں برخوری کز غریبی رنج ومحنت ہا بری

اس میں جواب ہے اثبات حکمت کے ساتھ۔ حاصل اس جواب کا یہ ہوا کہ سب مقدمات تو ذہن میں لائے مگر حکمت کا مقدمہ ذہن میں نہ لائے کہ حکمت اسی کو مقتضی ہے بس یہ دیکھ کر بہت ہی تسلی ہوئی اور سچ تو یہ ہے کہ اگر مولانا زندہ ہوتے اور میں ان کو اپنی حالت کا خط لکھتا تو وہ جواب میں یہی لکھتے۔

مثنوی کے متعلق رائے

۲۳۲-مگر اسی کے ساتھ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ مثنوی کا دیکھنا ہر شخص کو جائز نہیں گو میں خود اس

میں مبتلا ہوں ہاں اس شخص کے لئے مثنوی نافع ہے جسے اس فن سے کامل مناسبت ہو ورنہ نہیں جیسے قرآن شریف کا ترجمہ کہ عوام کو تو پڑھنا خطرناک ہے لیکن جن لوگوں کو مناسبت ہے کہ سب ضروریات پر نظر رکھتے ہیں ان کو جائز ہے ۔اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ترجمہ قرآن شریف پر یاد آیا۔ تحصیل کنڈہ میں ایک تحصیلدار صاحب میرے دوست تھے انہوں نے مجھ کو بلایا تھا وہاں ایک ابلمد ملے بوڑھے اور بہت نیک قرآن کی تلاوت کے پابند تہجد کے پابند مترجم قرآن شریف لائے اور یہ آیت نکالی''یا ایھاالذین امنوا لا تقولو اراعنا''اور کہنے لگے کیا تلاوت میں لفظ ''راعنا''چھوڑا جائے کیونکہ قرآن شریف میں اس سے منع فرمایا ہے کہ نہ کہو''راعنا''میں نے کہا کہ میں اس واقعہ کو دیکھ کر فتویٰ دیتا ہوں کہ تم کو ترجمہ دیکھنا حرام ہے اور ایسے شخص کے لئے ایسا فتویٰ کیونکر نہ دوں جس نے یہ معنیٰ لئے''لا تقولوا''کے کہ قرآن شریف میں بھی نہ پڑھو۔

غرض جس طرح طب کی کتابیں مفید تو ضرور ہیں مگر طبیب کے لئے مفید ہیں۔مریض کے لئے مفید نہیں ایسے ہی قرآن شریف کے ترجمہ کا مطالعہ علوم دینیہ کے واقف کے لئے تو بہت مفید مگر جاہل کے لئے مضر۔آج کل پنجاب میں کثرت سے اور بھی بعض جگہ ترجمہ قرآن شریف کا بہت رواج ہو گیا ہے اور ان ترجمہ سنانے والوں پڑھانے والوں میں بعض نے تو ایسی تفسیر بالرای کی ہے کہ تحریف تک کی نوبت آ گئی۔

فقط از جامع دوشنبہ ۲۳ رجب کو احقر سامان درست کرنے کی ضرورت سے بعد عصر شریک مجلس نہیں ہوا۔اور سہ شنبہ ۲۴ رجب کو صبح آٹھ بجے کی گاڑی سے حضرت اقدس نے تھانہ بھون کی طرف تشریف بری شروع فرمادی۔اس لئے جس قدر ملفوظات لکھنؤ میں احقر نے ضبط کئے تھے افادۂ عام کے لئے پیش ہیں۔امید ہے کہ حضرات ناظرین صاحب ملفوظات و جامع و ناشر سب کے لئے دعا فرمائیں۔

احقر جمیل احمد تھانوی عفا اللہ عنہ

۱۰ رمضان ۱۳۵۷ھ

ملفوظات

اسعدُالابرار

جمع کنندہ

حضرت اقدس مولانا سید محمد ابرارالحق صاحب دام ظلہم

خلیفہ مجاز بیعت حکیم الامت حضرت تھانویؒ

تصحیح کنندہ

حضرت اقدس مولانا اسعدُاللہ صاحبؒ رامپوری

خلیفۂ مجاز حکیم الامت حضرت تھانوی

و

سابق ناظم مدرسہ مظاہرالعلوم سہارنپور

بزمانۂ قیام لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی نبیہ الکریم

رجب ۱۳۵۷ھ روز جمعہ بر مکان مولوی محمد حسن صاحب

محلہ مولوی گنج

ایک غلطی کی اصلاح

۱- کرنال کے ایک نواب زادہ کا خط آیا تھا اس میں جواب کے لئے ٹکٹ رکھا تھا پتہ لکھا ہوا لفافہ نہ تھا اور حضرت اقدس کا معمول یہ ہے کہ ایسی صورت میں پتہ اپنے قلم مبارک سے تحریر نہیں فرماتے ہیں بلکہ خط کے اس حصہ کو جہاں کاتب نے اپنا پتہ خود لکھا ہے اوپر کر کے ٹکٹ چسپاں فرما دیتے ہیں تا کہ پتہ میں کسی قسم کی غلطی کا بھی احتمال نہ رہے۔ اور کاتب کو یہ تنبیہ بھی ہو جائے کہ بلا ضرورت و بلا استحقاق اپنے کام کا بار دوسروں پر نہ ڈالنا چاہئے۔ چنانچہ نواب صاحب کے خط کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا اور اس پر یہ بھی تحریر فرمایا کہ اگر خود لفافہ لکھ دیا جاتا تو مجھ کو سہولت ہوتی۔ پھر فرمایا کہ ان کے لئے یہی جواب مناسب ہے اور اصلاح کے لئے یہی کافی ہے۔ البتہ عام طور پر یہ لکھا کرتا ہوں کہ اگر لفافہ ہوتا تو مجھ کو تکلیف نہ ہوتی۔ اس واقعہ پر وصّل صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے نواب صاحب کے لئے اپنا لفافہ غالباً اس وجہ سے خرچ نہیں کیا کہ ان کی اصلاح بھی ہو جائے کہ دوسرے کو خط لکھا جائے تو لفافہ پر پتہ خود لکھنا چاہئے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ہم آپ کی نوابی اور ریاست سے متاثر نہیں ہوتے ہیں کہ دب کر بے اصول کام کریں اس طریقہ سے علماء کا وقار قائم رہتا ہے۔ البتہ ان کی نوابی کی اس قدر رعایت ضرور فرمائی کہ نسخہ

حسب مزاج نرم تجویز فرمایا گیا۔ چنانچہ تکلیف کا اظہار بھی نہیں کیا البتہ دوسری شق میں راحت کا ہونا بتلا دیا۔ یہ سن کر فرمایا کہ جی ہاں یہی مصلحتیں ہیں جن کی طرف ہر ایک کا ذھن بھی نہیں جاتا اور میں ہر مقام کہاں تک اسرار و مصالح بیان کروں اور کچھ ضرورت بھی نہیں اور اعتراض سے بچنا یہ کوئی ضرورت نہیں۔

ابن القیم اور ابن تیمیہ کے بارے میں ارشاد

۲- فرمایا ابن القیمؒ اور ابن تیمیہ دونوں استاد شاگرد بہت سے مسائل میں منفرد ہیں یہی وجہ ہے کہ جماہیر علماء ان سے خوش نہیں لیکن باوجود اس کے خود علماء ان کے علم و فضل کی بہت عظمت کرتے ہیں۔ ایک عالم صاحب سے کسی نے انکے متعلق دریافت کیا کہ یہ دونوں بزرگ کس پایہ کے تھے۔ انہوں نے ایک عجیب عنوان سے جواب دیا کہ "**علمهما اكثر من عقلهما**" یعنی ان دونوں بزرگوں کا علم و فضل ان کی عقل و اجتہاد سے زائد ہے۔ اس جواب سے ان کا صحیح درجہ بھی بتا دیا کہ ان کی نقل تو معتبر ہے مگر ان کا اجتہاد جمہور کی مخالفت میں غیر معتبر ہے۔ اور ان کے علم کے احترام کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا ورنہ اس مضمون کو دوسرے بھدے عنوان سے بھی بیان کیا جا سکتا تھا۔ مثلاً "**عقلهما اقل من علمهما**"۔ اس اختیار فرمودہ عنوان سے جہاں علم کی عظمت معلوم ہوئی وہاں عقل کی قلت کی جانب بھی لطیف اشارہ ہو گیا اور دوسرے عنوانات سے یہ بات حاصل نہ ہوتی۔

توسل کی حقیقت

۳- ایک صاحب نے توسل کی حقیقت اور اسکے جواز و عدم جواز کے متعلق سوال کیا حضرت اقدس نے جواب میں حسب ذیل مبسوط تقریر فرمائی۔ توسل لغت میں تقرب اور نزدیکی کو کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں ہے "**وابتغوا اليه الوسيلة**" یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو۔ بعض حضرات نے بلا دلیل الوسیلۃ کی شیخ و مرشد کے ساتھ بالتخصیص تفسیر کی ہے حالانکہ اس خصوصی تفسیر کی کوئی ضعیف دلیل بھی موجود نہیں۔ ہاں شیخ وسیلہ کے عموم میں آ سکتا ہے اور اسکا ایک فرد

بن سکتا ہے کیونکہ وسیلہ کے معنی ہیں "ما یتقرب به الی الله تعالیٰ" یعنی ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہو اور چونکہ شیخ سے بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اس لئے اس کو بھی وسیلہ کے عموم میں داخل کیا جا سکتا ہے۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ اسباب قرب میں سے ایک شیخ بھی ہے باقی بالتخصیص شیخ کے ساتھ تفسیر کرنا صحیح نہیں۔ اور بعض نے تو اس سے بھی زائد غضب کیا۔ کہا کہ وسیلہ سے آیت میں بیعت شیخ مراد ہے یہ تو بالکل تحریف ہی ہے۔ ہاں وسیلہ کے عموم میں شیخ کی تعلیم تلقین اور اصلاح داخل ہو سکتی ہے باقی بیعت وہ صرف اس تعلیم و تلقین کی اتباع کا معاہدہ ہے خود وہ اسباب قرب سے نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ وسیلہ کے حاصل معنی حق تعالیٰ سے تقرب حاصل کرنے کے ہیں باقی اس توسل کی ایک خاص صورت ہے یعنی یہ دعا کرنا کہ یا اللہ فلاں بزرگ کے وسیلہ سے ہماری فلاں مراد پوری کر۔ اس کو جمہور جائز کہتے ہیں اور ابن تیمیہؒ منع کرتے ہیں اور چونکہ اسکی ممانعت کی دلیل نہیں۔ چنانچہ عنقریب اسکی تحقیق آتی ہے اس لئے اس توسل کو منع کرتے ہیں۔ جو استعانت و استغاثہ تک پہنچ جائے کیونکہ اس سے شرک لازم آتا ہے اور ایسے توسل کو سب علماء منع کرتے ہیں اب میں توسل کی اس خاص صورت کی حقیقت بیان کرتا ہوں اسکے متعلق مجھ کو بہت دنوں تردد رہا کہ ان الفاظ کے معنے کیا ہیں۔ ایک دفعہ حضرت مولانا گنگوہیؒ سے دریافت کیا کہ حضرت یہ جو کہتے ہیں کہ اے اللہ تعالی ہمارا یہ کام فلاں بزرگ کے واسطے سے کر دیجئے اس کی کیا حقیقت ہے اور واسطہ کے کیا معنی۔ اخیر عمر میں حضرت کی ظاہری بینائی نہیں رہی تھی اور آواز سے پہچانا نہیں اس لئے دریافت فرمایا کہ کون دریافت کرتا ہے میں نے عرض کیا اشرف علی۔ حضرت کو میرا نام سن کر اپنے حسن ظن کی وجہ سے تعجب ہوا فرمایا تم پوچھتے ہو؟ میں خاموش ہو گیا اور پھر دریافت نہیں کیا کیونکہ میں نے قرائن سے سمجھ لیا کہ حضرت کو اس وقت جواب میں نشاط نہیں۔ لہذا دوبارہ سوال کر کے بار ڈالنا ادب کے خلاف ہے۔ پھر اسی سلسلہ میں جملہ معترضہ کے طور پر فرمایا کہ تحصیل درسیات میں بھی میرا یہی معمول رہا ہے کہ استاد کو جب بشاش نہیں دیکھتا تھا تو دریافت نہیں کرتا تھا (ماہرین فن تعلیم نے بھی طلبہ کے لئے یہی تجویز کیا ہے) اور دوسرے وقت پر اٹھا رکھتا تھا۔ استاد تو استاد ہے۔ اسکا بڑا درجہ ہے۔ میرا تو یہ دستور ہے کہ ادنیٰ

سے ادنیٰ مسلمان پر بھی کسی قسم کا بار ڈالنا پسند نہیں کرتا حتی کہ اپنے ذاتی تنخواہ دار ملازموں سے بھی کہہ رکھا ہے کہ اگر تم کو کوئی ایسا کام بتلایا جائے جس کا تم سے بسہولت تحمل نہ ہو اور گرانی ہو تو فوراً مجھے اطلاع کر دینا۔ میں دوسرا انتظام کرلوں گا۔ چنانچہ ملازمین بعض دفعہ صاف کہہ دیتے ہیں کہ یہ کام ہم سے نہیں ہوسکتا میں بخوشی دوسرا انتظام کر لیتا ہوں۔ میں ایسی تو رعایتیں کرتا ہوں لیکن لوگ مجھ کر پھر بھی سخت کہتے ہیں۔ اس کے بعد پھر ماقبل کی جانب عود فرما کر بیان فرمایا کہ پھر حضرت سے سوال نہیں کیا۔ چند روز کے بعد ایک روز میں خانقاہ سے مکان جارہا تھا اور حوض والی مسجد کے قریب پلکھن کے نیچے پہنچا تھا تو خود بخود حضرت کی برکت اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مطلوب سمجھ میں آ گیا۔ الحمدللہ ایسے مواقع خوب یاد ہیں جہاں پر اس قسم کی علمی نعمتیں عطا ہوئی ہیں ۔اس کے بعد اصل مسئلہ کی جانب عود فرمایا کہ اول میں ابن تیمیہ کا مذہب بیان کئے دیتا ہوں پھر توسل کی حقیقت عرض کروں گا۔ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ توسل اعمال صالحہ سے تو مطلقاً جائز ہے اور اعیان میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ زندہ ہوں تو بایں معنی جائز ہے کہ ان سے دعا کی درخواست کی جاتی ہے اور اموات سے ناجائز کیونکہ وہاں یہ معنی متحقق نہیں۔ اور اس پر احادیث سے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ توسل بالاعمال کے جواز پر بخاری کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ تین آدمی ایک غار میں بند ہوگئے تھے اور تینوں میں سے ہر ایک نے اپنے ایک ایک عمل سے توسل کیا یعنی اس کا واسطہ دے کر نجات کی دعا کی۔ اور وہ دعا قبول ہوگئی۔ پھر توسل بالاعیان کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھا ہے کہ انہوں نے استسقاء میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے تو توسل کیا جس کے وہی معنی ہیں کہ ان سے دعا کی درخواست کی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل نہیں کیا ۔اگر غیر احیاء سے توسل جائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے توسل کو اختیار فرماتے۔ جمہور علماء نے اس اخیر جزو کے متعلق بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس ﷺ سے اس لئے توسل کیا کہ امت کو معلوم ہو جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو جائز ہے ہی غیر نبی کے ساتھ بھی جائز ہے نہ یہ کہ موتی کے ساتھ توسل ناجائز ہے۔ غرض ابن تیمیہ موتیٰ کے ساتھ توسل کو مطلقاً ناجائز کہتے ہیں اور جس طرح ابن تیمیہؒ نے اس کی

ممانعت میں غلو کیا ہے اسی طرح بعض جاہل صوفیوں نے جانب جواب میں افراط سے کام لیا ہے ۔ وہ مردہ کو مخاطب کر کے اس سے حاجتیں مانگتے ہیں اور ایک درجہ بین بین ہے کہ مردہ سے حاجت تو نہ مانگے مگر اس سے یہ کہے کہ تم ہمارے واسطے دعا کرو سو اسکا بھی کہیں ثبوت نہیں ۔ اور میں اسکو ناجائز تو نہیں کہتا لیکن چونکہ ثبوت نہیں ہے اس لئے احتیاطاً اس سے احتراز ہی چاہئے ۔ ایک مرتبہ اس کے متعلق مولوی حکیم محمد اسمعیل صاحب گنگوہی سے میری تحریری گفتگو بھی ہوئی ہے ۔ میں نے ایک مضمون میں یہ لکھا تھا کہ اس قسم کے توسل کا نافع ہونا اس وقت ثابت ہوسکتا ہے جب یہ ثابت ہو جائے کہ مردے دعا کرتے ہیں مولوی اسمعیل صاحب نے تلاش کر کے ایسی روایات پیش کیں جن میں اموات کا احیاء کے لئے دعا کرنا منقول ہے مگر میں نے جواب میں لکھا کہ احادیث میں صرف اتنا وارد ہے کہ کسی کے ثواب بخشنے پر موتی اس واہب کی مغفرت کی دعا کرتے ہیں ۔ تو ان سے ایک خاص موقع پر خاص دعا کا ثبوت ہوا ۔ حالانکہ آپ کا دعویٰ عام ہے کہ جس حاجت کے لئے درخواست کی جائے مردے اس کے لئے دعا کرتے ہیں ۔ خاص دلیل سے عام دعویٰ ثابت نہیں ہوسکتا ہے ۔ یعنی احادیث سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ فلاں عمل کی وجہ سے وہ فلاں دعا کرتے ہیں ۔ یہ نہیں معلوم ہوا کہ جو دعا تم چاہو گے وہ کریں گے ۔ لہذا دعویٰ بلا ثبوت ہی رہا ۔ مولوی صاحب اس کی کچھ توجیہہ کرنا چاہتے تھے ۔ میں نے لکھ دیا کہ اب میں جواب کی حاجت نہیں سمجھتا ۔ کیونکہ آپ عموم دعا کی دلیل نہیں پیش کر سکے ۔ اب آپ کو اختیار ہے خواہ رد کیجئے یا خاموش رہئے ۔ دونوں کی تحریریں شائع ہوگئی ہیں ان کو دیکھ کر ہر شخص خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ کیا عقیدہ رکھا جائے ۔ اسی دوران میں میں نے مولوی صاحب کے صاحبزادہ کو لکھ دیا جو مجھ سے دینی تعلق رکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں میرا اور تمہارے والد صاحب کا اختلاف ہے ۔ کسی ایک صورت پر اتفاق نہیں ہوا ۔ اب تم مختار ہو چاہے اپنے والد صاحب کا مسلک اختیار کرو ۔ چاہے میری تحقیق اور رائے کو مانو ۔ انہوں نے نہایت اچھا جواب لکھا کہ والد صاحب کا اور میرا تعلق دنیوی اور حسی ہے اور آپ سے دینی اور معنوی ہے اور یہ مسئلہ بھی دینی ہے اس لئے میں اس میں آپ کے ساتھ ہوں ۔ اور مولوی محمد اسمعیل صاحب سے گو اس مسئلہ میں اختلاف تھا ۔ لیکن ان کو

مجھ سے محبت بہت تھی۔ جب میرے بعض متعلقین حج کو جارہے تھے اور میں بمبئی ان کو رخصت کرنے گیا تو بمبئی میں ان کے صاحبزادہ ملے۔ کہا کہ والد صاحب کا خط آیا ہے اس میں مجھے بتاکید لکھا ہے کہ میں آسائش کا مکان لے کر اس میں حضرت کو ٹھہراؤں اور ہر طرح کی خدمت کا اہتمام رکھوں۔ اگر حضرت نے قیام وطعام منظور نہ فرمایا تو وہ مجھ پر سخت ناراض ہوں گے۔ چنانچہ انہوں نے تین سو روپیہ ماہانہ کے کرایہ کا مکان تجویز کیا۔ اور میں نے اسی میں قیام کیا۔ یہ صاحبزادہ اپنے والد کے بہت فرمانبردار و مطیع تھے۔ اپنی ساری آمدنی ان کے سپرد کر دیتے تھے اور خود اگر کسی شے کی ضرورت ہوتی تو ان سے کہہ کر خرچ لے لیتے تھے۔ ان کی سکونت کا ایک مکان بمبئی میں تھا۔ ان کے والد نے پڑوس کی بے پردگی کی وجہ سے مکان کی ایک کھڑکی بند کردی تھی۔ والد صاحب بمبئی سے وطن چلے آئے اور وہ پڑوسی بھی کہیں چلا گیا اس وقت ان سے کہا گیا کہ اب اس کھڑکی کو کھول دو ہوا آئے گی۔ انہوں نے کہا توبہ توبہ میری کیا مجال کہ جس کھڑکی کو والد صاحب بند فرما گئے ہوں اس کو میں کھول دوں۔ دیکھئے باوجودیکہ والد صاحب کے اس قدر اطاعت گزار تھے لیکن مسئلہ توسل میں ان کا ساتھ نہیں دیا۔ اس کے بعد پھر اصل مضمون کی جانب عود فرمایا کہ توسل بالاعمال کو تو ابن تیمیہؒ بھی جائز کہتے ہیں۔ اگر میں ان کے زمانہ میں ہوتا یا وہ میرے زمانہ میں ہوتے تو میں نہایت ادب سے عرض کرتا کہ حضرت اس توسل بالاعمال کی حقیقت ہے کیا۔ میری سمجھ میں تو اسکی یہ حقیقت آئی ہے کہ جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ اے اللہ فلاں عمل کے طفیل وصدقہ میں یہ کام کردے تو اسکے یہ معنی ہوتے ہیں کہ اے اللہ یہ عمل آپ کے نزدیک محبوب ہے اور آپ کا وعدہ ہے کہ آپ کے عمل محبوب سے جس کو تلبس ہو اس پر خاص رحمت ہوتی ہے اور اس عمل کے ساتھ ہم کو بھی کسب صدور کا تلبس ہے۔ لہٰذا اس تلبس پر جو وعدہ رحمت کا ہے ہم آپ سے اس رحمت کو طلب کرتے ہیں۔ اس حقیقت کو سامنے رکھ کر اگر کوئی توسل بالاعیان بھی کرے تو توسل بالاعیان اور توسل بالاعمال میں کیا فرق ہے پھر خواہ وہ اعیان احیا ہوں، یا اموات کیونکہ اب اس توسل بالاعیان کا حاصل یہ ہوگا کہ اے اللہ یہ بزرگ زندہ یا مردہ آپ کے محبوب ہیں اور آپ کا وعدہ ہے کہ آپ کے محبوب سے جس کو تلبس ہو اس پر رحمت ہوتی ہے اور ہم کو ان

بزرگ کے ساتھ عقیدت ومحبت کا تلبس ہے۔اس لئے ہم آپ کی اس رحمت موعودہ کے طلب گار ہیں۔اب فرمائیے کہ اس میں احیاء اور اموات کا کیا فرق رہ گیا۔مجھ کو یقین ہے کہ اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد ابن تیمیہؒ اگر زندہ ہوتے تو علی الاطلاق توسل بالاعیان الموتی کی ممانعت سے رجوع فرما لیتے مگر اب بھی میں ان کے قول کی یہ توجیہ کرتا ہوں کہ توسل ممنوع سے مراد ان کی وہ توسل ہے جو فریاد واستغاثہ تک پہنچا ہوا ہو۔اور مطلقاً توسل بالموتی کی ممانعت نہیں کرتے ہیں یا یہ توجیہ کی جائے کہ توسل ممنوع تو وہی توسل ہے جو فریاد واستغاثہ کی شکل میں ہو مگر انہوں نے سدالللباب مطلقاً ممانعت کر دی تا کہ عوام جائز توسل سے ناجائز میں نہ پھنس جائیں۔کیونکہ توسل صرف مباح اور جائز ہی ہے۔مقاصد واجبات سے تو ہے نہیں اور جس جائز امر سے فتنہ وگمراہی کے پھیلنے کا اندیشہ ہو۔اگر اہل علم اس سے روک دیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ نہ مطلقاً توسل بالموتی کی ممانعت ہے جیسے ابن تیمیہؒ کا ظاہر قول ہے اور نہ یہاں تک جواز کا ثبوت ہے کہ ان سے حاجات یا بدرجہ احتیاط دعا کی درخواست کی جائے۔بین بین درجہ وہ ہے کہ جس کو میں نے بیان کر دیا ان کے طفیل سے دعا کر لیجائے جس کی حقیقت طلب رحمت موعودہ بالتلبس ہے خواہ تلبس صدور کا ہو کما فی الاعمال خواہ محبت کا ہو کما فی الاعیان۔پس اعتدال پر رہ کر افراط وتفریط سے بچنا لازم ہے۔

سماعِ موتیٰ

۴-ایک صاحب نے سماع موتی کے متعلق دریافت کیا فرمایا کہ اہل کشف تو عموماً سماع موتی کے قائل ہیں اور اس مسئلہ میں میں انہیں کا معتقد ہوں۔کیونکہ مجھے ظن غالب ہے کہ موتی سنتے ہیں۔دیکھئے حدیث میں صاف وارد ہے وانہ لیسمع قرع نعالھم یعنی مردہ گورستان میں آنے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے اور خبر واحد موجب ظن ہی ہوسکتی ہے۔

فقہاء حکماء اسلام میں

۵-ایک گفتگو کے دوران میں فرمایا فقہاء جن کو لوگ خشک کہا کرتے ہیں وہ کس قدر ادب کی

بات فرماتے ہیں۔ ہر شخص کی میت کے ساتھ وہ معاملہ کرنا چاہئے جو اس کے ساتھ اس کی حیات میں کرتے۔ مثلاً زندگی میں یہ شخص ازراہ ادب ان سے جتنے فاصلہ سے بیٹھا کرتا تھا اس کیقبر سے بھی اتنا ہی فاصلہ رکھنا چاہئے فقہا حکماء اسلام میں سے ہیں وہ خشک تھوڑا ہی تھے۔ انہوں نے جہاں زیادہ روک تھام کی ہے عوام کی اصلاح کے لئے کی ہے۔

تصور شیخ

۶- فرمایا مولانا گنگوہیؒ سے ایک صاحب نے تصور شیخ کے متعلق سوال کیا کہ جائز ہے یا نہیں فرمایا حرام ہے اور ایک صاحب کو خود تصور شیخ کی ترغیب دی۔ واقعہ یہ ہے کہ مریض اور اس کا مزاج جیسا ہوتا ہے ویسی ہی دوا بتائی جاتی ہے۔ شریعت کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ بعض اوقات انسان کسی غلط فہمی وغیرہ کی وجہ سے حدود و قیود کی رعایت نہیں کرتا ہے تو جو شے فی نفسہ جائز تھی اس کے لئے اس رعایت نہ کرنے سے وہ جائز نہیں رہتی ہے۔ یہی حال تصور شیخ اور دوسرے خاص مسائل کا ہے کہ خاص شروط کے ساتھ جائز ہیں۔ اگر ان شروط کی رعایت نہ کی جائے گی تو ناجائز ہو جائیں گے۔ اور یہ عدم جواز کا قاعدہ تو ان ہی کے ساتھ خاص ہوگا جو رعایت نہیں کرتے مگر چونکہ اکثر لوگ غلو بھی کرنے والے ہیں اس لئے علی العموم ممانعت کر دینا مناسب ہوتا ہے۔

سماع

۷- فرمایا ایک شیخ طریق نے مجھ سے کہا کہ آپ چشتی ہو کر سماع کے منکر ہیں آپ کیسے چشتی ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ بتلائیے کہ روح طریقت کیا ہے۔ فرمایا مجاہدہ یعنی نفس کی مخالفت۔ پھر میں نے پوچھا کہ سماع کو آپ کا دل چاہتا ہے۔ فرمایا جی ہاں۔ میں نے کہا کہ میرا دل بھی سماع کا بہت مشتاق ہے مگر میں نہیں سنتا اور آپ سنتے ہیں۔ اب فرمایئے مجاہدہ آپ کرتے ہیں یا ہم لوگ۔ یہ سن کر فرمایا کہ آج سماع کی حقیقت معلوم ہوئی۔ اور سماع چھوڑ دیا۔ پھر مجھ سے درخواست کی کہ حضرت حاجی صاحب سے بیعت کرا دو چنانچہ بذریعہ خط بیعت ہو گئے یہ

بزرگ صاحب تصانیت بھی تھے ۔ سماع کے متعلق سہل فیصلہ یہ ہے کہ یہ مقاصد اور ضروریات طریق سے نہیں اور اکثر لوگ حد سے بڑھ جاتے ہیں ۔ اس لئے احتیاط ہی اسلم ہے ۔

بالیقین کسی کو ولی اللہ کہنا جائز نہیں

۸- فرمایا کسی شخص کو ظناً تو جنتی یا دوخی کہہ سکتے ہیں مگر قطعاً نہیں کہہ سکتے حدیث شریف میں ہے لا یزکی علی اللہ احدا و احسبہ کذا و اللہ حسیبہ او کما قال اسی طرح کسی شخص کو ظناً ولی اللہ کہنا اور سمجھنا جائز ہے ہاں یقین کرنا کہ فلاں شخص ولی اللہ ہے صحیح نہیں ۔ کیونکہ ولایت کا حاصل ہے قرب باللہ ۔ اور اس کے سوائے اللہ کے کون جان سکتا ہے ۔ البتہ کسی شخص کو بالیقین شیخ کہنا اور سمجھنا جائز ہے کیونکہ طریق تربیت ایک فن ہے اور اس فن کے جاننے والے کو شیخ کہتے ہیں اور فن جاننے کا علم مشاہدہ سے ہوسکتا ہے ۔ اسلئے فن دان کو بالیقین شیخ کہنے میں مضائقہ نہیں ۔

نجدیوں کے متعلق فیصلہ

۹- فرمایا ایک مرتبہ مجھ سے ایک صاحب نے دریافت کیا کہ نجدی مقلد ہیں یا غیر مقلد ۔ میں نے کہا نہ یہاں کے مقلدوں کی طرح مقلد ہیں اور نہ یہاں کے غیر مقلدوں کی طرح غیر مقلد ہیں ۔ بین بین حالت ہے ۔

شیخ سے مکاتبت

۱۰- ایک صاحب کا خط آیا لکھا تھا کہ میں نے مکاتبت میں بہت تغافل سے کام لیا ہے مدت سے کوئی عریضہ روانہ نہیں کیا ۔ اسی وجہ سے بہت مصائب میں مبتلا رہا ۔ انشاء اللہ آئندہ اس سلسلہ مکاتبت کو برابر جاری رکھوں گا ۔ اور گذشتہ کی معافی چاہتا ہوں ۔ حضرت اقدس نے جواب میں تحریر فرمایا کہ کیا دفع مصائب کی غرض سے مکاتبت کا ارادہ ہوا ہے ۔ پھر فرمایا کہ اگر ان کا ایسا ارادہ ہوا تو پھر ان کو روک دوں گا ۔ مقصود خط و کتابت سے صرف اصلاح نفس ہونا چاہئے ۔

بدعت کا اثر دیر پا رہتا ہے

۱۱- فرمایا گنگوہ کے اکثر پیرزادے مولانا گنگوہیؒ کے بہت معتقد ہو گئے تھے۔ مگر مولانا ان کو بیعت نہیں کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ بدعتی کتنا ہی متقی ہو جائے اکثر اس کے دل سے بدعت نہیں نکلتی ہے کچھ نہ کچھ اثر ضرور رہتا ہے اس لئے میں پیرزادوں کو سلسلہ میں داخل نہیں کرتا الا نادراً

سماع

۱۲- فرمایا حضرت مولانا گنگوہیؒ کے یہاں سماع کے متعلق فتویٰ میں تنگی تھی مگر دوسروں کے ساتھ معاملہ میں توسع تھا۔ مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی حضرت حاجی صاحبؒ کے خلیفہ ومجاز تھے اخیر عمر میں سماع کی عادت ہوگئی تھی مگر حضرت مولانا نے ان کے متعلق فرمایا تھا کہ معذور ہیں۔

بعد عصر شنبہ ۱۰ ستمبر ۳۸ء بر مکان جناب حاجی دلدار خان صاحب رئیس کانپور

تکلفات

۱۳- ایک صاحب مجلس میں ہاتھ باندھے ہوئے بیٹھے تھے حضرت اقدس نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ اس خاص نشست میں کیا مصلحت ہے۔ ایسی باتوں سے دوسروں پر بار پڑتا ہے لوگ عقیدت ظاہر کرنے کیلئے اس قسم کی لغو باتیں کرتے ہیں۔ ان تکلفات نے ناس کر دیا ہے۔ زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ کوئی ان باتوں پر روک ٹوک نہیں کرتا۔ کہیں ان پر دارو گیر نہیں ہوتی۔ آج کل تو اہل حق کی حالت بھی ابتر ہو رہی ہے۔ ایک شیخ کا واقعہ سنکر حیرت ہوئی کہ انکے کسی معتقد نے جوش عقیدت میں انکے پاؤں چوم لئے تو وہ حاضرین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں دیکھو اعتقاد محبت اس کو کہتے ہیں۔ بجائے ممانعت کے یہ فرمایا۔ ان تکلفات کو رواج دیا جاتا ہے۔ لوگوں میں اعتدال بالکل نہیں ہے۔ ہر چیز میں حدود سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اگر ادب کرتے ہیں تو اتنا کہ وہ تکلف ہو جاتا

ہے اور بے تکلفی کرتے ہیں تو اتنی کہ بے ادب بن جاتے ہیں۔ غرض یا افراط ہے یا تفریط اعتدال عنقا ہے حالانکہ ہر شے میں حدود و قیود کی رعایت ضروری ہے۔ تا کہ اعتدال قائم رہے۔

احتیاط

۱۴۔ فرمایا ہمیشہ سے میرا معمول ہے کہ اگر کوئی شخص مجھ کو کھانے کے لئے مدعو کرتا ہے تو میں تنہا جاتا ہوں کسی کو ساتھ نہیں لے جاتا۔ سفر میں بھی ہمیشہ اسی قاعدہ پر کار بند رہا ہوں۔ اگر کبھی کسی ضرورت کی وجہ سے کسی کو ساتھ لیا ہے یا کوئی اپنی خوشی سے میرے ہمراہ ہو گیا ہے تو اسکا بار بلانے والے پر کبھی نہیں ڈالا۔ اس کے طعام وغیرہ کا انتظام علیحدہ کیا گیا۔ اگر میزبان نے ہمراہی کے قیام وغیرہ پر اصرار بھی کیا تو میں نے صاف کہہ دیا کہ بجائے مجھ سے کہنے کے ان سے خود براہ راست کہئے۔ مجھ کو واسطہ نہ بنایئے۔ اگر وہ مجھ سے اجازت مانگیں گے تو جو مصلحت ہو گی دیکھا جائے گا۔ اسی طرح ہمراہیوں کو اسکی ممانعت تھی کہ وہ بلا اجازت کسی کی دعوت قبول نہ کریں۔ جب میزبان ان سے مستقل طور پر درخواست کرتے تھے اور وہ مجھ سے اجازت مانگتے تھے تو مصالح پر نظر کر کے کسی کو اجازت مل جاتی تھی اور کسی کو نہیں۔ اس معمول میں بہت سی مصلحتیں ہیں۔ میں کسی کو اپنا طفیلی بنانا نہیں چاہتا۔ میزبان کی اجازت سے تو اس لئے کہ اس سے مہمان کی ذلت ہوتی ہے اور بلا اجازت اس لئے کہ اس سے دوسرے کو گرانی اور خود کو ذلت ہوتی ہے اور کسی کو گراں بار کرنا اور خود ذلیل ہونا دونوں باتیں ناجائز ہیں۔ لوگوں نے دعوت کے معاملہ میں بہت گڑبڑ کر رکھی ہے۔ ایک صاحب اچھے خاصے نیک و بزرگ آدمی تھے۔ ان کا دستور تھا کہ جب کوئی دعوت کرتا تو قبول فرما لیتے اور گھر سے جب روانہ ہوتے تو راستہ میں جو شناسا بھی ملتا تھا۔ اس سے بلا تکلف فرماتے تھے کہ بھائی دعوت ہے چلو۔ غرض دعوت ہوتی ایک کی اور جمع ہو جاتے دس بیس۔ میزبان اس ہجوم کو دیکھ کر بہت گھبراتا تھا۔ اور فوری انتظام یہ کرتا تھا کہ بازار سے پوری کچوری وغیرہ لاکر ان ناخواندہ مہمانوں کی مصیبت ٹالتا تھا۔ اس پر لطف یہ تھا کہ میزبان کی تو گرہ کھلتی تھی اور مرید و معتقد یہ اڑاتے تھے کہ پیر صاحب [illegible]ی برکت والے ہیں کہ ایک آدمی کا کھانا دس بیس کو

کافی ہو گیا۔ تعجب ہے کہ ان بزرگ کی نظر اس امر پر نہ گئی کہ دعوت میں اپنے ہمراہ غیر مدعو کو بلا اجازت میزبان لے جانا حرام ہے ناجائز ہے۔ ان احتیاطوں کو لوگوں نے بالکل چھوڑ ہی دیا ہے۔

اپنا بوجھ خود اٹھانا

۱۵- فرمایا ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ اپنا کسی قسم کا بار دوسروں پر نہ ڈالتے تھے بلکہ خود بقدر استطاعت دوسروں کی اعانت فرماتے تھے۔ اپنے حواشی کی مثنوی کی اشاعت کے لئے مولانا احمد حسن صاحب کانپوری کو اپنی جیب سے ایک ہزار روپیہ نقد مرحمت کیا اور فرمایا کہ فی الحال اس سے کام شروع کرو۔ پھر انشاءاللہ اور انتظام ہو جائے گا نیز حصہ اول کی اشاعت کی رقم سے بھی کام چلنے کی امید ہے۔ اسکے چند روز بعد مولوی صاحب سے فرمایا کہ میں یہ رقم ہبہ کرتا ہوں۔ تاکہ حساب و واپسی کا جھگڑا ہی نہ رہے۔ اسی طرح حضرت نے رسالہ ''ارشاد مرشد'' میری معرفت چھپوانا چاہا اور فرمایا چھپائی کے دام میں دوں گا۔ عبدالرحمٰن خانصاحب مالک مطبع نظامی نے چھاپ کر پیش کیا اور کہا کہ میں لاگت نہیں لینا چاہتا۔ چونکہ مخلص اور معتقد تھے اس لئے میں نے بھی اصرار نہیں کیا بلکہ حضرت کو اطلاع کر دی اور بطور سفارش کے عرض کیا کہ وہ بہت سخی ہیں انکو گرانی نہ ہوگی۔ فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ عبدالرحمٰن خان صاحب بہت حریص اور بخیل ہیں کہ دین دنیا دونوں کی دولت حاصل کرنا چاہتے ہے۔ کسی کو ثواب آخرت بھی نہیں کمانے دیتے۔ حضرت حاجی صاحب اگر کسی سے کوئی فرمائش کرتے تھے تو دام ضرور ادا فرماتے تھے وہ دوسرے پیروں کی طرح لینے والے پیر نہ تھے۔ بلکہ اوروں کے برخلاف دینے والے پیر تھے۔ ایک مرتبہ ایک دم چھ ہزار روپیہ حضرت کے پاس آیا آپ نے فوراً اس خطیر رقم کو ایک شریف حاجتمند کو یکمشت دے دیا۔ پھر اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب حضرتؒ کی خدمت میں مختلف ہدایا لائے لیکن ایک دم پیش نہیں کئے۔ بلکہ روزانہ ایک ہدیہ پیش کیا کرتے تھے۔ حضرت کو یہ تصنع اور روز کا اظہار ناگوار ہوا مگر لطف سے فرمایا کہ مولوی لوگ بڑے عقل مند ہوتے ہیں روزانہ ایک ہدیہ دیتے ہیں تاکہ ہر دن دعا ملے۔ مولوی صاحب اس لطیف اشارہ کو سمجھ گئے اور باقی اشیاء ایک ساتھ پیش کر دیں۔ قصبہ

تیترون ضلع سہارنپور کی دو بڑھیاں جو حضرت کی معتقد تھیں مکہ معظمہ پہنچ گئیں واپسی کے وقت ان کے پاس کچھ نہیں رہا۔ حضرت کو معلوم ہوا تو دونوں کے لئے بمبئی تک کا جہاز کا خود انتظام فرما دیا اور بمبی سے وطن تک کے لئے بمبئی کے ایک مخلص سیٹھ کے نام خط تحریر فرما دیا کہ ان دونوں عورتوں کو وطن تک پہنچانے کا انتظام کردیں۔ حضرت نے یہ خط مجھے دیا ہے کہ تم اسی جہاز سے جارہے ہو لہذا یہ خط فلاں سیٹھ صاحب کو پہنچا دینا۔ میں نے بمبئی پہنچ کر عام مسافر خانہ میں قیام کیا اور چند ساتھیوں کے ہمراہ ان سیٹھ صاحب کی دکان تک گیا مگر اس سے غیرت آئی کہ ان سے پہلے سے تو تعارف ہے نہیں اب یہ خط لے کر کیسے ملوں جس میں سوال ہے گو اپنے لئے نہیں مگر پھر میں اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی سے قریب کی ایک مسجد میں بیٹھ گیا اور ایک رفیق کی معرفت خط سیٹھ صاحب کے پاس بھیج دیا۔ اور اس رفیق سے کہہ دیا کہ اگر خط دیکھ کر وہ ملاقات کا اشتیاق ظاہر کریں اور تمہارے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آئیں اور دریافت کریں تو کہہ دینا کہ اشرف علی مسجد میں ہے۔ اور اگر وہ بے رخی سے ملیں تو میرا پتہ بھی نہ دینا۔ سیٹھ صاحب نے خط دیکھ کر سر پر رکھا آنکھوں سے لگایا۔ اور بہت محبت و تعظیم سے ان کے ساتھ پیش آئے اور اپنے لڑکے کو بھیج کر مجھ کو بلوایا۔ جب میں گیا بہت محبت سے پیش آئے اور فوراً ہی کہا کہ مجھے کچھ خلوت میں عرض کرنا ہے۔ میں انکے ساتھ علیحدہ ہو گیا۔ انہوں نے تمام امور خانہ داری کا کچا چٹھا بیان کر کے مسئلہ دریافت کیا۔ مشورہ لیا۔ میں نے کہا کہ آپ نے مجھ کو ایسی جلدی امین کیسے سمجھ لیا۔ کہ یہ صحیح رائے دے گا۔ حالانکہ پہلے کبھی آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ فرمایا کہ میرے دل نے گواہی دی۔ میں شام تک انہیں کے دکان پر رہا۔ پھر سواری پر مجھ کو لے کر مسافر خانہ میں آئے اور راستہ میں پھل وغیرہ خریدتے ہوئے آئے۔ میں نے عذر بھی کیا لیکن وہ مانے نہیں۔ پھر دوسرے دن سوار کرنے کے لئے بیچارے اسٹیشن پر بھی آئے میں نے ملتوی طور پر اپنے ٹکٹ کے دام بھی دئے۔ انہوں نے ان عورتوں کے ٹکٹ بھی خریدے اور بلا میری اطلاع میرا ٹکٹ بھی خرید لیا۔ اور عین گاڑی کی روانگی کے وقت دام واپس کئے۔ حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ میرا ٹکٹ بھی انہوں ہی نے اپنے پاس سے خریدا ہے اور مجھ پر ظاہر نہیں کیا۔ بہت محبت اور خلوص کے آدمی تھے۔ خلوص و محبت میں اظہار نہیں ہوتا ہے۔ صرف

محبوب کے نفع وراحت پر نظر ہوتی ہے خواہ محبوب کو خبر بھی نہ ہو۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ بمبئی سے روانی کے وقت ایک عجیب واقعہ ہوا۔

مولوی صادق الیقین صاحب کرسوی بھی ہمراہ تھے۔ ان کے پاس سامان زائد تھا جس کا محصول بہت ہوتا تھا۔ ان کو طبعاً ناگوار ہوا کہ اتنا محصول دینا ہوگا میں نے کہا کہ صاحب یہ حق شرعی ہے اسکو خوشی سے ادا کیجئے۔ ناگواری کے ساتھ ادا کرنا مناسب نہیں۔ مولوی صاحب نے محصول ادا کر کے رسید لے لی مگر طبعی ناگواری ضرور ہوئی۔ اتفاقاً دو چار اسٹیشن کے بعد مولوی صاحب کا ٹکٹ گم ہوگیا بہت پریشان ہوئے۔ میں نے دریافت کیا کہ سامان کی بلٹی تو موجود ہے۔ کہنے لگے کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ پھر پریشان ہونے کی کیا وجہ ہے۔ آپ کے ٹکٹ کے نمبر اس میں درج ہیں جو کافی ثبوت ہے ٹکٹ خریدنے کا یہ سن کر مولوی صاحب خوش ہوئے اور لکھنؤ تک اسی بلٹی کی بدولت نہایت اطمینان سے پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں پر خاص فضل فرماتا ہے چنانچہ مولوی صاحب کو واضح کرادیا کہ سامان کے محصول کے ادا کرنے سے ناگواری نہ ہونی چاہئے تھی۔ امور شرعیہ کی پابندی سے اخروی نجات کے ساتھ دنیوی نفع بھی ہوتا ہے۔

دین کی عزت

۱۶۔ وصل صاحب نے ذکر کیا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک بزرگ ریاست رامپور گئے۔ نواب صاحب نے بے حد تعظیم کی۔ پھر مولانا نے ریاست میں ملازمت کر لی۔ نواب صاحب نے دوسری ملاقات کے وقت اتنی تعظیم نہ کی۔ مولانا فوراً استعفاء دے کر چلے آئے اور پھر تمام عمر نہیں گئے۔ کہتے تھے کہ اگر ملازمت سے دین کی وقعت نہیں رہتی ہے تو بھوکا رہنا گوارا ہے۔ اور یہ بے وقعتی گوارا نہیں یہ سنکر حضرت اقدس نے فرمایا غیرت پسندیدہ اور مامور بہ ڈھی ہے کہ دین کی ذلت کو گوارہ نہ کیا جائے

مال کا نشہ

۱۷۔ فرمایا مال کا نشہ بھی برا ہوتا ہے۔ آدمی مال کی وجہ سے دوسروں کی تذلیل کرنے لگتا

ہے۔اور اپنے آپ کو تمام قواعد سے مستثنیٰ سمجھتا ہے کہ سب ہمارے غلام ہیں جو چاہیں کریں کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں۔ مالی گاؤں بمبئی کے قریب ایک جگہ ہے۔وہاں کے ایک تاجر چرم جو مجھ سے بیعت تھے مع اپنے ایک رفیق کے تھانہ بھون آئے۔میں نے پہچانا نہیں اس لئے دریافت کیا مگر بالکل خاموش رہے میں نے ان کے رفیق سے پوچھا انہوں نے کہا کہ یہ تو آپ کا نام سنکر اپنے حواس میں بھی نہیں رہتے۔ بے ہوش ہو جاتے ہیں اور بعض دفعہ گر پڑتے ہیں۔ غنیمت ہے کہ اس وقت بیٹھے تو ہیں۔ بولتے تو کیا۔خیر رفیق نے تعارف کرادیا۔اس کے بعد ان تاجر صاحب نے دس روپے کا نوٹ پیش کیا۔ میں نے کہا کہ آپ سفر میں ہیں۔ یہاں دینا مصلحت نہیں ممکن ہے کہ آپ کو کوئی ضرورت پڑ جائے۔ایسا ہی اصرار ہے تو مکان جا کر بشرط گنجائش بھیج دینا۔انہوں نے زائد اصرار کیا تو میں نے یہ خیال کر کے قبول کرلیا کہ کہیں بے ہوش ہو کر نہ گر پڑیں جو پریشانی کا باعث ہو۔ظہر کی نماز کے بعد انہوں نے ایک مسئلہ پوچھا میں نے بتا دیا اس پر آپ نے معارضہ کیا کہ فلاں کتاب میں تو اسکے خلاف لکھا ہے۔ میں نے کہا کہ اگر تم کتاب کے مسئلہ کو صحیح جانتے تھے۔تو مجھ سے کیوں پوچھا اور اگر مجھ پر اعتماد ہے تو پھر معارضہ کیوں کیا۔اسکے بعد میں نے غور کیا یا تو یہ بالکل ایسے خاموش تھے کہ منہ سے آواز بھی نہیں نکلتی تھی۔بات کا جواب بھی نہیں دیتے تھے یا اب اس بیباکی سے گفتگو کرنے لگے اس کی کیا وجہ ہے۔ معاً خیال آیا کہ یہ سب دس روپیہ کی برکت ہے۔تاجر صاحب نے خیال کیا کہ دس روپیہ دے کر مجھ کو خرید لیا اور تمام قواعد سے مستثنیٰ ہو گئے۔ میں نے وہ نوٹ نکال کر واپس کیا اور کہا کہ اب خوب جی کھول کر مسائل پوچھئے اور اعتراضات کیجئے مجھے کچھ گرانی نہ ہو گی۔اس کے بعد حسب سابق وہ پھر گم ہو گئے اور ایک مسئلہ بھی نہ پوچھا وہ سارا زور نذرانہ کی وجہ سے تھا۔روپیہ کو لوگ خدا جانے کیا خیال کرتے ہیں۔

ایک اور واقعہ یاد آیا کہ۔کرسی ضلع بارہ بنکی کے قریب ایک موضع ہے انواری وہاں کے ایک صاحب میرے مرید تھے۔اتفاقاً میرا کرسی جانا ہوا اور لوگ ملے مگر وہ ملنے نہیں آئے۔بعض لوگوں نے ان سے کہا کہ تمہارے پیر آئے ہیں تم ملنے نہیں گئے۔شاید انکو خیال ہو (حالانکہ یہ گمان بالکل غلط تھا)

جواب میں ارشاد ہوا کہ جہاں دو روپے پیش کئے سب ناراضی کافور ہو جائے گی۔ خیر جب میں کرسی سے لکھنؤ کو واپس ہونے لگا تو وہ گاؤں راستہ پر ہے وہاں سڑک پر ملے اور انہوں نے مجمع کے سامنے دو روپے پیش کئے۔ چونکہ یہ بزرگ وہاں کے زمیندار اور رئیس تھے۔ اس لئے میں نے خاموشی سے لے لئے تا کہ انکار سے ان کی سبکی نہ ہو۔ مگر جب رخصت ہو گئے میں نے وہ دونوں روپے لکھنؤ پہنچ کر مولوی صادق الیقین صاحب کو دیدیئے کہ انہیں تنہائی میں پہنچا دیجئے گا۔ تا کہ انکی عزت محفوظ رہے اور میری طرف سے کہہ دیجئے گا کہ جو شخص دو روپیہ لے کر خوش ہو جاتا ہو اس کو دیدینا یہ نشہ ہے روپیہ کا۔

سفارش

۱۸-فرمایا سفارشی مریدین بہت گڑبڑ کرتے ہیں۔ اکثر بدسلیقہ ہوتے ہیں۔ میں پہلے اکابر اور مخلص احباب کی سفارش سے بعض لوگوں کو بیعت کرلیا کرتا تھا۔ اور اس وقت بہت بااخلاق مشہور تھا۔ لیکن میں نے تلخ تجربات سے مجبور ہو کر سفارشی بیعت کو چھوڑ دیا۔ اس لئے اب بداخلاق مشہور ہو گیا واقعہ یہی ہے کہ سفارشی مرید اکثر مہمل ثابت ہوتا ہے۔ اگر مہمل نہ ہوتا تو کسی کو سفارشی نہ لاتا۔ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ نیازمندی سے عار ہے دوسروں کے ذریعہ سے زور ڈال کر کام نکالنا چاہتا ہے۔ دوستوں کو بھی چاہئے کہ اس قسم کے معاملات میں سفارش نہ کیا کریں۔ سفارش سے وہ مقصود فوت ہو جاتا ہے جس کے لئے بیعت کی جاتی ہے۔

دعوت میں مذاق کی رعایت

۱۹- دعوت و طعام کے تذکرہ پر فرمایا کہ ہر جگہ کا مذاق مختلف ہے۔ گوشت ہی کو لے لیجئے۔ کہیں تقریباً خام کہیں نیم پخت۔ کہیں بالکل گلا کر اور کہیں بھون کر کھاتے ہیں۔ دعوت کرنے والے کو چاہئے کہ جس کی دعوت کرے اس کے مذاق کی رعایت کرے جسکا سہل طریق یہ ہے کہ اسی سے پوچھ لیا جائے۔ اس کو اپنے مذاق کے تابع نہ بنائے۔ اسکے متعلق شیخ اصغر علی صاحب تاجر عطر لکھنؤ جو بڑے مدبر و دانشمند تھے خوب تفصیل فرمائی تھی کہ دعوت کی تین قسمیں ہیں۔ اعلیٰ، اوسط

، ادنی ۔ اعلیٰ تو یہ ہے کہ نقد دام دے جائیں کہ جب چاہے کھاؤ اور جو چاہے کھاؤ یا اور کہیں ضرورت میں صرف کرلو ۔ اور اوسط یہ ہے کہ جنس دیدی جائے کہ جب چاہے کھاؤ اور جس طرح چاہے استعمال کرو ۔ اور ادنیٰ یہ ہے کہ پکا کر کھلایا جائے ۔ جس میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ وقت سے بے وقت ہو جاتا ہے ۔ خلاف معمول کھانا پڑتا ہے ۔ مفید و مضر چیزوں کا اہتمام نہیں ہوتا ۔ پھر طرہ یہ کہ لینے تو جائے گی سواری اور واپسی پر سیدھا راستہ بتا دیا جائے گا ۔ اسی سلسلہ میں فرمایا ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحبؒ نے میری دعوت کی تھی ۔ میں فرش پر بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا اور حضرت چار پائی پر تشریف فرما تھے ۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھ کو ایک بزرگ نے وصیت کی تھی کہ کسی کی دعوت نہ کرنا ۔ یہ سن کر مجھ کو وسوسہ ہوا کہ پھر میری دعوت حضرت نے کیوں کی ۔ حضرتؒ نے فوراً فرمایا کہ تم یہ خیال نہ کرنا کہ تمہاری دعوت ہے تمہارا تو یہ گھر ہے ۔ جس طرح گھر کھایا اسی طرح یہاں ۔ دعوت وہ ہے کہ جس میں تکلفات ہوں ۔ وقت سے بے وقت ہو ۔ خلاف معمول ہو ۔ یہاں کچھ بھی نہیں ۔

نواب صاحب ڈھاکہ کی سلیم الطبعی

۴۰ - فرمایا ایک مرتبہ نواب صاحب ڈھاکہ نے کہا کہ میں تھانہ بھون حاضر ہونا چاہتا ہوں ۔ میں نے کہہ دیا کہ دو باتوں کے لئے تیار ہو کر آیئے ایک یہ کہ مکان آپ کی شان کے لائق نہ ہوگا دوسرے کھانا آپ کی شان کے لائق نہ ہوگا اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ میں تو سبز ترکاریاں کھانے اور جنگل میں درختوں کے نیچے زندگی بسر کرنے والا ہوں ۔ ایک زمانہ میں نواب صاحب کی اپنے والد صاحب سے کچھ چشمک ہوگئی تھی ۔ جس کی وجہ سے کچھ دنوں سخت مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا تھا ۔ اس جواب میں انہیں مصائب کی جانب اشارہ تھا ۔ اس کے بعد نواب صاحب دہلی کے دربار میں شامل ہوئے ۔ فرصت کے وقت تھانہ بھون آنے کا گمان غالب تھا ۔ مگر اتفاقاً کمر میں پھوڑا نکل آیا جس کی وجہ سے تھانہ بھون نہ آسکے ۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ کسی صاحب کے یہاں مہمان ہوئے ۔ انہوں نے کئی قسم کے کھانے ایک وقت میں تیار کرائے ان بزرگ نے فرمایا

کہ کھانا تو بہت اچھا تھا لیکن آپ کو کھلانا نہیں آیا۔ آپ کو چاہئے تھا کہ ایک ایک وقت ایک ایک کھانا کھلاتے تا کہ میں زیادہ قیام کرتا۔ اب میں جلد ہی جاؤں گا کیونکہ ان تکلفات سے گرانی ہوتی ہے۔

جونپور کی ایک دعوت کا ذکر

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ جونپور میں مولوی ابوبکر صاحب نے میری دعوت کی اور دریافت کیا کہ جو کھانا مرغوب ہو بتا دیجئے تا کہ وہی پکوایا جائے۔ یہ بات سب سے پہلے میں نے انہیں سے سنی میرا جی بہت خوش ہوا۔ ماشاءاللہ بہت سلیم الطبع شخص ہیں۔ میں نے کہا کہ گوشت خواہ بکری کا ہو خواہ گائے کا اسمیں لوکی ڈالوا دیجئے۔ روٹی سادی بغیر گھی کے ہونی چاہئے۔ پھر پوچھا کہ سالن میں گھی کیسا ہو۔ میں نے کہا کہ تھوڑا۔ میں زیادہ گھی نہیں کھاتا ہوں۔ پھر کہا کہ مرچ کیسی ہو۔ میں نے کہا کہ کسی قدر تیز ہو۔ انہوں نے فرمائش کے مطابق کھانا کھلایا اگر صرف ایک کھانا پکایا جائے تو عمدہ بھی پکتا ہے اور بے فکری سے کھایا جاتا ہے۔ اور زیادہ قسم کے کھانوں کے تیاری میں بعض اوقات سب کے سب خراب ہو جاتے ہیں۔ اسکی مثال اس واقعہ سے سمجھئے کہ ایک آدمی ہر دلعزیز تھا۔ ہر شخص کو خوش رکھنا چاہتا تھا۔ ایک مرتبہ دریا پر پہنچا دیکھا کہ دریا کے دونوں کناروں پر دو معذور شخص بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔ ایک اس طرف آنا چاہتا تھا۔ دوسرا اس طرف آ جانا چاہتا تھا۔ یہ شخص قریب والے کو کندھے پر بٹھا کر دریا میں اتر گیا بیچ میں پہنچ کر خیال آیا کہ یہ تو آدھی دور آ گیا اب دوسرے کا حق ہے۔ آپ اس بیچارے کو بیچ میں چھوڑ دوسرے کو لائے جب وہ بیچ تک پہنچا دیکھا کہ وہ پہلا ڈوب رہا ہے۔ آپ دوسرے کو چھوڑ اس کو بچانے آئے مگر وہ پہنچنے سے پہلے ہی ڈوب چکا تھا۔ اب دوسرے کو دیکھا کہ وہ ڈوب رہا ہے اس کے بچانے کو چلے وہ بھی ڈوب چکا تھا اس بزرگ نے دونوں کو ڈبو بھی دیا اور پریشانی مفت میں اٹھائی۔ اسی طرح زیادہ ہانڈیاں پکانے والوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ ایک کی اصلاح میں لگے دوسری بگڑ گئی۔ پھر دوسری کی طرف توجہ کی پہلی بگڑ گئی اور خود کھانے والے کو جو کثرت الوان اطعمہ سے حیرت ہوتی ہے

وہ اس کے علاوہ موجز میں تصریح ہے کثرۃ الالوان محیر للطبیعۃ آہ

ذکر و عمل کی ضرورت ہے

۲۱- فرمایا حضرت حاجی صاحبؒ ذکر و عمل کے عاشق تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ بس کام کرو اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔

مریض کو چاہئے کہ اپنے آپ کو طبیب کے حوالے کردے

۲۲- فرمایا مریض کو چاہئے کہ اپنے آپ کو بالکل طبیب کے سپرد کردے اور طبیب کو چاہئے کہ بے جا رعایت نہ کرے ورنہ نفع نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر مصلح مریض باطن کی بے جا رعایت کرے اور مناسب روک ٹوک نہ کرے تو فائدہ نہیں ہوگا۔ اور ایسے طبیب مصلح خائن کہلائیں گے۔

شیخ پر اعتراض نہ کرے

۲۳- فرمایا مشائخ کا قول ہے کہ اگر شیخ کی کوئی تعلیم سمجھ میں نہ آئے تو یوں سمجھے کہ میری سمجھ کی کوتاہی ہے اور اس پر عمل شروع کردے۔ شیخ پر اعتراضات نہ کرے ورنہ نفع نہیں ہوسکتا۔ جیسے طبیب نسخہ لکھے تو گو اسکی علت سمجھ میں نہ آئے مگر اس پر عمل کرنا چاہئے۔ اگر طبیب پر نکتہ چینی کرے گا تو اس سے نفع نہ ہوگا۔ پہلے نسخہ کو استعمال کرے پھر دیکھے کیا ہوتا ہے۔ بس یہی حال تعلیم شیخ کا ہے۔ عمل کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر نفع ہوا۔ البتہ اگر دلیل شرعی سے وہ معصیت ہو تو ادب کے ساتھ عذر کردے۔

غیر ضروری سوالات

۲۴- فرمایا غیر ضروری سوالات کے جوابات کا قصد نہ کرنا چاہئے۔ آج کل اکثر اہل علم ہر سوال کے جواب کا قصد کرتے ہیں خواہ سوال معقول ہو یا نہ معقول۔ اسی وجہ سے بہت گڑبڑ ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ مولانا محمد نعیم صاحب سے کسی شخص نے عرض کیا کہ فلاں شخص حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے واقعہ کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہے۔ مولانا نے فرمایا تم کیا کام کرتے

ہو-اس نے کبھار نگریزی، پھر فرمایا اور وہ کیا کرتا ہے۔ بتایا جفت فروشی فرمایا بھائی تم رنگریزی میں لگے رہو اور وہ جوتے بیچتا رہے تم سے قیامت میں یہ سوال نہ ہوگا کہ اس واقعہ کی حقیقت کیا تھی۔

معمولات مستقبلہ کے متعلق سوال

۲۵- حضرت اقدس کا ارادہ لکھنؤ سے دو تین یوم کے لئے کانپور تشریف لے جانے کا تھا۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ کانپور میں ملاقات کا کیا معمول ہوگا۔ فرمایا آپ کو کسی کے معمولات مستقبلہ کے دریافت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ جواب دینے سے وعدہ ہو جاتا ہے اور آدمی مقید ہو جاتا ہے۔ ابھی تو میں کانپور پہنچا بھی نہیں۔ معمول ضرورتِ وقت کے تابع ہوتا ہے۔ لکھنؤ بیٹھے بیٹھے کیسے معمول بن سکتا ہے خود لکھنؤ میں حالات بدلنے کی وجہ سے کئی معمول بدل چکے ہیں۔

سوال عن الحکمۃ

۲۶-فرمایا ایک صاحب نے مجھ سے بذریعہ خط کسی حکم شرعی کی مصلحت پوچھی کہ اس میں کیا حکمت ہے میں نے لکھا کہ آپ کے اس سوال عن الحکمۃ میں کیا حکمت ہے۔ اس کا جواب کچھ نہیں آیا۔ حکم شرعی کی حکمت خواہ معلوم ہو یا نہ ہو مگر اس سوال کی حکمت تو ان کے ذہن میں ضرور ہوگی۔ کیونکہ سوال ان کا فعل اختیاری ہے اور ہر فعل اختیاری کا صدور مسبوق ہوتا ہے۔ تصور غایت کے ساتھ۔ لیکن پھر بھی کوئی جواب نہیں دیا۔

نسب کا اثر

۲۷- فرمایا بزرگوں کی اولاد میں بھی اکثر کچھ نہ کچھ بزرگی کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ خواہ وہ بزرگ نسل قریب میں ہوں یا بعید میں۔ اسی طرح نسب معنوی میں بھی۔ اسی وجہ سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ صحیح سلسلہ میں بیعت ہونا چاہئے۔ گو شیخ قریب کمالات باطنی میں کامل نہ ہو۔ پھر بھی سلسلہ کی برکت ضرور ہوتی ہے۔ بشرطیکہ اس سلسلہ میں کوئی بابرکت شیخ گزرا ہو خواہ کتنا ہی بعید ہو۔ البتہ شیخ قریب کا پابند شرع ہونا ضروری ہے۔

عورتیں واجب الرحم ہیں

۲۸- فرمایا میں نے اس سفر میں بیعت کرنے سے اکثر انکار کر دیا ہے مگر عورتیں بشرط اذن شوہر اس سے مستثنیٰ ہیں وہ واجب الرحم ہیں۔ مجھے ان پر بہت رحم آتا ہے۔ باقی تعلیم کے لئے سفر میں بھی خط بھیجنے کی اجازت ہے۔

امراء زیادہ محتاج رعایت ہیں

۲۹- فرمایا مجھے مسلمان کے ایک ایک پیسہ کا خیال رہتا ہے کہ بیجا صرف نہ ہو اور میں اس سلسلہ میں بہ نسبت غرباء کے امراء کی زیادہ رعایت کرتا ہوں۔ کیونکہ امراء بظاہر تو ٹھاٹھ سے رہتے ہیں لیکن حال یہ ہوتا ہے کہ اکثر خرچ ان کی آمدنی سے زائد ہوتا ہے۔ دوسروں کے مقروض ہوتے ہیں۔ اور غریب بیچارے عموماً حسب حیثیت خرچ کرتے ہیں بلکہ آمدنی سے کم ہی خرچ کرتے ہیں اس لئے بھی میں ہدیہ میں امراء کے لئے زیادہ قیدیں لگاتا ہوں۔ غرباء کے لئے اتنی قیود کی ضرورت نہیں۔ البتہ اصول کی رعایت غرباء و امراء دونوں کے لئے لازمی ہے۔ میں خلاف اصول ہدیہ کسی سے قبول نہیں کرتا۔

پہلے دنیادار بھی دیندار ہوتے تھے

۳۰- فرمایا میرٹھ میں سلامت علی نامی ایک بہت متقی طبیب تھے۔ نبض دیکھنے کے وقت **سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم** پڑھا کرتے تھے اور نسخہ لکھ کر آیات شفاء اس پر دم کیا کرتے تھے۔ اس سے بہت نفع ہوتا تھا۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ مولوی سید محمد صاحب مچھلی شہری سب جج جب اجلاس پر بیٹھتے تھے۔ وہ بھی **سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم** پڑھا کرتے تھے اور دعا کرتے تھے کہ قلم سے حق ہی نکلے۔ متقی اور پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ ایک مرتبہ مسجد میں حسب عادت نماز پڑھنے گئے۔ ایک شخص نے قصداً ان کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور پھر اتنے زور سے دعا مانگی کہ یہ بھی سن لیں۔ کہنے لگا اے اللہ تو جانتا ہے کہ فلاں مقدمہ میں میں حق پر ہوں تو میرے مطابق فیصلہ کرا

دے۔ سب جج صاحب گھبرائے کہ اب کیا فیصلہ کروں۔ کاغذ کچھ اور بتاتے ہیں یہ شخص کچھ اور کہتا ہے اور پھر قسم کے ساتھ۔ کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے یہ لوگ ایسی باتوں سے میری جماعت چھڑوائیں گے اس واقعہ کو بیان فرما کر فرمایا پہلے دنیا دار بھی ایسے دیندار ہوتے تھے کہ آج کل کے مشائخ و علماء وہاں تک بمشکل پہنچتے ہیں۔ پھر اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا سلامت اللہ صاحب کانپوری نے وعظ فرمایا اس جلسہ میں ایک سب جج صاحب بھی جو مولوی تھے موجود تھے۔ کسی نے مولانا سے مسئلہ پوچھا۔ مولانا نے جواب دیا۔ اس نے جواب سن کر کہا کہ فلاں سب جج صاحب تو یہ کہتے ہیں (ان ہی کا نام لیا) فرمایا کہ وہ گوہ کھاتے ہیں۔ سب جج صاحب فوراً اسی مجلس میں دست بستہ ہو کر کہنے لگے واقعی میں گنہگار رہوں۔ سود کی ڈگریاں دیتا ہوں۔ مجھ کو مسئلہ بتانے کا حق نہیں۔ انشاء اللہ آئندہ ایسا نہ ہوگا جو کچھ ان سب جج نے کیا آج کل بڑے بڑے علماء سے نہیں ہو سکتا الا ما شاء اللہ۔

یکشنبہ ۱۱ ستمبر ۱۹۳۸ء

ھدیہ کا حق

۳۱- فرمایا ہدیہ کا حق یہ ہے کہ جس کو ہدیہ دیا جا رہا ہے اس پر کوئی بار نہ پڑے۔ ایک صاحب نے مجھ کو ریل سے امرود بھیجے اس میں میرے آٹھ آنہ خرچ ہوئے۔ میں نے لکھ بھیجا کہ میرے آٹھ آنہ خرچ ہوئے بھیج دیجئے کیونکہ ہدیہ میں مؤنت نہیں ہوتی ہے انہوں نے بھیج دئے۔

توجہ کو ہٹا دینا یہی علاج ہے

۳۲- فرمایا عموماً ہچکیوں کے دفع کرنے کی یہ آسان ترکیب بہت کارآمد سمجھی جاتی ہے کہ مریض کے خیال کو کسی دوسری طرف متوجہ کر دیا جائے اور کسی فکر میں مشغول کر دیا جائے۔ اس ترکیب سے ہچکی فوراً بند ہو جاتی ہے۔ ایک طبیب کے پاس ایک شخص آیا کہ فلاں شخص ہچکیوں کا علاج کرتے کرتے تھک گیا ہے مگر ہچکیاں بند نہیں ہوتیں۔ انہوں نے اس کو دیکھ کر اسی اصل مذکور

کے تحت میں کہا کہ بھائی اب یہ مریض بچے گا نہیں نسخہ وغیرہ لکھ کر کیا کروں ۔ کسی نے ان کی یہ رائے مریض تک پہنچا دی فکر میں پڑ گیا اور فوراً ہچکی بند ہوگئی ۔ طبیب کو اسکی اطلاع ہوئی انہوں نے کہا کہ اب اطمینان رکھو اچھا ہوگیا ۔ مریض کو اس کی بھی اطلاع ہوئی اور فوراً ہچکیوں کا سلسلہ پھر شروع ہوگیا ۔ طبیب کو دوبارہ اطلاع دی گئی ۔ انہوں نے کہا کہ میں نے مریض کی خاطر سے ایسا کہہ دیا تھا ورنہ حقیقۃً اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں ۔ مریض کو پھر خبر ہوئی اور موت کا یقین آ گیا اور اسکے ساتھ ہی ہچکیاں بند ہوگئیں ۔ پھر طبیب نے امید کی بات نہیں کہی ۔ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ مریض سے کہتے ہیں کہ سوچو تم کو کون یاد کرتا ہے تو حقیقۃً یہ بھی اسی علاج (تبدیل خیال) کا ایک جز ہے ۔ ان باتوں سے آدمی دوسری طرف متوجہ ہو جاتا ہے ورنہ یاد و داد کوئی بھی نہیں کرتا ۔ اسی سلسلہ میں فرمایا اسی طرح مسمریزم میں بھی صرف عامل کی توجہ اور خیال کی قوت سے چیزیں چلنے پھرنے اور اچھلنے کودنے لگتی ہیں ۔ ناواقف آدمی یہ خیال کرتے ہیں کہ روحیں آتی ہیں اور یہ روحانی تصرفات ہیں ۔ روح وغیرہ کوئی نہیں آتی جاتی ۔ صرف عامل کی قوت خیال مؤثر ہوتی ہے ۔ یہی راز ہے کہ مسمریزم کے عامل کے خیال کو اگر منتشر کر دیا جائے پھر سب تصرفات باطل ہو جاتے ہیں ۔ اصطلاحات مقررہ سے جواب حاصل کرتے ہیں ورنہ ارواح کو اس انتشار سے کیا اثر ہوتا ۔

دوشنبہ ۱۲ ستمبر ۱۹۳۸ء

توجہات و مشق

۳۳ ۔ فرمایا بعض لوگ فخریہ کہا کرتے ہیں کہ ہمارے ہر موئے تن سے اللہ اللہ نکلتا ہے حالانکہ یہ کوئی کمال باطنی یا مقبولیت کی علامت نہیں ۔ اس قسم کی باتیں صرف مشق پر موقوف ہیں ۔ ایسے ہی حبس دم کی مشق سے تصرفات ظاہر ہونے لگتے ہیں ۔ حتی کہ ایسے تصرفات کے لئے اسلام بھی شرط نہیں ۔ چنانچہ جیپال جوگی وغیرہ کے واقعات مشہور ہیں ۔

بعد عصر سہ شنبہ ۱۳ ستمبر ۱۹۳۸ء مسجد خواص لکھنؤ

تعلیم وتہذیب

۳۴- کانپور سے لکھنؤ واپس تشرف لانے کے بعد فرمایا۔ کانپور میں عورتوں کی کثرت کی وجہ سے بہت پریشانی رہی۔ عورتوں نے ایک ستم یہ کیا کہ جہاں میں بیٹھتا وہاں آ کر حلقہ بنا کر کھڑی ہو جاتیں۔ میں بیٹھے بیٹھے گردن جھکائے ہوئے ہر چند منع کرتا لیکن کوئی نہیں مانتا۔ مجبور ہوکر میں نے بڑے گھر میں سے بلایا کہ ان کو ہٹاؤ مجھ کو تکلیف ہوتی ہے۔ میں اسکا عادی نہیں۔ خیر ان کی کوشش سے اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت کو دور کیا۔ پھر کچھ عورتوں کے خواص بیان ہونے لگے۔ فرمایا کہ غیر تعلیم یافتہ عورتیں گو عرفی تہذیب سے عاری ہوتی ہیں لیکن آج کل کی تعلیم یافتہ عورتوں سے ہزار درجے بہتر ہیں۔ بعض تعلیم یافتہ عورتیں اپنے شوہر سے بھی نفاق برتتی ہیں ان کی تہذیب صرف دکھاوے کی ہوتی ہے۔ اور غیر تعلیم یافتہ اپنے شوہروں پر دل و جان سے فدا ہوتی ہیں۔ میرا تجربہ ہے کہ اکثر جو عورت جس قدر پھوہڑ اور بدسلیقہ ہوگی اسی قدر عفیف و باعصمت ہوگی اور شریر عورتیں اکثر عرفی طور پر مہذب و تعلیم یافتہ ہوتی ہیں مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ تہذیب اور عفت جمع نہیں ہوتیں۔

بیویوں کی بدمزاجی

۳۵- فرمایا بعض بزرگوں کی بیویاں بہت بدمزاج ہوئی ہیں۔ مگر وہ ان کی بدمزاجی پر صبر فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ جو انتہا درجہ کے نازک مزاج اور لطیف الطبع مشہور ہیں۔ ان کی بیوی اسی درجہ کی تندخو و بدمزاج تھیں۔ حضرت مرزا صاحب کا معمول تھا کہ روزانہ صبح کو ایک خادم کو مکان پر بھیجا کرتے تھے کہ خیریت معلوم کر آ ؤ اور ضروریات پوچھتے آ ؤ تاکہ انتظام کر دیا جائے مگر بیوی صاحبہ آڑے ہاتھوں سب کی خبر لیتیں۔ مگر مرزا صاحب حسب عادت صبر فرماتے۔ اتفاقاً ایک روز کسی ولایتی کو اس خدمت مامور فرمادیا۔ اس نے جب یہ باتیں

سنیں تو آگ بگولا ہو گیا لیکن پیر کے ادب سے خاموش رہا اور جلتا بھنتا مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر خاموش بیٹھ گیا۔ مرزا صاحب نے پوچھا تو کہنے لگے کہ حضرت بیوی صاحبہ نے آپ کی شان میں جو گستاخیاں اور بے ادبیاں کی ہیں جی چاہتا تھا کہ ان کو قتل کر دوں مگر اس خیال سے کہ حضرت سے نسبت ہے اور حضرت ہی کی بیوی ہیں میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ مرزا صاحب نے فرمایا یہ میری بڑی محسنہ ہیں۔ میں کچھ بھی نہیں تھا۔ ہر کمال سے عاری تھا۔ مجھ کو جو کچھ دولت ملی ہے انہیں کا صدقہ ہے۔ میں نے ان کی بدعنوانیوں بدمزاجیوں اور تکلیفوں پر صبر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اسکے صلہ میں گونا گوں نعمتوں سے مالا مال فرمایا۔ مرزا صاحب کے انتقال کا جب وقت قریب آیا تو ان کی بیوی سے فرمایا کہ تم قاضی ثناء اللہ صاحب کے یہاں پانی پت چلی جانا۔ تمہارا نباہ بجز قاضی صاحب کے اور کہیں نہیں ہو سکے گا۔ قاضی صاحب مرزا صاحب کے خلیفہ اعظم تھے۔ چنانچہ انتقال کے بعد وہ پانی پت چلی آئی تھیں میں جب پانی پت گیا تو وہاں کے ایک رئیس کی والدہ نے جو قاضی صاحب کی اولاد میں تھیں مجھ کو کچھ پوچھنے پاچھنے کو بلایا تھا۔ مکان میں ایک کوٹھری کی جانب اشارہ کر کے کہا کہ مرزا صاحب کی بیوی دہلی سے آ کر اس میں رہا کرتی تھیں۔ بچیوں کو کلام اللہ اور مسائل ضروریہ کی حسبۃ اللہ تعلیم دیا کرتی تھیں۔ بڑی عبادت گزار تھیں۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ بہت نیک اور عابدہ تھیں۔ باقی بدمزاجی ایک دوسری چیز ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک لکھنوی بزرگ کی بیوی بھی بہت بدخو اور تیز مزاج تھیں۔ ایک دفعہ انہوں نے بیوی سے کہا کہ تم بہت بدقسمت ہو کہ مجھ سے کچھ نفع حاصل نہیں کرتیں۔ حالانکہ ایک بڑی مخلوق اللہ کے فضل سے نفع اٹھا رہی ہے۔ بیوی نے جواب دیا میں کیوں بدقسمت ہوتی بدقسمت تم ہو کہ تم کو مجھ جیسی بیوی تند ملی میں تو بہت خوش قسمت ہوں کہ تم جیسا شوہر ملا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معتقد تو یہ بھی تھیں مگر نری اعتقاد سے۔ جب باہم بے تکلفی ہو مزاج نہیں بدلا کرتا ان واقعات کے بعد حضرت اقدس سے ایک مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ اس قسم کی بدمزاجی سے حبط اعمال تو نہیں ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ایسی چیزیں جن سے اعمال خیر حبط ہو جاتے ہیں صرف کفر و شرک ہیں اور کسی معصیت سے ایسا نہیں ہوتا۔ بدمزاجی تو معمولی شے ہے۔ بعض

بدمزاجیاں تو معصیت بھی نہیں ہوتیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ معاصی سے اعمال کی نورانیت میں کمی آ جاتی ہے۔ البتہ بدمزاج کو چاہئے کہ جن لوگوں سے اس نے بدمزاجی کی ہے معافی بھی مانگتا رہے۔ اور استغفار بھی کرتا رہے تا کہ تلافی مافات ہوتی رہے۔ اس پر ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ ایک صورت میں تو استغفار وطلب معافی بھی بہت ہی کثرت کے ساتھ اس کے ذمہ جمع ہو جایا کرے گی۔ کیونکہ یہ تو بظاہر بہت دشوار معلوم ہوتا ہے کہ جب بدمزاجی ہو فوراً اسکے تدارک کے لئے معافی بھی مانگ لی جائے اور توبہ بھی کر لی جائے۔ فرمایا اگر علاج مقصود ہے تو کچھ بھی دشوار نہیں اگر کسی کو یومیہ بخار آتا ہو تو اسکی دوا بھی یومیہ ہی پینا ہوگی۔ بلکہ بعض مرتبہ دن میں کئی کئی مرتبہ کڑوی کڑوی دوا پینا پڑے گی۔ جیسا مرض ہوتا ہے ویسا ہی اسکا علاج ہوتا ہے۔ جب بدمزاجی بار بار ہوگی تو اسکا علاج بھی ساتھ ساتھ ہونا چاہیے۔

قلت فکر

۳۶۔ فرمایا اکثر غلطیوں کا منشا قلت فکر ہے۔ اگر تفکر وتدبر سے کام لیا جائے تو غلطیاں بہت کم ہو جاتی ہیں۔ اگر شاذ و نادر کوئی غلطی سرزد بھی ہوتی ہے تو اس کا اثر بہت خفیف ہوتا ہے۔ اسی واسطے میں انسان کی تعریف میں بجائے حیوان ناطق کے حیوان متفکر کہا کرتا ہوں۔ کیونکہ مجھے انسان کی تعریف حیوان ناطق کرنے میں کلام ہے اس لئے کہ ناطق کے حاصل معنی ہیں عاقل تو اس تعریف کا حاصل یہ ہوا کہ عاقل صرف انسان ہی ہے۔ دوسرے حیوان میں عقل نہیں پائی جاتی۔ حالانکہ مشاہدہ کے خلاف ہے دوسرے حیوانات میں بھی عقل ہوتی ہے اگر دوسرے حیوانات میں عقل نہ ہوتی تو ان کو تعلیم کیسے دی جا سکتی تھی۔ اشاروں پر کیسے چل سکتے تھے۔ اور یہ بدیہی امر ہے کہ تعلیم بلا عقل کے نہیں ہو سکتی ہے دیکھئے پاگل کو کوئی تعلیم نہیں دے سکتا نہ ایسا سدھا سکتا ہے۔ جیسا کہ جانوروں کو سدھا جاتا ہے۔ میں نے خود ایسے واقعات کا مشاہدہ کیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں میں بھی عقل ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ میں جامع مسجد کو جا رہا تھا اور میرے آگے آگے ایک کتا بھی جا رہا تھا۔ راستہ میں اس نے منہ پھیر کر میری جانب دیکھا اور پھر چلنا شروع کر دیا۔ کئی بار

ایسا ہی کیا پلٹ پلٹ کر مجھ کو دیکھتا تھا اور پھر حسب دستور چلنا شروع کر دیتا تھا اتفاقاً اس کو راستہ میں ایک کھلا ہوا مکان مل گیا اس میں داخل ہو گیا اور جب میں اس مکان سے آگے نکل آیا تو وہ مکان سے نکل کر اس طرف واپس ہو گیا جس طرف سے میں آیا تھا۔ دیکھئے یہ کتا واپس ہونا چاہتا تھا مگر اس خوف سے کہ کہیں یہ مارے پیٹے نہیں وہ پلٹ نہ سکا حتی کہ ایک مکان میں پناہ لے کر اس نے اپنے لئے راستہ صاف کیا یہ انتظام بلا عقل کے نہیں ہو سکتا ہے۔ فقط حواس ایسے انتظام کے لئے کافی نہیں۔ بندر کے افعال تو اس سے بدرجہا زائد حیرت انگیز و عجیب ہوتے ہیں۔ ہمارے یہاں ایک طوطا پلا ہوا تھا۔ میں نے اس کو چھوڑ دینا چاہا مگر معلوم ہوا کہ جنگلی طوطے اس قسم کے پالتو طوطوں کو اپنے میں شامل نہیں کرتے بلکہ مار ڈالتے ہیں اسلئے اسکے پر کاٹ کر یونہی کھلا ہوا چھوڑ دیا جاتا تھا اور وہ آزادی سے ہوا کھاتا پھرتا تھا۔ ایک دن گھر میں اس کے سامنے کسی نے پان بنا کر کھایا اور اس پان میں تمباکو بھی ڈالا تھا۔ طوطے صاحب بھی موقع پا کر پاندان پر جا دھمکے۔ پاندان کھلا رہ گیا تھا چونچ سے پان کترا چونچ میں کتھا چونہ لیا چھالیہ لی اور کھا گئے۔ مگر تمباکو کو چھوا بھی نہیں۔ اس نے تمباکو کی بو سے معلوم کر لیا کہ یہ کوئی اچھی شے نہ ہوگی اس لئے اس کو نہیں کھایا۔ ظاہر ہے یہ امتیاز بلا عقل کے نہیں ہو سکتا ہے۔ ایک بلی (بلی کا واقعہ بعد میں بڑھایا گیا ہے ۱۲) ہمارے گھر پلی تھی ایک بار اسکے سامنے دودھ رکھ دیا گیا جس میں بھاپ اٹھ رہی تھی اس بلی نے اول منہ نہیں ڈالا بلکہ اس میں پنجہ ڈال کر دیکھا جب پینے کے قابل ہو گیا تب پیا۔ جانوروں کے اس قسم کے ہزاروں واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقل کا کچھ نہ کچھ حصہ ان کو بھی عطا فرمایا ہے۔ آج کل تو بعض جانوروں کو حساب تک سکھایا جاتا ہے (۱۲ جامع) چونکہ یہ مسئلہ تعریف کا انسان سمعی نہیں محض عقلی ہے اس لئے اگر کوئی شخص حکمائے یونان کے قول کے خلاف تحقیق و مشاہدہ سمجھ کر چھوڑ دے تو کچھ حرج نہیں لیکن اشکال یہ ہوگا کہ حکمائے اسلام نے بھی تو ایسا ہی لکھا ہے کہ عقل صرف انسان میں ہے دوسرے حیوانات میں عقل نہیں۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ حکمائے اسلام نے جس عقل کی نفی کی ہے اس سے مراد عقل کا وہ درجہ ہے جس سے احکام شرعیہ کی پابندی لازمی ہو جاتی ہے۔ مطلقاً عقل کی نفی مقصود نہیں۔

انہوں نے دیکھا کہ شریعت نے حیوانات کو مکلف نہیں کیا ہے لہذا فرمادیا کہ حیوانات میں عقل نہیں یعنی اتنی عقل نہیں جو مدار تکلیف ہو سکے دیکھئے مراہق (جو بلوغ کے قریب ہو) مکلف نہیں۔ پھر بالغ ہوتے ہیں مکلّف ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اس قلیل مدت میں یہ نہیں ہو سکتا کہ پہلے بالکل عقل نہ تھی۔ اوراب ایک دم عقل کا چشمہ پھوٹ پڑا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مراہق بلوغ سے پہلے بھی عاقل تھا۔ مگر معتد بہ عقل نہ تھی۔ اور مدار تکلیف مطلق عقل نہیں بلکہ عقل معتد بہ ہے۔ ہاں اس عقل معتد بہ کے مراتب میں بھی فرق ضرور ہوتا ہے چنانچہ بعض آدمیوں میں زیادہ عقل ہوتی ہے بعض میں کم۔ ایسے ہی بعض حیوانات زیادہ ہوشیار ہوتے ہیں بعض کم۔ خلاصہ یہ ہے کہ حیوانات میں عقل ہے تو ضرور جس کی وجہ سے انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ صحیح نہیں ٹھہرتی مگر اتنی نہیں جسکی وجہ سے ان کو مکلف کہا جا سکتا۔

مجذوب کے اقسام

۳۰۔ فرمایا مجذوب مختلف قسموں کے ہوتے ہیں۔ بعض مجذوب کھاتے ہیں پیتے ہیں خوش سے خوش اور رنج سے رنجیدہ ہوتے ہیں سارے کام عام لوگوں کی طرح کرتے ہیں مگر نماز روزہ کے پابند نہیں ہوتے۔ اس لئے اہل ظاہر ان پر لعن طعن کرتے ہیں وہ ان کو مکلف خیال کرتے ہیں حالانکہ ان میں وہ عقل نہیں ہوتی جو مدار تکلیف ہے۔ ہاں حواس صحیح ہوتے ہیں لیکن صحت حواس مدار تکلیف نہیں مگر اکثر لوگ صحت حواس وصحت عقل کے فرق سے ناآشنا ہیں۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے بیان کیا ہے کہ جیسے حیوانات مکلّف نہیں حالانکہ چلتے پھرتے کھاتے پیتے اور سوتے جاگتے ہیں دوست دشمن کو پہچانتے ہیں۔ ایسے ہی بعض مجذوب بھی باوجود ان سب افعال کے صدور کے غیر مکلف ہوتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ وہ عقل جو مدار تکلیف ہے۔ نہ حیوانات میں ہے نہ مجاذیب میں باقی یہ بات کہ ایسے مجذوبوں میں کیا فرق ہے سو اس میں میری رائے یہ ہے کہ ان کے ساتھ اس وقت کے اہل بصیرت صلحاء کا معاملہ دیکھا جائے اگر وہ ان کے ساتھ ادب و تعظیم سے پیش آتے ہوں تو وہ مجذوب ہے اس کی بے ادبی نہ کی جائے اور اگر وہ اسکی طرف توجہ

نہ کرتے ہوتو پاگل سمجھا جاوے۔ باقی ان مجاذیب کا اتباع کرنا کسی حال میں بھی جائز نہیں ۔ کیونکہ جب وہ مکلف ہی نہیں تو دینی حیثیت سے ان کے قول و فعل کا کیا اعتبار۔ پھر اسی سلسلہ میں فرمایا دیو بند میں ایک مجذوب تھے شمس الدین جو فارسی بولتے تھے۔ ہم لوگ اپنے بزرگوں کے فرمانے سے جانتے تھے کہ یہ تکوینی طور پر غیر مسلمین کے حامی ہیں۔ اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں جیسے ملائکہ کفار کی حفاظت کرتے ہیں اور ان کو درندوں سانپوں اور بچھوؤں سے بچاتے ہیں۔ ایسے ہی بعض مجذوبوں کے سپرد یہ خدمت کر دی جاتی ہے کہ اہل باطل کی حمایت کریں۔ بہر حال ہم لوگ طالب علمی کے زمانہ میں ان مجذوب صاحب سے کہا کرتے تھے کہ دعا کیجئے کہ یہ غیر مسلمین مغلوب ہو جائیں تو وہ جواب میں صرف یہ کہا کرتے تھے کہ خدا خیر کند رخدا خیر کند جب ان مجذوب کا انتقال ہوا تو میں افسوس کرنے لگا تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ آج ہمارا دشمن مر گیا۔ اسی سلسلہ میں فرمایا .تکوینی خدمات جن لوگوں کے سپرد کی جاتی ہیں عموماً اعلی درجہ کے نہیں ہوتے جیسے ملازم بڑے یا چھوٹے ایسے ہی ان کا حال ہے۔ اور سالکین حضرات انبیاء علیہم السلام کے جانشین ہیں قرب و فضیلت کا اعلی درجہ رکھتے ہیں البتہ اگر کوئی جامع ہو اسکا ذکر نہیں اس فرق کو دوسری مثال میں یوں سمجھئے کہ مجذوب تو حضرت خضر علیہ السلام کے مانند ہوتا ہے اور سالک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درجہ حضرت خضر علیہ السلام سے بہت زائد ہے خواہ حضرت خضر ولی ہوں جیسے کہ بعض کا خیال ہے یا نبی ہوں جیسے بعض لوگ کہتے ہیں مگر موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم میں سے ہیں۔ اس لئے قرب وفضیلت میں زائد ہیں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ بعض جاہل صوفی کہا کرتے ہیں کہ علم طریقت علم شریعت سے بڑھا ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو کہ عالم شریعت تھے حضرت خضر کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا جاتا کہ عالم تھے تحصیل علم کے لئے بھیجا گیا۔ اسکا عکس نہیں کیا گیا کہ حضرت خضر کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا جاتا مگر یہ دعویٰ اور استدلال دونوں بالکل غلط ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام کے یہ علوم طریقت نہیں ہیں بلکہ تکوینیہ ہیں جو علوم شریعت کے مقابلہ میں بہت کم درجہ کے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام طریقت میں بھی ان سے بڑھے ہوئے ہیں باقی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو

حضرت خضر کے پاس بھیجنا وہ اس وجہ سے نہیں تھا کہ حضرت خضر کے علوم افضل ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انکی احتیاج ہے بلکہ اس بھیجنے میں حکمت موسیٰ علیہ السلام کی ایک خاص اصلاح ہے۔یعنی اپنی شان بلند کے مطابق الفاظ کی بھی رعایت کرلیا کریں اور عبارت کے آداب بھی ملحوظ رکھا کریں۔واقعہ یہ ہے کہ کسی مجمع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کچھ وعظ بیان فرمایا تھا۔اس مجمع میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ اس زمانہ میں سب سے زیادہ عالم کون ہے آپ نے فرمایا میں ہوں۔اس جواب کے عنوان کو حق تعالیٰ نے پسند نہیں فرمایا کہ اپنے آپ کو علی الاطلاق سب سے زیادہ عالم کہا جائے بلکہ اس قید کے ساتھ جواب دینا چاہئے تھا۔کہ علوم مقصودہ میں سب سے اعلم ہوں گو مراد یہی تھی۔مگر اس قید کا لفظوں میں بھی ظاہر کرنا چاہئے تھا اسی پر ارشاد ہوا کہ ہمارے ایک بندہ خضر ہیں ہم نے ان کو ایسے علوم دیئے ہیں کہ آپ نہیں جانتے۔بس اب آپ جا کر اس بندہ یعنی حضرت خضر سے ملاقات کیجئے تا کہ مشاہدہ ہو جائے کہ ان کو وہ علوم دئے گئے ہیں جو آپ کو نہیں دیئے گئے۔گو ان کے علوم درجہ ومرتبہ میں آپ کے علوم سے بہت کم ہیں۔ بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الفاظ کا ادب و رعایت سکھانے کے لئے سفر کا حکم ہوا تھا۔نہ کہ علوم تکوینیہ کی فضیلت کی وجہ سے۔اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ناواقف لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ بعضے آنے والوں کے لئے یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ مجلس میں خاموش بیٹھے رہو۔سوالات کا تم کو کچھ حق نہ ہوگا مگر دیکھ لیجئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت خضر نے جو ان سے درجہ میں بہت کم تھے یہی شرط تھی ''فلا تسئلنی الخ ''اور انہوں نے بخوشی اس کو منظور بھی فرمالیا تھا اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر مصلح اصلاح کے لئے مناسب اور جائز شرط مقرر کرے تو کچھ حرج نہیں اور طالب کے لئے ان کا اتباع ضروری ہے۔اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہما السلام کے قصہ میں قتل غلام وخرق سفینہ کے متعلق ایک طالب علمانہ اشکال ہے کہ اگر یہ امور جائز تھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیوں کیا اور اگر ناجائز تھے تو حضرت خضر علیہ السلام نے ان کا ارتکاب کیوں کیا خصوص جبکہ پیغمبر وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام ان پر نکیر بھی کررہے تھے۔اس اشکال کا اجمالی جواب یہ ہے کہ یہ افعال قواعد کی رو سے بظاہر خلاف شرع تھے

اس لئے حضرت موسیٰ نے اعتراض کیا اور حکمت و مصلحت معلوم ہونے کے بعد خلاف شرع نہ تھے چونکہ حضرت خضر اس حکمت کو جانتے تھے اس لئے انہوں نے ارتکاب کیا۔ اس اجمال کی تفصیل جو طلبہ کے لئے طرب انگیز و وجد آور ہے میری سمجھ میں یہ آئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت حضرت خضر علیہ السام پر حجت نہ تھی۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت عام نہ تھی بلکہ ایک خاص جماعت یعنی بنی اسرائیل کے لئے تھی دیکھئے حضرت خضر علیہ السلام نے آپ سے بوقت ملاقات دریافت کیا تھا کہ آپ کون ہیں آپ نے فرمایا تھا موسیٰ حضرت خضر نے اس پر کہا تھا وہ موسیٰ جو بنی اسرائیل کی جانب مبعوث ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا تھا جی ہاں۔ پھر جملہ معترضہ کے طور پر فرمایا بعثت عام صرف ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تھی اور کسی دوسرے نبی ورسول کی بعثت عام نہ تھی۔ مگر اس پر ایک مشہور اشکال ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت اگر عام نہ تھی تو ان کے نہ ماننے سے تمام عالم کیوں غرق ہوا۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ السلام ہی کے ساتھ بعثت عامہ کی تخصیص نہیں رہی۔ علماء نے اس کے مختلف جوابات دئے ہیں۔ ایک جواب جو میری سمجھ میں آیا ہے اور کہیں نظر سے نہیں گزرا بیان کرتا ہوں۔ احکام کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اصول جیسے توحید، رسالت، حشر ونشر، دوزخ و جنت وغیرہ۔ دوسرے فروع جیسے وضو، غسل، نماز، روزہ، حج اور انکی جزئی خصوصیات وغیرہ اصول میں تو ہر نبی کا اتباع عام طور پر فرض ہے۔ کوئی فرد بشر اس سے مستثنیٰ نہیں ہوتا۔ جو شخص اصول کو نہ مانے گا وہ کافر ہوگا۔ دنیا میں بھی سزا کا مستحق اور آخرت میں بھی۔ باقی فروع میں وجوب اتباع یہ بجز سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نبی کے لئے عام نہیں۔ اس تحقیق کے بعد کوئی اشکال نہیں رہا۔ کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت اور اسی طرح تمام انبیاء علیہما السلام کی دعوت اصول میں عام تھی چونکہ توحید ورسالت کا سب نے انکار کیا اس لئے اس انکار کی وجہ سے سب غرق کئے گئے۔'' حاصل هذا الجواب ان بعثة نبينا صلى الله عليه وسلم عامة من جميع الوجوه وبعثة سائر الرسل و الانبياء عامة من وجه وخاصة من وجه فانظروا ايها الطلاب. ما احسن هذا الجواب ما رأينا ما يقاربه في رسالة'' (ولا کتاب ۱۲) اس کے بعد پھر اصل قصہ کی

جانب عود فرما کر بیان فرمایا کہ الحاصل حضرت خضر علیہ السلام دوسری شریعت کے پیرو تھے اور جس شریعت کے حضرت خضر علیہ السلام پیرو تھے منجملہ اسکے دیگر احکام کے یہ حکم بھی احتمالاً معلوم ہوتا ہے کہ الہام حجت قطعیہ اور واجب العمل ہے اور اس احتمال پر قتل غلام اور خرق سفینہ پر کوئی اشکال نہیں رہتا کیونکہ ممکن ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو ایسا کرنے کا الہام ہوا جو انکی شریعت میں برہان قاطع تھا۔ اور دوسری نصوص عامہ قطعیہ الہام کی قطعیت کی وجہ سے ان جزئیات خاصہ کے حق میں منسوخ ہو گئی ہوں کیونکہ ایک قطعی دوسرے قطعی کے لئے ناسخ ہو سکتا ہے۔ اور اگر علی سبیل التنزل الہام ان کے یہاں حجت قطعیہ نہ ہو بلکہ دلیل ظنی ہو تب بھی گنجائش ہے کیونکہ ممکن ہے ان کے یہاں بھی قاعدہ ہو کہ عام قطعی کی تخصیص مطلقاً دلیل ظنی سے جائز ہے خواہ وہ اس سے پہلے کسی قطعی سے مخصوص ہو یا نہ ہو۔ اور وہ شرط نہ ہو جیسے ہمارے یہاں ہے کہ اول ایک بار کسی سے قطعی سے تخصیص ہو جاوے اس کے بعد پھر دلیل ظنی خبر واحد یا قیاس سے تخصیصاً جائز ہوتی ہے اور الہام اس درجہ کی بھی دلیل نہیں ہے۔ اس شریعت میں یہ نہ ہو اور اس بناء پر الہام سے دوسرے عمومات کی تخصیص ہو جاتی ہو۔ اور چونکہ یہ جواب بدرجہ منع ہے اس لئے ان مقدمات پر دلیل لانے کی ضرورت نہیں واللہ اعلم بالصواب۔ میں نے اس جواب کو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی خدمت میں بھی پیش کیا تھا مولانا نے بہت پسند فرمایا تھا۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ بعضے بزرگوں نے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ زیادہ شغف کا برتاؤ نہیں کیا۔ غالباً حضرت ابراہیم ادہم کا واقعہ ہے ان سے حضرت خضر علیہ السلام نے ملاقات کی۔ پھر پوچھا مجھے پہچانا۔ انہوں نے فرمایا مجھے پہچاننے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی مشغولی سے اتنی فرصت ہی نہیں ۔حضرت خضر علیہ السلام نے خود ہی بتا دیا کہ میں خضر ہوں۔ انہوں نے فرمایا بہتر مگر مجھے کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا لوگ تو میری ملاقات کی تمنا کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا جی ہاں کرتے ہوں گے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا لوگ مجھ سے دعا کرایا کرتے ہیں۔ آپ بھی دعا کرایئے۔ انہوں نے فرمایا ان کا دربار عام ہے ہر شخص کے لئے دروازہ کھلا ہوا ہے۔ کسی واسطہ پر موقوف نہیں جو کچھ مجھے مانگنا ہے میں خود ہی مانگ لوں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے

اصرار فرمایا تو انہوں نے کہا بہتر ہے اگر آپ دعا کے واسطے حکم ہی دے رہے ہیں تو یہ دعا کر دیجئے کہ مجھ کو نبوت مل جائے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا یہ دعا کیسے ہو سکتی ہے۔ نبوت تو ختم ہو گئی (اور مستحیلات شرعیہ کی دعا ناجائز ہے) انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کے اصرار پر ایک دعا کی فرمائش کی تھی وہی آپ کے قابو سے باہر ہے۔ اسی سلسلہ گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ چند محدثین حطیم کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے احادیث کا مذاکرہ کر رہے تھے صرف ایک بزرگ گوشہ میں علیحدہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام ان کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کیوں اس فضیلت سے محروم رہتے ہیں شریک ہو کر احادیث سنیئے ان بزرگ نے دریافت کیا کہ یہ حضرات احادیث کس سے روایت کرتے ہیں حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ سفیان ثوری اور ابن عیینہ وغیرہ ہما سے نقل کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جو شخص خود حق تعالیٰ سے بلاواسطہ روایت کرتا ہو اس کو ان وسائط کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس دعویٰ کی دلیل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ دلیل یہ ہے کہ آپ کو تو میں پہچانتا ہوں کہ آپ خضر علیہ السلام ہیں لیکن آپ مجھے نہیں پہچانتے یعنی میرے مقام سے ناآشنا ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا مجھ کو آج معلوم ہوا کہ بعض اولیاء اللہ کو میں بھی نہیں پہچانتا ہوں مگر یہ سب واقعات غلبہ حال کے ہیں جو محتاج تاویل ہیں احکام اصلیہ نہیں۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا کہ میرے ایک ماموں صاحب شاید اسی بناء پر فرماتے ہوں کہ یہ جو مشہور مقولہ ہے "ولی را ولی می شناسد یہ صحیح نہیں ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ولی را نبی می شناسد" کیونکہ اولیاء کے احوال اور مذاق مختلف ہوتے ہیں ایک حالت اور مذاق والا ولی دوسری حالت اور مذاق والے ولی کو نہیں پہچان سکتا۔ ہاں نبی تمام مقامات کا جامع ہوتا ہے اس لئے وہ ہر ولی کو پہچان سکتا ہے (البتہ اس مقولے کے یہ معنی لئے جائیں کہ غیر ولی ولی کو نہیں پہچان سکتا خواہ ولی پہچان سکے یا نہیں تو صحیح ہو سکتا ہے ۱۲ جامع) اس تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ دیکھئے پولیس کے دو محکمے ہیں ایک ظاہر پولیس جو کھلم کھلا پکڑ دھکڑ اور دارو گیر کرتی ہے حفاظت وغیرہ کے فرائض کو انجام دیتی ہے ایک خفیہ پولیس جو خاموشی اور پوشیدگی کے ساتھ اپنا کام کرتی ہے۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر پولیس خفیہ پولیس کو

پہچان بھی نہیں سکتی ۔ چنانچہ ایک مرتبہ کسی خفیہ پولیس والے پر ظاہر پولیس نے کوئی مقدمہ چلا دیا ۔ بے چارہ پھنس گیا اور قریب تھا کہ قید کا حکم سنا دیا جائے ۔ اس نے کہا کہ میں حاکم سے کچھ تنہائی میں کہنا چاہتا ہوں ۔ تنہائی میں اپنے کاغذات وغیرہ دکھلائے ۔ حاکم نے کوئی قانونی گنجائش نکال کر بری کر دیا ۔ مگر خفیہ پولیس کے اعلی حکام اس شخص پر ناراض ہوئے کہ تو نے اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام نہیں دیئے اور ملازمت ومحکمہ کا حق ادا نہیں کیا ۔ تو نے کیوں ظاہر کیا کہ میں خفیہ پولیس میں ملازم ہوں ۔ تجھ کو خاموشی سے جیل خانہ جانا چاہیئے تھا اور وہاں بھی اپنے فرائض انجام دیتا ۔ اسی طرح اولیاء اللہ کے احوال مختلف ہوتے ہیں بعض اولیاء عوام میں ایسے ملے جلے ہوتے ہیں کہ لوگ ان کو خواہ ولی ہو یا غیر ولی پہچان نہیں سکتے ۔

طلب صادق

۳۸ - ایک صاحب نے جو ایک تفسیر کے مختلف حصے ملک میں شائع کر چکے ہیں حضرت والا کی خدمت میں اپنی اصلاح کا تعلق پیدا کرنے کی درخواست بھیجی ۔ حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ کیا آپ ان مضامین سے جو آپ نے تفسیر میں غلط سلط لکھے ہیں رجوع فرمالیں گے ۔ اس کے بعد ان کا خط آیا ۔ حضرت نے مجمع کو خطاب کر کے فرمایا کہ آج فلاں صاحب کا خط آیا ہے انہوں نے صریح اور صاف الفاظ میں تفسیر کے محرف مضامین سے رجوع کر لیا اور لکھا ہے کہ آپ جس طرح چاہیں اس رجوع کو شائع کر دیں میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ چونکہ رجوع کے شائع کرنے میں میری کوئی مصلحت نہیں ۔ سراسر آپ ہی کی مصلحت ومنفعت ہے اس لئے آپ خود ہی شائع کریں ۔ پھر فرمایا انہوں نے شائع شدہ تفسیر سے رجوع کرنے میں ہمت سے کام لیا ۔ میں اس کی داد دیتا ہوں ۔ جب طلب صادق ہوتی ہے تو یہی اثر ہوتا ہے ۔ (ان صاحب نے اپنا رجوع نامہ لکھ کر حضرت کی خدمت میں بھیجا تھا حضرت نے مناسب ترمیم کر دی تھی ۔ اسکے بعد انہوں نے روزنامہ انقلاب میں اس کو شائع کرا دیا تھا ۔ ۱۲ جامع)

---

۱ پورا مضمون لفظ بلفظ ملفوظات کے ساتھ ارمغان جاوداں یعنی حالات سفر میں بسلسلہ سفر کانپور درج ہے ۔ وصل

مدعی شرافت اور غریب عوام

۳۹-فرمایا آج کل جو لوگ شرافت کے مدعی ہیں وہ علی العموم غریب اقوام کی تحقیر کرتے ہیں اور ادھر ان غریب اقوام کو یہ خبط ہوا ہے کہ وہ اپنی حد سے آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ میرے نزدیک دونوں فریق تکبر و خود بینی میں گرفتار ہیں۔ کیونکہ مدعیان شرافت تو کھلم کھلا تحقیر کرتے ہی ہیں اور دوسروں کی تحقیر ظاہر ہے کہ عین تکبر ہے اور غریب اقوام اپنی برادری کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ اسی واسطے اس سے جدا ہو کر دوسری برادریوں میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ اور یہ بھی تکبر ہی ہوا کیونکہ اپنے بھائیوں کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ بعض نصوص سے تو تمام انسانوں میں مساوات معلوم ہوتی ہے اور بعض نصوص سے تفاضل اور مراتب کی کمی بیشی مفہوم ہوتی ہے۔ میں نے اس کے متعلق ایک مختصر مگر جامع مضمون ابھی کانپور میں لکھا تھا۔ اس مضمون سے معلوم ہو جائے گا کہ ان دونوں قسم کے نصوص میں کوئی تعارض نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ مساوات کا کیا محل ہے اور تفاضل کا کیا اور مساوات و تفاضل کی حدود کیا ہیں۔ (احقر اسعد اللہ عرض کرتا ہے کہ یہ مضمون کانپور کے رسالہ الادب کانپور بابت ماہ رمضان ۱۳۵۷ھ ص ۳۳، ۳۴ پر شائع ہو چکا ہے۔ اور غالباً النور میں بھی بسلسلہ امداد الفتاوٰی شائع ہوگا ا میں یہاں تتمیماً للفائدہ اسکا خلاصہ یہاں بھی لکھتا ہوں۔

حضرت سے سوال کیا گیا کہ بعض قومیں دوسری قوموں کی تحقیر کرتی ہیں اور بعض قومیں بلا دلیل اپنے کو دوسری قوموں میں داخل کرتی ہیں۔ یہ دونوں فعل شرعاً کیسے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں فعل شرعاً قبیح ہیں۔ پہلا تفریط ہے دوسرا افراط۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ نصوص شرعیہ کی اس باب میں دو قسمیں ہیں ایک مثبت مساوات ایک مثبت تفاضل اور چونکہ نصوص میں تعارض ناممکن ہے اس لئے ہر ایک کا محل جدا قرار دیا جائے گا۔ پس نصوص مساوات تو آخرت کے متعلق ہیں یعنی نجات کے لئے ایمان و عمل صالح کے مدار ہونے میں اسلامی حقوق میں اور دینی کمال حاصل کرنے کے بعد تقدم میں سب برابر ہیں۔ چنانچہ مدعیان شرافت بھی سب قوموں کے پیچھے نماز

پڑھتے ہیں ان سے مرید ہوتے ہیں ان سے علم حاصل کرتے ہیں اور نصوص تفاوت احکام راجعہ الی المصالح الدنیویہ کے باب میں ہیں جیسے شرف نسب یا نکاح میں کفاءت حتی کہ جو اقوام عرفاً اعلی طبقہ کی مشہور ہیں خود ان میں بھی باہم وگر تفاوت شرعاً معتبر ہے۔قریش میں بنی ہاشم کا شرف نسبی بقیہ قریش پر نص میں وارد ہے۔کفاءت میں قریش کو غیر قریش پر فضیلت (گو وہ عربی ہی ہیں) دلائل شرعیہ سے ثابت ہے۔اب نصوص میں کوئی تعارض نہیں رہا۔پس جو لوگ اپنے کو بڑا اور دوسروں کو اعتقاداً یا عملاً حقیر سمجھتے ہیں یا جو لوگ بلا دلیل شرعی بڑی قوموں میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں دونوں افراط وتفریط میں مبتلا ہیں پہلی جماعت کا تکبر تو کھلا ہوا ہے۔مگر دوسری جماعت بھی متکبر ہے کیونکہ جب دوسری قوم میں بلا دلیل داخل ہونے کی کوشش کی تو اپنی قوم کو ذلیل سمجھا ورنہ اس سے نکلنے کی کوشش نہ کی جاتی اور اس جماعت کو علاوہ تکبر کے نسب بدلنے کا بھی گناہ ہے جس پر حدیث میں سخت وعید وارد ہے۔ان دونوں جماعتوں پر واجب ہے کہ افراط و تفریط سے توبہ کر کے حدود شرعیہ کے اندر رہیں ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں۔اور دونوں کمالات دینیہ حاصل کریں جو کہ مسلمانوں کا اصل مقصود ہے۔ ۱۲

احتیاط

۴۰-فرمایا ایک صاحب نے لکھا ہے کہ پارۂ الٓمّٓ کی تفسیر بطرز جدید ار سال خدمت کر رہا ہوں اس پر تقریظ لکھ دیجئے۔میں نے لکھ دیا ہے کہ نہ اتنی فرصت اور نہ طاقت لہذا مجبوری ہے۔پھر فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ تقریظ کے لئے جو کتاب آتی ہے اگر میں اس پر تقریظ نہیں لکھتا ہوں تو واپس کر دیتا ہوں گو اس نے ہبہ ہونا ظاہر کیا ہو۔کیونکہ بھیجنے والے کا مقصود تقریظ ہے جب وہ حاصل نہیں ہوا تو کتاب کا تدیناً درست نہیں۔

تبرع

۴۱-فرمایا میں داڑھی منڈوانے والوں سے بھی بلا ظاہری استنکاف کے مل لیا کرتا ہوں۔

فیروز پور کے ایک صاحب نے لکھا تھا کہ میں کوٹ پتلون اور ہیٹ کی وضع میں آنا چاہتا ہوں۔

میں نے لکھ دیا کہ شوق سے آیئے۔ آپ اگر ظاہری امراض میں مبتلا ہیں تو میں باطنی امراض میں گرفتار ہوں۔ ایک مریض کی دوسرے مریض سے ملاقات میں کیا حرج ہے مگر اسکے ساتھ یہ بھی لکھا تھا کہ خانقاہ میں ٹھہرانے کی اجازت نہ ہوگی۔ دوسری جگہ مناسب انتظام کر دیا جائے گا تا کہ نہ آپ کو خانقاہ والوں سے اذیت ہو اور نہ ان کو آپ کی حالت سے وحشت لیکن وہ جب آئے تو بالکل ملا بن کر آئے۔

رعایت

۴۲-فرمایا جو لوگ محض ملاقات کے لئے آتے ہیں ان سے خشونت برتنا نافع نہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص مرید ہو یا زیر تربیت ہو تو اس پر بقدر ضرورت سختی بھی کرنا نافع ہے۔

مسلمانوں کا محبّ

۴۳-فرمایا آج کل میں اس کو دیکھا کرتا ہوں کہ صحیح طور پر مسلمانوں کی سچی محبت و حمایت کرنے والا کون ہے مجھے ایسے شخص سے محبت ہو جاتی ہے۔

حسن پسندی

۴۴-فرمایا لوگ کہا کرتے ہیں کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ حسن پرست تھے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ غلط ہے۔ پرستش تو معبود برحق کی ہوتی ہے۔ مرزا صاحب صرف خدا پرست تھے۔ ہاں حسن پسند تھے یعنی لطافت مزاج و نظافت احساس کی وجہ سے ہر شے کو حسین و جمیل اور صاف ستھرا دیکھنا چاہتے تھے۔ کسی آدمی کسی سن کسی چیز کی تخصیص نہ تھی۔ (تذکرہ آب حیات میں آزاد مرزا صاحب کے جو حالات لکھے وہ قابل اعتبار نہیں۔ مرزا صاحب شیخ المشائخ ہیں ۱۲ اسعد) مرزا صاحب میں یہ لطافت بچپن ہی سے تھی۔ چنانچہ خوبصورت اور صاف لباس والے کی گود میں فوراً چلے جاتے تھے اور بدصورت میلے کچیلے کی گود میں ہرگز نہ جاتے تھے۔

ناموں کی تجویز

۴۵-فرمایا ایک صاحب نے لکھا ہے کہ نیا مکان تیار ہوا ہے۔ دو نام زیر تجویز ہیں اشرف البیوت اور بیت اشرف۔ آپ جو نام مناسب سمجھیں مطلع فرمائیں۔ میں نے لکھا ہے کہ دوسرا نام مختصر ہے۔ وجہ ترجیح کی کسی نہیں لکھی۔ اب ان کو اختیار ہے جو چاہیں رکھیں۔ بعض لوگ عمارات بنوا کر درخواست کرتے ہیں کہ ایسا نام تجویز کر دیجئے۔ جس میں آپ کا نام بھی آ جائے مگر مجھے ایسا نام بتاتے ہوئے شرم آتی ہے چنانچہ نہیں بتاتا ہوں (حالانکہ ناموں کے رکھنے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت کو ایسا ملکہ عطا فرمایا ہے کہ باید وشاید ۱۲)

مصالح کا خیال

۴۶-ایک صاحب نے دستی پرچہ بھیجا۔ حضرت نے اس پر جواب لکھ کر لانے والے کے حوالہ کر کے فرمایا کہ گو اس میں لکھا تھا کہ جواب خواہ زبانی دے دیا جائے یا تحریری مگر میں نے باوجودیکہ زبانی جواب سہل تھا تحریری ہی جواب دیا کیونکہ میری عادت ہے کہ تحریر کا جواب تحریر سے اور تقریر کا جواب تقریر سے دیا کرتا ہوں اس میں بہت مصالح ہیں۔

تعارف

۴۷- ایک سن رسیدہ صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت کل کس وقت زیارت ہو سکے گی فرمایا کہ کل صبح کو آ جایئے جب دوسرے اصحاب کو بلایا جائے تو آپ بھی مجھ کو اپنی موجودگی کی اطلاع کرا دیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں ڈھائی برس حاضر خدمت رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ کو جو جواب دیا گیا ہے آپ اسے سمجھے یا نہیں۔ کچھ سکوت کے بعد کہا نہیں۔ حضرت نے جواب مکرر بیان فرما دیا انہوں نے کہا کہ بہت اچھا اور پھر دوبارہ یہی کہا کہ میں ڈھائی برس حاضر خدمت رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ غالباً آپ اس سے اپنا تعارف کرانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ تعارف کے لئے صرف اتنا پتہ کافی نہیں۔ نیز الماضی لایذکر ماضی کو چھوڑیئے یہ بتایئے کہ کیا آپ نے مکاتبت وغیرہ سے تعلقات کو قائم رکھا ہے۔ کہ تعارف رہتا حالانکہ تعلقات کا باقی رکھنا کچھ

مشکل نہیں اگر کم از کم ہر مہینے ایک خیریت طلب خط ہی لکھ دیا جائے تو بھی کافی ہے۔

صبح ۹ ½ بجے چہار شنبہ ۱۴ ستمبر ۱۹۳۸ء لکھنؤ

تصنع

۴۸- ایک صاحب اجازت لے کر زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور دروازہ کے قریب ایک بیٹھے ہوئے شخص سے خوب مل کر بیٹھ گئے۔ فرمایا بہت جگہ خالی ہے ادھر آرام سے بیٹھئے۔ افسوس ہے کہ اس کا بالکل خیال نہیں کیا جاتا کہ اس طرح بلاضرورت مل کر بیٹھنے سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے۔ بعضے لوگ قصداً ذلیل جگہ بیٹھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حقیقی تواضع یہی ہے گو کسی کو اذیت ہی کیوں نہ ہو۔ یہ سب لایعنی تکلفات ہیں۔ جہاں فراغت کی جگہ ہو وہاں بیٹھنا چاہئے۔ اگر ہر شخص جوتیوں میں بیٹھنا شروع کر دے تو منتظم کے لئے ایک کام اور بڑھے کہ ہر ایک سے کہے کہ یہاں تشریف رکھئے۔ اس تصنع نے ناس کر دیا ہے۔ نیز یہ تکلف و تصنع سنت کے بھی خلاف ہے۔

نسیان

۴۹- فرمایا کہ مولوی عبدالماجد صاحب دریا آبادی نے آنے کو لکھا تھا یاد نہیں رہا کہ آج کا دن مقرر کیا تھا یا کل کا ایک صاحب نے کہا کہ آج ہی کا دن مقرر کیا تھا۔ اس پر حضرت نے فرمایا اپنے بھولنے پر ایک لطیفہ یاد آیا۔ تھانہ بھون سے قصبہ کیرانہ ضلع مظفرنگر ایک برات گئی مگر طے شدہ تاریخ سے ایک روز بعد میں پہنچی۔ لڑکی والے بہت بگڑے کہ قرارداد کے خلاف کیا انتظام میں ابتری ہوئی۔ نقصان ہوا۔ یہ دیکھ کر براتی گھبرا گئے۔ براتیوں میں ایک ظریف بھی تھے وہ بولے کہ بھائی ہم تھانہ بھون سے تو اسی مقررہ دن مثلاً بدھ کو چلے تھے لیکن یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ آج بدھ نہیں جمعرات ہے۔ لڑکی والوں نے کہا کہ تھانہ بھون سے یہاں تک کا راستہ چند گھنٹوں میں قطع ہو جاتا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہاں سے بدھ کو چلے اور یہاں جمعرات کو

پہنچے۔ظریف صاحب نے فرمایا تو پھر زمین کا پھیر معلوم ہوتا ہے۔ان لوگوں نے کہا اس کا کیا مطلب یہ کیسے ہوسکتا ہے ظریف صاحب نے کہا اگر آپ کو یقین نہیں آتا تو تھانہ بھون جا کر دریافت کر لیجئے وہاں ہر شخص آج بدھ ہی بتائے گا بس یہ صرف زمین ہی کا پھیر ہے۔ یہ سن کر سب ہنس پڑے اور ناراضی ختم ہوگئی۔

وعدہ کا پاس

۵۰-وصل صاحب بلگرامی نے عرض کیا کہ اخبارات میں شائع ہوا ہے کہ ہٹلر نے حکومت برطانیہ کو بہت سخت جواب دیا ہے کہ تم ہم کو فلسطین کے عربوں کی طرح نہ سمجھنا جو تمہارے ظلم وتشدد کا انسداد نہیں کر سکے ہم تمہارے چھکے چھڑا دیں گے حضرت نے یہ سن کر فرمایا ان لوگوں کی نہ صلح کا اعتبار نہ جنگ کا اور جب اپنے وعدہ ہی کا پاس نہ ہو تو کسی چیز کا بھی اعتبار نہیں۔

ریا وسمعہ

۵۱-فرمایا آج کل لوگوں نے جیل میں جانا فرض اور عبادت مقصودہ سمجھ رکھا ہے گو واجبات کا اہتمام نہ ہو گو فرائض کی فکر نہ ہو لیکن جیل میں جانے کو تیار ہیں۔عموماً صرف ریا وسمعہ اس پر آمادہ کرتا ہے۔اگر دینی جذبہ ہو تو تمام امور دینیہ یکساں طور پر انجام دئے جاتے۔

ڈھنگ کی بات سے تکلیف نہیں ہوتی

۵۲-فرمایا جو بات ڈھنگ کی ہوتی ہے گو بے باکی ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو وہ ناگوار نہیں ہوتی ایسی بات صرف اس کو ناگوار ہوتی ہے جس کو یہ خیال ہو کہ ہمارا ادب واحترام کیوں نہیں کیا گیا۔ الحمدللہ یہاں اسکا وسوسہ بھی نہیں ہوتا۔البتہ بے ڈھنگی اور بے تکی بات سے ضرور اذیت ہوتی ہے۔

سوال کے متعلق قواعد

۵۳-ایک معمر معزز صاحب نے پوچھا کہ کل یوم ھو فی شان کے کیا معنی ہیں۔فرمایا گستاخی معاف ہو اس وقت اس سوال کی کیا ضرورت ہے۔ یہاں تو ضروری باتیں دریافت کرنا

چاہئیں اس قسم کے سوالات تو بذریعہ خط وطن سے بھی کئے جاسکتے ہیں۔قرآن شریف اتنا سہل نہیں ہے کہ منہ اٹھا کر اس کے معانی بلا تکلیف بیان کر دئے جائیں۔ اگر کوئی شخص تمام عمر بھی خدمت قرآن میں صرف کرے اور تفاسیر کا مطالعہ رکھے تب بھی جب اس کی کوئی آیت آئے گی اس کو ضرور غور وفکر و تتبع کی ضرورت پڑے گی۔آپ کو کم از کم میری بیماری کا تو خیال کرنا چاہئے تھا کہ غور وفکر اور طویل تقریر سے تکلیف ہوگی خصوصاً اس حالت میں کہ میری تفسیر بیان القرآن موجود ہے اس میں ملاحظہ فرما لیتے اور مجھ کو خود تفسیر کے مضامین ہر وقت مستحضر نہیں رہتے۔بعض اوقات میں خود اپنی تفسیر دیکھنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔

جوش کے کام ناپائیدار ہوتے ہیں

۵۴-فرمایا جس قدر کام جوش کے ہوتے ہیں سب کے سب غیر مستقل اور ناپائیدار ہوتے ہیں اور کچھ دنوں میں ختم ہو جاتے ہیں اور جو کام تدبر وتفکر کے ساتھ تدریجاً انجام دیئے جاتے ہیں وہ محکم اور مثمر ہوتے ہیں۔دیکھئے تیز بارش سے پیداوار نہیں ہوتی اور ہلکی بارش سے کھیتی خوب لہلہاتی ہے۔

دین کی بے قدری

۵۵-فرمایا آج کل اکثر لوگوں کو دینی رسائل اور دینی مسائل کی طرف بالکل توجہ نہیں۔صرف ایسے رسالوں کی قدر ہے جن میں حسن وعشق کے مخرب اخلاق قصے ہوں۔جھوٹے اور دین سوز افسانے ہوں۔مہمل اور غیر مثمر نظمیں ہوں۔لوگوں کی ناجائز عیب جوئی اور غیبت ہو۔بس ان کی قدر ہے اور دینی باتوں کو خشک بتایا جاتا ہے۔جس زمانہ میں القاسم دیوبند سے شائع ہوتا تھا اس میں میرا مضمون تربیۃ السالک بھی مدتوں تک مسلسل نکلتا رہا کہ اس اثناء میں ایک پنجابی صاحب کا خط آیا کہ ہم کو ایسے خشک مضامین کے رسالہ کی ضرورت نہیں کوئی تاریخی مضمون ہونا چاہئے۔یہ خط پڑھ کر مجھ کو وہم ہوا کہ شاید اس قسم کا کوئی خط دیوبند بھی آیا ہو جس سے ارکان القاسم کو اندیشہ ہوا کہ ایسے مضامین سے رسالہ کو نقصان پہنچے گا۔مگر میری رعایت کی وجہ سے مجھ کو مطلع نہ کیا ہو۔اس لئے

میں نے فوراً لکھ دیا کہ لوگ اس قسم کے مضمون پسند نہیں کرتے ہیں لہذا میری رائے ہے کہ اس مضمون کو بند کر دیا جائے وہ ارکان بخوشی اس پر راضی ہو گئے۔ دیکھئے میرا وہم صحیح نکلا۔ لوگ کہا کرتے ہیں کہ تو بڑا وہمی ہے مگر میں کیا کروں جب سارے اوہام واقعات ثابت ہوتے ہیں۔ اور جس شخص کے متعلق جو رائے قائم کرتا ہوں اکثر بعد تجربہ وہ اس کے مطابق ثابت ہوتا ہے۔

علم کی ضرورت

۵۶- فرمایا بہت سے ضروری اور مفید کتابوں کے مسودے مدرسہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں رکھے ہوئے ہیں مگر میں نے آج تک کبھی کسی شخص کو خاص خطاب کر کے تحریک نہیں کی کہ فلاں کتاب چھاپ لو یا چھپوا لو۔ حالانکہ مخلص دوستوں میں ایسے باوسعت لوگوں کی کمی نہیں ہے جو برضا و رغبت بہتر طور پر اس کام کو انجام دے سکتے ہیں مگر مجھ کو شرم آتی ہے۔ نیز اس میں علم اور کتاب کی بھی اہانت ہے۔ اسکا یہ مطلب ہوگا کہ علم اور کتاب ان کے محتاج ہیں حالانکہ واقعہ اسکے برعکس ہے۔ ہاں اگر کوئی از خود درخواست کرے کہ فلاں مسودہ مجھے دید یجئے میں شائع کروں گا تو خاص شرائط کے ساتھ دیدیا جاتا ہے یا یہ کہے کہ میری رقم سے فلاں کتاب شائع کر دی جائے تو اسکا انتظام بھی ہو سکتا ہے۔

میرے یہاں کتابوں کی تجارت نہیں ہوتی

۵۷- فرمایا معاملات سے میری اس قدر یکسوئی پر بھی لوگوں کو شبہ ہے کہ میں در پردہ تجارت کرتا ہوں۔ چنانچہ اسی خیال پر کتابوں کی فرمائش بھی میرے نام آجاتی ہے۔ میں لکھ دیتا ہوں کہ میں تجارت نہیں کرتا ہوں خیر یہ لوگ تو بیچارے اجنبی اور دور کے رہنے والے ہیں جن کو میرے معمولات اور حالات کا پورا پورا علم نہیں۔ تعجب تو اس سے ہے کہ ایک خان صاحب جو مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون کی ایک دوکان میں کرایہ پر بیٹھتے تھے۔ ہر وقت آمد و رفت رہتی تھی مدرسہ ہی کی مسجد میں پنجوقتہ نماز بھی پڑھتے تھے مجھ سے اچھے خاصے تعلقات تھے محبت کرتے تھے جو چیز موسم کے مناسب تجارت کے لئے تیار کرتے تھے مجھے ہدیہ دیتے تھے۔ بہر حال ان کو میرے حالات کا

کافی علم ہونا چاہئے تھا۔ خصوصاً ان حالات کا جو بالکل ظاہر اور کھلے ہوئے ہیں لیکن وہ ایک روز آئے اور کہنے لگے کہ ایک شخص تم پر اعتراض کر رہا تھا کہ فتوحات بھی بہت ہیں مطبع کی آمدنی بھی ہے کتابوں کی تجارت سے بھی کافی آمدنی ہے۔ ہدیے اور تحفے بھی آتے رہتے ہیں۔ میں نے اس شخص کو یہ جواب دیا کہ تم نے آمدنی کے ذرائع تو دیکھے لیکن خرچ کو بھی دیکھا کہ وہ کتنا ہے۔ یہ گفتگو سن کر میں نے کہا کہ خان صاحب کیا آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ مطبع وغیرہ میرا ہے۔ وہ بہت تعجب سے بولے اچھا کیا یہ آپ کا نہیں ہے۔ اب دیکھئے جب پاس رہنے والے متعلقین کا یہ حال ہے تو دور کے رہنے والے کی کیا شکایت۔ اسی سلسلہ میں فرمایا اگر میں تجارت کرتا ہوتا تو چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔ نہ اس میں شرعاً کوئی گناہ ہے نہ عرفاً کوئی ذلت ہے۔ باقی میں جو تجارت وغیرہ کا انکار کر دیتا ہوں اس سے میرا مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو صحیح حال معلوم ہو جائے۔ دھوکہ میں مبتلا نہ ہوں۔ بلکہ اگر تجارت عرفاً ذلت بھی ہوتی اور میں کرتا ہوتا تو تب بھی ضرور ظاہر کر دیتا کیونکہ اس میں شرعاً کچھ حرج نہیں۔

ھدایا کے متعلق معمول

۵۸- فرمایا ہدیہ میں جو چیزیں آتی ہیں اگر وہ میری ضرورت سے زائد ہوتی ہیں تو یا تو کسی رشتہ دار اور دوست کو بلا قیمت دے دیتا ہوں اور اگر بلا قیمت دینے کی ہمت نہیں ہوتی تو فروخت کر دیا کرتا ہوں گو بظاہر اس میں سبکی ہے عرف کے خلاف ہے۔ مگر اس کے سوا کیا کر سکتا ہوں۔ رکھنا فضول اور تقسیم کے لائق نہیں یا تقسیم کی ہمت نہیں تو اب بجز بیع کے اس سے انتفاع کی کیا صورت ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے پاس جب ہدایا ضرورت سے زائد جمع ہو جاتے تھے۔ تو سہارنپور اپنے مجاز حافظ قمر الدین صاحبؒ کے پاس فروخت کرنے کیلئے بھیج دیا کرتے تھے۔ لوگوں کے اعتراض کی بالکل پرواہ نہیں فرماتے تھے۔ ہدایا کے فروخت کرنے میں ہم نے نہ تو کسی پر ظلم کیا نہ کسی سے بھیک مانگی۔ جو مصلحت سمجھی اس کے موافق کیا اب اگر کوئی اعتراض کرتا ہے تو اسکی حماقت ہے۔ ہاں دیکھنے کی بات یہ ہے کہ کچھ شریعت کے خلاف تو نہیں کیا۔ اسی

سلسلہ میں فرمایا کہ چونکہ میں شریعت کے مطابق دونوں گھروں میں عدل کرنا چاہتا ہوں اسلئے جو ہدیہ تقسیم و تجزی کے قابل ہوتا ہے اس کو برابر تقسیم کر دیتا ہوں۔ اور اگر دونوں حصوں میں کچھ تفاوت نہ ہوا تو تقسیم میں کچھ تکلف ہی نہیں۔ اور اگر کوئی عارضی تفاوت ہوا تو بلحاظ قیمت کے اور دوسری صورت میں اگر بعد تقسیم کوئی ایک ہی حصہ دونوں گھروں میں پسند ہوا تو قرعہ سے تعیین کر دیتا ہوں۔ گو یہ عرف کے خلاف ہے لیکن اگر مفت دیا جائے تو عدل شرعی کے خلاف ہے۔ ہاں جو چیزیں تجزیہ قبول کرتی ہیں ان کو دو مساوی حصوں میں منقسم کر کے دونوں گھروں میں بھیج دیتا ہوں محض عرف کے پیچھے پڑ جانا دانشمندی سے بعید ہے۔ پہلے دیکھنا چاہئے ۔

کہ شرع کے تو خلاف نہیں پھر اسکے بعد راحت و آرام کا خیال ہونا چاہئے خواہ عرف کے مخالف ہو یا موافق۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اگر کسی شخص کا اعتقاد ان جائز اور راحت رساں امور کو دیکھ کر جاتا رہے تو سمجھنا چاہئے کہ وہ پہلے ہی سے معتقد نہ تھا کیونکہ اسکا حاصل تو یہ ہوا کہ شریعت مقدسہ پر عمل کرنے کی وجہ سے اعتقاد رخصت ہو گیا۔ نفرین ہے ایسے اعتقاد پر۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی معتقد نہیں رہا تو ہمارا کیا ضرر ہمیں کیا فکر۔ بحمداللہ تعالیٰ نہ اسکی طلب نہ حاجت۔

صفائی معاملات

۵۹- فرمایا جب کوئی مہمان ہوتا ہے تو میں گھروں میں اسکے کھانے کے دام علیحدہ دے دیتا ہوں۔ میں ہر معاملہ کو صاف رکھنا چاہتا ہوں۔

رسم و رواج کی پابندی

۶۰- فرمایا رسم و رواج ایسی بلا ہے کہ اکابر تک بھی اس میں کسی نہ کسی قدر مبتلا ہوتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ ایک بڑے مدرسہ کا ایک زبردست جلسہ ہوا۔ دیکھنے والے تجربہ کار اصحاب نے تمیس ہزار آدمیوں کے اجتماع کا اندازہ کیا تھا۔ میں نے منتظمین کی خدمت میں یہ رائے پیش کی کہ اہل مدرسہ اپنے زیر انتظام کچھ دکانیں کھلوا دیں۔ مختلف کھانے ہر وقت تیار رہیں تا کہ ہر شخص کو اس کے مذاق کے مطابق کھانا مل سکے نیز نرخ بھی بلا جبر و اکراہ مقرر کر کے دوکانوں پر آویزاں کر دیا

جائے یا کسی اور طریقہ سے مشتہر کر دیا جائے تا کہ کمی بیشی اور مہمانوں کی پریشانی کا احتمال نہ رہے اہل مدرسہ صرف قیام کا انتظام اپنے ذمہ لیں اور کھانے کا انتظام نہ کریں آنے والے دوکانوں پر کھالیں اور جو لوگ دس دس بیس بیس روپے آمد و رفت میں خرچ کر سکتے ہیں ان کو کھانے میں ایک دو روپے کا خرچ کرنا کچھ مشکل نہ ہوگا اور ادھر مدرسہ کو ایک بڑی رقم بچ جائے گی۔ لیکن میری اس رائے کو تسلیم نہیں کیا گیا اور صرف یہ فرما کر ٹال دیا گیا کہ عرف و معمول کے خلاف ہے۔ رواج اسکی اجازت نہیں دیتا ہے۔ تیس ہزار کے مجمع کو کئی وقت کھانا کھلایا اور کھانا بھی ایسا لذیذ و عمدہ کہ ایسے ایسے متمول لوگ جن کو اپنے یہاں کے کھانے پر ناز تھا کہتے تھے کہ ہم نے ایسا کھانا کہیں نہیں کھایا تھا۔ ادھر تو مدرسہ کو زبردست زیر باری ہوئی اور ادھر منتظمین کی ایک بڑی جماعت مواعظ میں شریک نہ ہو سکی حالانکہ جلسہ کا اصل مقصود مواعظ ہی تھے یہ ہے رواج کی پابندی کا نتیجہ۔ اسی سلسلہ میں یہ مسئلہ فرمایا کہ زبردستی نرخ مقرر کرنا جائز نہیں ہے ہاں لوگوں کو راحت پہنچانے کے لئے اگر باہمی مفاہمتی سے ایسا کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ پھر فرمایا میرے یہاں اب یہ دستور ہے کہ مہمان جتنے دنوں چاہے قیام کریں اپنے کھانے کا انتظام خود کریں گے۔ ہاں جن سے خصوصیت اور بے تکلفی ہے اوران کا قیام بھی قلیل ہو یا انکو انتظام میں دقت ہو تو ان کا کھانا مکان سے آتا ہے۔ گو میرا یہ دستور رواج کے خلاف ہے۔ لیکن اس میں طرفین کو راحت ہے۔ مہمان جب چاہیں اور جو چاہیں کھا پی سکتے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قیام میں آزاد ہیں جتنا جی چاہے قیام کریں ورنہ بہت سے غیور طبع انسان بجائے پندرہ یوم کے پانچ یوم بھی نہ ٹھہر سکتے۔ یوں کہتے کہ مفت کی روٹیاں کھانا یا بار ڈالنا مناسب نہیں۔ نیز جلد جلد آنے کا ارادہ بھی نہ کر سکتے۔ اوران باتوں سے ان کا دینی نقصان ہوتا۔ اب بحمد اللہ تعالیٰ یہ خرخشے نہیں ہیں اور میں اس فکر سے آزاد ہوں کہ مہمانوں کے لئے کیا پکا اور کب پکا۔ کون مہمان موجود ہے۔ کون غائب ہے۔ کوئی پرہیزی کھانا تو نہیں کھاتا وغیرہ وغیرہ۔ اب جب اس اطمینان کے ساتھ میں دینی خدمات انجام دے سکتا ہوں مہمان نوازی کی صورت میں کہاں ممکن تھا۔ خصوصاً اس صورت میں کہ مہمان بھی بڑی تعداد میں بکثرت آتے رہتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا ایک مرتبہ مدارس عربیہ کی

تعطیلات کے زمانہ میں اسی مہمان جمع ہو گئے تھے۔ جن میں اکثریت طلبہ کی تھی۔ میں نے حافظ اعجاز احمد سے جو مہمانوں کو بقیمت کھانا کھلاتے ہیں کہہ دیا تھا کہ ہر طالب علم سے علیحدہ علیحدہ پوچھو کہ کتنا قیام کرنا چاہتے ہو اور تمہارے پاس دام کافی ہیں یا نہیں۔ جس کے پاس خرچ نہ ہو اس کو میرے حساب میں برابر کھلاتے رہو دام میں دوں گا کیونکہ دام دینا آسان ہے انتظام مشکل ہے اتفاقاً اسی زمانہ میں مولوی محمد حسین صاحب تیتروں سے واپسی میں تھانہ بھون آئے۔ انہوں نے طلبہ کے مجمع سے جو کہ عموماً ان کے شاگرد تھے فرمایا کہ تم لوگ کیسے لاپرواہ ہو کہ مولانا پر اپنے کھانے کا بار ڈالتے ہو۔ کسی ذریعہ سے اس کی اطلاع مجھ کو بھی ہو گئی۔ میں نے مولوی صاحب سے کہا آپ جانتے ہیں کہ میں عرف اور رسم ورواج کا پابند نہیں مجھ کو تنگی ہوتی میں خود انکار کر دیتا ہوں اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے معمولی خدمت کر سکتا ہو۔ اور طلبہ تو بجائے میری اولاد کے ہیں ان کے حقوق تو اور زائد ہیں آپ کچھ نہ فرمائیں ان کو آزادی سے رہنے دیں۔

شاگرد اولاد کی طرح ہوتے ہیں

۶۱- فرمایا مجھ کو شاگردوں سے جتنی محبت ہے۔ مریدین اور معتقدین سے اتنی نہیں۔ شاگرد تو اولاد کی طرح ہوتے ہیں۔ شاگردی اور استاذی کا تعلق نہایت مستحکم و پائیدار ہوتا ہے اور عقیدت کا تعلق اکثر نا قابل اعتبار۔ ارادت کا تعلق ادنیٰ شبہ سے انسان قطع کر دیتا ہے لیکن شاگردی کا تعلق قطع نہیں کیا جاتا۔

احکام میں اکابر کی موافقت مطلوب ہے انتظام میں نہیں

۶۲- فرمایا مہمانوں کے متعلق ہمارے اکابر کا یہی معلول تھا کہ عموماً ان کے کھانے کا خود جو انتظام فرماتے تھے دام وغیرہ دینا ان کا معمول نہ تھا۔ ہاں شاذ و نادر کبھی ایسا بھی ہوا ہے اور میری عادت انتظام کی مصالح سے معمولی اکابر کے خلاف ہے گو کھینچ تان کر اپنی اس عادت کو معمول اکابر کے موافق کرنا ممکن ہے کہ وہ بھی تو کبھی دام دے دیا کرتے تھے مگر یہ موافقت کا دعویٰ صحیح نہیں کیونکہ یہ موافقت یہ ہوتی کہ میں بھی اکثر تو کھانے کا انتظام کیا کرتا اور گاہے گاہے یہ

سبیل شذوذ داموں کا انتظام بھی کر دیا کرتا۔ اور یہاں معاملہ اسکے برعکس ہے۔ معمول عادت غالبہ کا نام ہے۔ باقی یہ ایک واقعی تحقیق ہے کہ ایسے امور میں خود موافقت ہی کی ضرورت نہیں کیونکہ اکابر کی موافقت احکام میں مطلوب ہے نہ کہ انتظام میں اور میں نے یہ طریقہ انتظاماً اختیار کیا ہے کہ طرفین کو مختلف تشویشات سے نجات ہوتی ہے۔ اور اس میں دینی و دنیوی مصالح حاصل ہوتے ہیں یہ اعتراض ایسا ہی ہے جیسے ان معترضین پر کوئی اعتراض کرے کہ تمہارے بزرگوں نے تو حج بادبان والی کشتیوں میں کیا ہے۔ اور تم دخانی جہازوں میں حج کرتے ہو۔ یہ ان کے طریق اور معمول کے خلاف ہے تو کیا تم اپنے کو ان کا مخالف کہلا لو گے۔ اسی طرح آئندہ ہماری ذریت ہوائی جہاز پر حج کرنے لگے تو کیا ان کو یہ کہنا درست ہوگا کہ یہ اپنے اکابر کے خلاف کرتے ہیں وہ ہوائی جہاز پر حج نہیں کیا کرتے تھے۔ دیکھئے اگر ایک بزرگ کا نظام الاوقات صبح سے شام کچھ اور ہو اور دوسرے آدمی کا کچھ اور تو کیا اسکو مخالفت سے تعبیر کرنا درست ہوگا۔ غرض یہ کلیہ ہر جگہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ بزرگوں کا اتباع احکام میں ہوتا ہے۔ امور انتظامیہ میں ضروری نہیں بلکہ حالات واوقات کے اختلاف جو مناسب ہوگا کیا جائے گا۔ ہاں حدود شریعت سے کسی حال میں تجاوز نہ ہونا چاہئے۔ باقی اس قسم کے اعتراضات کی بالکل پرواہ نہ کرنا چاہئے کہ یہ بات فلاں بزرگ کے معمول کے خلاف ہے اور وہ بات اس بزرگ کی عادت کے خلاف ہے۔

صبح ۱۰ بجے پنجشنبہ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۸ء لکھنؤ

بے تکلفی

۶۳ - ایک تعلقہ دار صاحب زیارت کے لئے حاضر ہوئے حضرت کھڑے نہیں ہوئے اور فرمایا معاف کیجئے گا مجھ کو اٹھنے میں تکلف ہوتا ہے اس لئے بیٹھا رہا۔

لعن طعن سے ناگواری نہیں ہوتی

۶۴-فرمایا جب مجھ کو کوئی برا بھلا کہتا ہے۔لعن طعن کرتا ہے تو میں ناراض نہیں ہوتا بلکہ کہا کرتا ہوں کہ میری دنیا کی ساری عمر مفت خوری میں بسر ہوئی چنانچہ زمانہ تعلیم تک بلکہ بعد تک بھی والد صاحبؒ کفیل تھے اسکے بعد دوستوں کے تحفوں اور ہدیوں سے کام چلا امید ہے کہ اسی طرح جنت بھی مفت ہی مل جائیگی۔کیونکہ مجھ سے تو اعمال صالحہ ہوتے ہی نہیں۔انشاءاللہ تعالیٰ دوسروں کی نیک کمائی دخول جنت کا سبب ہو جائے گی۔جو لوگ سب وشتم کرتے ہیں۔غیبت و بہتان طرازی سے کام لیتے ہیں۔وہ فی الحقیقۃ مجھ کو حسنات اور نیکیاں دیتے ہیں سو ناراضی کی کیا وجہ

کانگریس اور مسلم لیگ

۶۵-ایک تذکرہ پر فرمایا۔میں نے جو اعلان شائع کیا ہے اسمیں مسلم لیگ کی حمایت کی ہے۔مگر صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں جماعتیں قابل اصلاح بلکہ واجب الاصلاح ہیں ہاں مسلم لیگ نسبتاً کانگریس سے اچھی ہے۔اور بہت اچھی ہے۔لہذا اس میں اصلاح اور درستی کی نیت سے شریک ہونا چاہئے۔میں کانگریس کو اندھے کے مشابہ سمجھتا ہوں اور مسلم لیگ کو کانے کی مشابہ اور ظاہر ہے کہ اندھے پر کانے کو ترجیح ہوگی مثلاً اگر کسی کو نوکر رکھنے کی ضرورت ہو اور اتفاقاً دو نوکر ملیں ایک اندھا ایک کانا۔اب فرمایئے وہ کس کو نوکر رکھے گا اندھے کو یا کانے کو یقیناً کانے ہی کو ملازم رکھے گا بس اسی بناء پر میں مسلم لیگ کا حامی ہوں۔

شرعیات میں لیڈروں کو دخل نہیں دینا چاہئے۔

۶۶-جس زمانہ میں کانگریس مسلم لیگ سے مفاہمت کی گفتگو ہو رہی تھی۔میں نے ایک خط مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح کو اس مضمون کا لکھا تھا کہ مفاہمت میں چونکہ مسلمانوں کے امور دینیہ کی حفاظت اہم اور بہت ضروری ہے۔اسلئے شرعیات میں آپ اپنی رائے کا بالکل دخل نہ دیں۔بلکہ علماء محققین سے پوچھ کر عمل فرمائیں۔انہوں نے نہایت شرافت وتہذیب سے جواب لکھا اور اطمینان دلایا کہ اسی ہدایت کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

تبرّ ابازی

۶۷-فرمایا کانپور میں ایک شیعی نے اپنی مذہبی مجلس منعقد کی اوراس میں حضرات صحابہ اوراکابر سلف کے ساتھ زندہ مشہور سنیوں پر بھی تبرا کیا۔ اس مجلس کے متعلق ایک سنی منصرم نے واقعہ سن کر بانی مجلس سے کہا افسوس ہے کہ آپ کی مجلس میں اس قسم کا تبرا کیا گیا۔ وہ فوراً حسب عادت قسم کھا کر بولے کہ منصرم صاحب واللہ آپ پر بالکل تبرا نہیں کیا گیا۔ منصرم صاحب نے فرمایا اب تو مجھے اور زیادہ شکایت ہے کہ مجھ کو سنی نہیں خیال کیا گیا اور مجھ پر نہیں کیا گیا۔ تو اس کا کھلا ہوا یہی مطلب ہے کہ مجھ کو اہلسنۃ والجماعۃ کے زمرہ سے علیحدہ سمجھا گیا۔

اختلافِ مسلک منافی محبت نہیں

۶۸- فرمایا مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری مشہور ادیب کا مشرب ہمارے اکابر کے مسلک معتدل سے کسی قدر جدا تھا۔ لیکن باوجود اس کے ان کو ہمارے اکابر سے بہت محبت تھی۔ دیکھئے پہلے بزرگوں میں اختلاف مشرب ومسلک کے ساتھ بھی باہمی تعلقات خوشگوار ہوتے تھے ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرتے تھے اور ایک آج کل کے لوگ ہیں کہ اتحاد مشرب ومسلک کے باوجود بھی آپس میں محبت نہیں تعلقات میں شگفتگی نہیں۔

دیکھنا رشک اس کی محفل کا ۔۔۔ ایک کو ایک کھائے جاتا ہے

مولانا فیض الحسن صاحب ہمارے اکابر کے باہم اختلاف واتفاق پر مزاحاً فرمایا کرتے تھے ان وہابیوں میں اتفاق واتحاد بہت ہے اور یہ سب برکت ان بڑے میاں کی ہے۔ یعنی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس اللہ سرہ العزیز کی۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ مولانا فیض الحسن صاحب سماع پر بھی نکیر نہ کرتے تھے اسکے علاوہ بعض دوسرے مسائل میں بھی ہمارے اکابر اور ان کا اختلاف تھا مگر ہمارے بزرگوں کی رائے ان کے متعلق اچھی تھی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے ان کے متعلق دریافت کیا گیا۔ مولانا نے فرمایا بھائی مولوی فیض الحسن کا ظاہر برا ہے اور باطن اچھا ہے اور ہمارا باطن برا ہے اور ظاہر اچھا ہے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا میں نے مولانا فیض الحسن صاحب کے داماد سے سنا ہے کہ ان کی وفات کے بعد مسلسل ایک ماہ تک اس جگہ سے جہاں وفات ہوئی تھی بہت عمدہ خوشبو آتی رہی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے کسی نے اسکا تذکرہ کیا تو فرمایا مجھے معلوم ہے کہ لڑکپن سے ہر شب جمعہ میں فجر تک درود شریف پڑھا کرتے تھے ایک لحہ کو نہ سوتے تھے اور اخیر عمر تک اس معمول کو نبھایا۔ مولانا فیض الحسن صاحب سب سے بے تکلف تھے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے والد شیخ اسدعلی صاحب کھیتی کیا کرتے تھے۔ آپ نے ایک دفعہ کہا ارے اسدعلی کے بیٹے تجھے مولوی کس نے کر دیا۔ تیرے پاس تو دو بیل ہوتے اور ان کے کندھوں پر تیرے ہاتھ ہوتے اور جنگل میں تِک تِک بَر بَر کرتا پھرتا حضرت مولانا نے فوراً ہی ایک ہاتھ مولوی فیض صاحب کے کندھے پر رکھ کر فرمایا کہ ایک تو مل گیا ہے دوسرے کی تلاش میں ہوں وہ بھی مل جاوے تو یہی کام کیا کروں گا۔ مولانا فیض الحسن صاحب بہت ذہین تھے مگر اس وقت کوئی جواب نہ بن پڑا اور خاموش ہو گئے۔ حضرت مولانا ہی کا کام تھا کہ ان کو خاموش کر دیا ورنہ وہ کسی سے چپ ہونے والے نہ تھے۔ ان بزرگوں کا اختلاف بھی اللہ تعالیٰ کے واسطے سے تھا باقی ہنسنا بولنا مزاح باہم خوب رہتا تھا۔ مولانا فیض الحسن صاحب بے باک تو تھے ہی۔ حضرت حاجی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت آپ سے بیعت ہونے کو جی چاہتا ہے مگر دو شرطیں ہیں اول یہ کہ کبھی خط و کتابت نہ کروں گا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ نذرانہ کبھی نہ دوں گا دیکھئے پیر سے بھی ایسی گفتگو کی۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا جتنی شرطیں کرو سب منظور ہیں۔

مولانا فیض الحسن صاحب حضرت کے عاشق تھے اور عشاق کے لئے ظاہری ادب کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ عارف رومیؒ اسی کے متعلق فرماتے ہیں۔

گفتگوئے عاشقاں در کارِ رب　　جوشش عشق ست نے ترک ادب

باادب تر نیست زوکس در جہاں　　باادب تر نیست زوکس درنہاں

شعراء محبوب کو ظالم ستمگر جفا کار۔ قاتل سفاک وغیرہ الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں کیا یہ بے ادبی ہے عاشق صادق ظاہراً کچھ معاملہ کرے مگر بوقت ضرورت جان دینے والا اس کے سوا کوئی دوسرا

نہیں ہوتا۔ مثنوی شریف میں ایک حکایت ہے کہ کوئی عاشق محبوب سے اپنا حال زبوں بیان کر رہا تھا کہ میں نے تمہارے عشق میں یہ یہ کیا۔ اس پر محبوب نے کہا کہ سب کچھ کیا مگر اصلی حق محبت کا ادا نہ کیا یعنی جان نہ دی یہ سن کر یہ عاشق گرا اور گرتے ہی ختم ہو گیا۔

رندی

۶۹ – فرمایا مولوی بقاء اللہ صاحب وکیل قنوج والے بیان کرتے تھے کہ ایک شخص بظاہر رند تھے حضرت نے بطور جملہ معترضہ فرمایا۔ رند کہتے ہیں آزاد کو یعنی جو شخص عرفیات اور رسوم سے آزاد ہو، عبادات اور احکام شرعیہ سے آزادی مراد نہیں ایسے لوگوں کو عرفی ملامت کی ذرا پرواہ نہیں ہوتی باقی شرعی احکام کی کامل طور پر پابندی اور پیروی کرتے ہیں۔ بہر حال وہ رند مشرب بزرگ حج کو چلے مگر اس شان سے کہ راستہ میں کہیں رقص کرنے لگتے ہیں دف بجانے لگتے عام لوگ ان کو مسخرا سمجھتے تھے۔ اسی والہانہ انداز میں مکہ معظمہ زاد اللہ شرفاً پہنچ گے۔ مسجد حرام کے انیس دروازے ہیں اور بعض دروازے ایسے ہیں کہ ان کے باہر سے ہی کعبہ شریف پر نظر پڑ جاتی ہے۔ خیر معلم طواف قدوم کے لئے لے چلا جب دروازہ کے قریب پہنچے تو مطوف نے کہا دیکھو وہ ہے کعبۃ اللہ ان کی نظر جیسے ہی کعبہ شریف پر پڑی بے ساختہ یہ شعر منہ سے نکلا ؎

چوری بکوئے دلبر بسپار جان مضطر کہ مباد بار دیگر نہ رسی بدیں تمنا

اور گر کر ختم ہوئے۔

مذہب وسیاست

۷۰ – آج کل ہر شے کی دو قسمیں ہیں۔ مذہبی و سیاسی۔ چنانچہ حلف بھی دو قسم کا ہے حلف مذہبی ۔ حلف سیاسی حلف سیاسی دغابازی اور فریب کے لئے اٹھایا جاتا ہے۔ حلف مذھی اپنے اندر صدق و دیانت رکھتا ہے۔ اسی طرح نماز روزہ بھی مذہبی و سیاسی ہوتا ہے۔ مذہبی نماز روزہ وہ ہے جو اخلاص سے ادا کیا جائے اور سیاسی نماز روزہ وہ ہے جو محض خدا پرست عوام کو قابو میں رکھنے کے لئے عام مجلسوں میں کیا جائے۔ اس زمانہ میں سیاست نام ہے مکر فریب اور خداع کا۔ اور لطف یہ

ہے کہ ان حیاء سوز حرکتوں کو کمالات میں شمار کیا جاتا ہے۔ تعجب تو اس کا ہے کہ خداع اور مکر کمزوری کی مجبوری سے ہونا چاہئے تھا۔ لیکن اب تو بڑی طاقتور سلطنتیں بھی ان کمالات سے متصف ہونا اپنا طغرائے امتیاز سمجھتی ہیں ان کی نظروں میں عہد و پیمان کی کچھ حقیقت نہیں حلف و سوگند کی کوئی وقعت نہیں۔

زبردستی

۷۱-فرمایا جبریہ تعلیم کے سلسلہ میں مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلوی نے ایک حاکم کو گفتگو کر کے ساکت کر دیا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ تقریر میں تو مجھ کو ساکت کر دیا لیکن قلم تو میرے ہاتھ ہے۔ اسکا کیا تدارک کرسکو گے۔

آج کل ترقی کا مفہوم

۷۲-فرمایا آج کل ترقی کا ایک نیا مفہوم نکلا ہے کہ دوسروں کو بالکل صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیا جائے ان کا نام ونشان دنیا میں باقی نہ رہے۔ کوئی قوم دوسری قوم کو موجود دیکھنا نہیں چاہتی حالانکہ ترقی کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ خود عمل کے میدان میں انتہائی جدوجہد اور پیہم سعی و کوشش کر کے دوسری قوموں سے آگے نکل جائیں نہ یہ کہ دوسری قوموں کو فناء کے گھاٹ اتار دیں بلکہ صحیح ترقی میں تو یہ بھی داخل ہے کہ خود برسر اقتدار ہو کر ضعیف اقوام کی کافی سے زائد رعایت و خبر گیری کی جائے۔

جدوجہد

۷۳-فرمایا انسان کا کام ہر شے میں کوشش وسعی اور جدوجہد کرنا ہے اگر خدانخواستہ ناکامی ہو تو صبر کرے اور عمل وکوشش کو نہ چھوڑے۔ ہم نتائج اور غایات کے ترتب کے مکلف اور ذمہ دار نہیں ہیں۔ ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ شرعی ہدایات کے مطابق کوشش میں لگے رہیں خواہ کامیابی ہو یا ناکامی۔ مولانا فرماتے ہیں ۔

دوست دارد دوست ایں آشفتگی　　　کوشش بے ہودہ بہ از خفتگی

دیکھئے اگر کوئی شخص بیماری میں مایوسی کی حالت تک پہنچ جاتا ہے تب بھی اسکی دوا دارو نہیں چھوڑی جاتی ۔ سینہ میں بلکہ ناک میں دم آ جاتا ہے مگر کوشش جاری رہتی ہے ۔ تیمار دار اور اعزہ آرام سے نہیں بیٹھتے ۔ بس یہی حال قوم کے ساتھ بھی ہونا چاہئے کہ اسکی خیر خواہی اور ترقی کے لئے اخیر دم تک کوشش میں لگا رہنا چاہئے اور اگر کسی کو قوم سے اس قدر تعلق نہیں ہے تو وہ محب قوم نہیں کہلا سکتا ۔

نظم میں خط

۷۴-فرمایا ایک صاحب نے طریق باطن کی پریشانیوں سے متاثر ہو کر مثنوی شریف کی بحر میں منظوم خط مجھ کو لکھا تھا میں نے جواب دیا مثنوی ہی کا یہ شعر لکھ دیا جو سارے خط کا جواب ہو گیا ۔

دوست دارد دوست ایں آشفتگی کوشش بے ہودہ بہ از خفتگی

اپنی سی کوشش میں لگا رہے

۷۵-فرمایا ابھی میں نے بیان کیا کہ انسان کو کوشش وسعی میں لگا رہنا چاہئے خواہ نتیجہ مرتب ہو یا نہیں ۔ اس پر مجھ کو ایک واقعہ یاد آیا ۔ ۱۸۵۷ کے مشہور ہنگامہ سے کچھ علماء علیحدہ بھی ہو رہے تھے اور بعضے شریک بھی ہو گئے گو انجام کار ان کو ناکامی ہوئی اسکے متعلق نانوتہ کے ایک شیعی مجتہد نے مولانا مظفر حسن صاحب پر طعن کیا کہ بھلا اس شورش سے کیا فائدہ ہوا ۔ مولانا نے جواب میں سودا کا یہ قطعہ پڑھا ۔

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہکن بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ سے بھی کسی نے اس قسم کا اعتراض کیا تھا تو حسب ذیل جواب عنایت فرمایا تھا ۔ یہ جواب صوفیانہ ہے ۔

سحر بلبل حکایت با صبا کرد کہ عشق گل بما دیدی چہا کرد

غلام ہمت آں نازنینم ۔۔۔۔ کہ کار خیر بے روی وریا کرد

من از بیگانگاں ہرگز نالم ۔۔۔۔ کہ بامن آنچہ کرد آں آشنا کرد

مجاہدے کی برکات

۷۶- فرمایا شاہ غلام رسول صاحب کانپوری جن کا لقب رسول نما مشہور ہے ایسی برکت تھی کہ حالت بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا دیتے تھے۔ سید حسن صاحب رسول نما کو بھی یہی کمال حاصل تھا وہ بھی بیداری ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا دیتے تھے۔ مگر یہ بزرگ زیارت کرانے کے لئے دو ہزار روپیہ نقد لیتے تھے جو اس قدر روپیہ پیش کرتا تھا وہ ہی اس دولت عظمیٰ سے مشرف ہوتا تھا۔ کسی نے حضرت حاجی صاحبؒ سے اس کی وجہ پوچھی کیونکہ ظاہراً دین کا معاوضہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اسکی حقیقت یہ ہے کہ یہ زیارت ایک قسم کا کشف ہے اور کشف کے لئے تصفیہ اور تزکیہ کی ضرورت ہوتی ہے اور تصفیہ میں عادۃً مجاہدہ لازی ہے۔ اور فوری مجاہدہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اتنی بڑی رقم صرف کی جائے جو نفس پر گراں ہو سو وہ دو ہزار روپے اس لئے لیتے تھے کہ مجاہدہ سے تصفیہ قلب و تزکیہ نفس اور اس سے کشف کی قابلیت پیدا ہو جائے اسی وجہ سے وہ اس قم میں سے اپنے لئے ایک بھی نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ سب فقراء و مساکین کو تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ اور حضرت حاجی صاحبؒ نے جو یہ فرمایا کہ دو ہزار روپے لینے سے مقصود مجاہدہ کرانا تھا۔ خود روپیہ مقصود نہ تھا اسکی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے وہ بھی حضرت ہی نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ ان کی بیوی نے کہا مجھے بھی زیارت کرادو۔ فرمایا اچھا دو ہزار روپے لاؤ۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس کہاں ہیں۔ پہلے تم مجھ کو دیدو پھر میں تم کو دیدوں گی۔ فرمایا نہیں اپنے ہی پاس سے دو۔ کیونکہ بیوی کی تجویز کردہ صورت میں اصل مقصود یعنی مجاہدہ کیسے ہوتا ان کے دل پر اس قسم کے دینے کا کچھ بھی اثر نہ ہوتا۔ اور جب مجاہدہ نہ ہوتا تو تصفیہ اور اس سے کشف کی قابلیت بھی پیدا نہ ہوتی اس لئے انکار کر دیا۔ وہ بیچاری یہ صاف جواب سن کر بہت مغموم ہوئیں پھر فرمایا کہ اچھا ہم تمہاری خاطر سے ایک دوسری صورت دو ہزار روپے کے قائم مقام کئے دیتے

ہیں تم نہادھو کر سرمی لگاؤ۔ اچھے کپڑے اور زیور پہنو بالکل دلہن بن جاؤ۔ وہ کہنے لگیں میں بوڑھی ہو کر یہ کام کیسے کروں اور دلہن کیسے بنوں اگر میں ایسا کروں تو غارت ہو جاؤں غرض عورتوں کی عادت کے موافق اپنے آپ کو بہت کچھ برا بھلا کہا۔ سید حسن صاحب نے فرمایا کہ اس کے سوا کوئی صورت نہیں اگر زیارت مقصود ہے تو ایسا ہی کرو ورنہ تم جانو۔ شوق عجب چیز ہے مجبوراً دلہن بن کر بیٹھیں۔ اور یہ باہر جا کر ان کے بھائی کو بلا لائے کہ دیکھو تمہاری بہن کو بڑھاپے میں کیا خبط سوجھا ہے وہ لاحول پڑھ کر چلے گئے بس انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ روتے روتے بے ہوش ہو گئیں کہ انہوں نے مجھ کو بھائی کے سامنے کیسا رسوا کیا۔ جب بے ہوش ہو گئیں اس حالت میں ان کی طرف توجہ فرمائی اور زیارت کرا دی۔ اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رقم لینے سے مقصود صرف مجاہدہ تھا اور چونکہ بیوی میں مجاہدہ کی یہ صورت ناممکن تھی اس لئے ان سے رونے کا مجاہدہ کرایا۔

استخارہ کی حقیقت

۷۷- فرمایا ایک بزرگ مولانا ابو الحسن صاحب لکھنوی نقشبندی تھے یہی شاہ غلام رسول صاحب ان سے بیعت ہونے کے لئے تشریف لے گئے چونکہ حضرات نقشبندیہ میں معمول ہے کہ بیعت سے قبل استخارہ کراتے ہیں اس لئے انہوں نے بھی شاہ صاحب سے فرمایا کہ استخارہ کر لیجئے حضرت نے بطور جملہ معترضہ فرمایا کہ استخارہ میں ضروری چیز دو رکعت نماز اور دعائے استخارہ ہے باقی سونا اور خواب کا دیکھنا ہرگز شرط نہیں۔ یہ سب کچھ عوام نے تصنیف کر رکھا ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ بعض اوقات استخارہ کا اثر خواب کی شکل میں بھی ظاہر ہو جاوے لیکن اسمیں اشتراط بالکل نہیں۔

غرض شاہ صاحب یہ سن کر اٹھ گئے اور تھوڑی دیر میں واپس آ کر عرض کیا کہ حضرت استخارہ کر لیا انہوں نے فرمایا کہ اتنی جلدی استخارہ کیسے کر لیا۔ وضو کب کیا نماز کب پڑھی اور دعا کب مانگی شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے استخارہ اس طرح کیا ہے کہ میں نے نفس سے پوچھا کہ تو بیعت ہونا چاہتا ہے بیعت کے معنی بکنے کے ہیں یعنی جو شخص کسی بزرگ سے بیعت ہوتا ہے وہ ان

بزرگ کے ہاتھ گویا بک جاتا ہے ان کا ہو جاتا ہے وہ من وجہ اس کے مالک ہو جاتے ہیں وہ جو چاہیں تصرف کریں اسکو چون و چرا کا حق نہیں رہتا۔ اگر وہ کہیں کہ رات بھر جاگو اور آنکھیں پھوڑو تو ایسا ہی کرنا پڑے گا۔ اگر وہ کہیں کہ ایک حد تک نہ کھاؤ نہ پیو یا کہیں کہ کم کھاؤ اور کم پیو تو یہی کرنا ہو گا۔ تو اے نفس کیا مرید ہو کر اس درجہ کی اطاعت و غلامی کرنا پڑے گی تو آزاد ہو کر غلام بننے کی کیا ضرورت۔ نفس نے جواب دیا یہ سب کچھ سہی مگر خدا تو ملے گا۔ یہ نعمت تو ایسی ہے کہ اگر جان دینے پر بھی حاصل ہو تب بھی ارزاں اور بہت ارزاں ہے۔ میں نے نفس سے کہا کہ اچھا اگر خدا نہ ملا تو کیا ہو گا کیونکہ خدا تعالیٰ کے ذمہ کسی کا قرض تو نہیں اس نے جواب دیا اگر خدا نہ ملا تو میری بد قسمتی ہو گی مگر ان کو یہ تو معلوم ہو گا کہ فلاں شخص نے اپنی طرف سے ہماری جستجو اور تلاش کی تھی مگر ہم نہیں ملے جیسے کہا گیا ہے ۔

ہمینم بس کہ دانم ماہرویم ۔۔۔۔۔ کہ من نیز از خریداران اویم

نفس کی اس تقریر پر کوئی سوال نہ ہو سکا لہذا میں چلا آیا۔ ابوالحسن صاحب نے فرمایا کہ آپ کا استخارہ عجیب رہا اور بیعت کر لیا۔

مبلغین کا حصہ صرف تبلیغ ہونا چاہئے

۷۸- فرمایا مبلغین کو صرف تبلیغ میں سرگرم رہنا چاہئے۔ ثمرات و نتائج سے بالکل قطع نظر کر لیں جو کام اپنے کرنے کے ہیں اور اختیاری ہیں وہ کئے جائیں۔ ثمرات چونکہ اختیاری نہیں ہیں اور نہ انسان اس کا مکلّف ہے اس لئے ان کی طرف بالکل توجہ نہ کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **من اهتدی فلنفسه و من ضل فانما یضل علیها و ما انت علیهم بوکیل** کہ جو ہدایت اختیار کرتا ہے اس کا نفع اسی کو ملے گا اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے اسکا ضرر وہی اٹھائے گا اور آپ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے **انما انت نذیر ط والله علی کل شیء وکیل** اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کام تو انذار و تبلیغ ہے اور حقیقی کارساز تو خدا ہی ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں **لست علیهم بمصیطر** یعنی

آپ خدائے عزوجل کی جانب سے ان پر مسلط نہیں کئے گئے جن کی طرف مبعوث ہوئے ہیں ان کو ضرور مومن ہی بنائیں یہ آپ کے اختیار میں نہیں ہے آپ کے اختیار میں صرف اس کی تبلیغ ہے کہ یہ کام مفید ہیں اور یہ مضر۔ اس قسم کی آیات اور احادیث بہت ہیں۔ ان سب کا یہی مطلب ہے کہ نتائج انسان کے قبضہ و قدرت میں نہیں۔ نہ انسان ان کا مکلف ہے انسان کو تو صرف کوشش کرنا چاہئے اور ثمرات کا معاملہ خدا کے سپرد کر دینا چاہئے۔

صبح ۹ ۱/۲ بجے جمعہ ۱۶ ستمبر ۱۹۳۸ء لکھنؤ

مکان کی وسعت

۷۹- فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے الشوم فی ثلثة المرأة والدار والفرس او کمال قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ شراح حدیث نے شوم فی الدار کی ایک تفسیر یہ بھی کی ہے کہ مکان تنگ ہو۔ ضرورتوں کے لئے کافی نہ ہو۔ تنگ مکان سے واقعی بہت تکلیف ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں وسعت مکان کی دعا بھی آئی ہے چنانچہ ارشاد ہے "اللھم وسعتی فی داری" یعنی اے اللہ مجھ کو مکان کے بارے میں وسعت دیجئے۔

نمائش و تناسب

۸۰- فرمایا عمارات میں اکثر بعض چیزیں بلا ضرورت نمائش یا تناسب کے لئے بن جاتی ہیں اور بے جا اسراف ہوتا ہے اسی لئے میرا دل جدید تعمیر کرانے سے گھبراتا ہے۔

حرکات کی ناموزونیت

۸۱- فرمایا میں نامناسب حرکت وسکون اور غیر موزوں افعال و اقوال پر روک ٹوک کرتا ہوں خصوص جن باتوں سے کسی کو تکلیف ہو۔ ان پر دارو گیر کرتا ہوں مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کو میرے طرز عمل سے تعجب ہوتا ہے کیونکہ نہ ان کو وہ اعمال ناموزوں معلوم ہوتے ہیں اور نہ وہ ایسے

امور سے کچھ تکلیف محسوس کرتے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ جن کا ادراک باطل یا ضعیف اور احساس مجروح کمزور ہوتا ہے وہ ناشائستہ حرکات سے بہت کم متاثر ہوتے ہیں ۔ مگر ایسے لوگوں سے دوسروں کو بہت اذیت ہوتی ہے۔

ضعف کی وجہ سے مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے کا تحمل نہیں رہا

۸۲-ایک صاحب نے حضرت کی دعوت کرنا چاہی اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ حضرت کے ہمراہ چند احباب کو اور بھی مدعو کرنا چاہتا ہوں حضرت نے فرمایا اب میں ضعف کی وجہ سے کسی کے ساتھ کھانے کا متحمل نہیں ہوں ۔ پہلے مہمانوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتا تھا۔ لیکن اب یہ معمول ترک کر دیا ہے ساتھ ساتھ کھانے سے یا تو پیٹ نہیں بھرتا یا زیادہ کھانا پڑتا ہے کیونکہ جلیس یا جلساء کی رعایت کرنا پڑتی ہے۔ اس لئے ساتھ کھانے سے معذوری ہے ۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ہمارے قصبات میں عام عرف ہے کہ بیویاں شوہروں کے ساتھ کھانا نہیں کھاتی ہیں۔ میں نے اس رسم کو توڑ دیا ہے۔ دونوں گھروں میں ساتھ کھانا کھاتا ہوں ۔ چونکہ اپنے اہل سے بے تکلفی ہوتی ہے اس لئے تکلیف نہیں ہوتی نہ وقت کی پابندی نہ ساتھ دینا ضروری۔ جب جی چاہا اور جتنا جی چاہا کھالیا۔ مگر مہمانوں کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کیا جاتا فطری طور پر اِن کی رعایت کی جاتی ہے اس لئے اب اسکا متحمل نہیں۔

اسراف کی حقیقت

۸۳-ایک صاحب نے کہا کہ بعض مرتبہ آٹھ آنہ سیر برف لینا پڑتا ہے۔ مگر کیا کروں عادت کی وجہ سے اس اسراف کو برداشت کرتا ہوں ۔ حضرت نے فرمایا جس کو عادت ہو اس کو آٹھ آنہ سیر برف خریدنا اسراف نہیں بلکہ اسکی ضروریات زندگی میں داخل ہے ۔

خانقاہ امدادیہ کا کنواں

۸۴-فرمایا خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کے کنویں کا پانی پہلے اس قدر شور تھا کہ وضو کے لوٹوں کو لونی لگ جایا کرتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے بلا کسی ظاہری سبب کے بالکل

شیریں کر دیا ہے اب شوریت کا کچھ بھی اثر نہیں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا دیو بند میں ایک عجیب کنواں ہے۔ اس کے ایک طرف کے پانی سے تو دال گل جاتی ہے اور دوسری طرف کے پانی سے بالکل نہیں گلتی۔ بعض کنوئیں ایسے بھی سننے میں آئے ہیں کہ ایک طرف کا پانی کھاری اور ایک طرف کا میٹھا۔ یہ سب قدرت کے کرشمے ہیں۔

مسلمانوں کی بے استقلالی

۸۵- فرمایا مسلمان اپنی قوت سے کام نہیں لیتے۔ استقلال اور جم کر کوئی کام نہیں کرتے۔ بہت جلد پژمردہ اور بددل ہو جاتے ہیں اسی لئے ان کی تحریکات غیر مکمل اور ان کے اعمال ادھورے رہ جاتے ہیں۔ یہ بات دین کی کمی ایمان کی کمزوری کی وجہ سے ہے۔ جتنی دین میں کمی ہوگی اسی قدر بزدلی پیدا ہوگی۔ دل میں مطلوب طاقت صرف روحانیت و ایمان سے پیدا ہوتی ہے اور دل کی طاقت ہی کا نام دلیری اور شجاعت ہے۔

صفائی معاملات دین کا ایک اہم جزو ہے

۸۶- فرمایا مجھ کو معاملات کی صفائی بہت پسند ہے۔ معاملات کی صفائی دین کا ایک اہم اور ضروری جزو ہے۔ اگر میں گھر والوں سے بھی کسی فوری ضرورت کے لئے کچھ قرض لے لیتا ہوں تو دوسرے وقت واپس کر دیتا ہوں اور وہ بھی لے لیتے ہیں۔ میں ان کے اس طرز عمل سے بہت خوش ہوں۔ میں نے کہہ رکھا ہے کہ جس کو جو مطالبہ میرے ذمہ ہو وہ یاد دلا دے۔ میں اس سے خوش ہوتا ہوں۔

پابندی معاملہ

۸۷- فرمایا انسان کو چاہئے معاملہ کے وقت تو اپنے آپ کو زیادہ پابند نہ کرے۔ اور بہت قیود و شروط کو قبول نہ کرے آزاد رہے ہاں جب عمل کا وقت آئے تو جتنا ممکن ہو مقید بنے اور بہتر سے بہتر طور پر کام کر لے۔ ہر بات کی رعایت رکھے۔

اپنی رضا کو بڑوں کی رضا پر قربان کر دے

۸۸-فرمایا حدیث شریف میں ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک اونٹ خریدا۔ آپ نے قیمت ادا فرمائی۔ انہوں نے قبول کر لی۔ حقیقۃً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاملہ امت کیلئے تعلیم ہے کہ معاملہ اس طرح کرنا چاہئے تا کہ راحت نصیب ہو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہرگز دام لینے کے مشتاق وخواہش مند نہ تھے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے مبارک کو اپنی خواہش پر ترجیح دی۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی عموماً یہی عادت تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کو اپنی تمام خواہشوں پر ترجیح دیتے تھے۔ جس حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے یہ حضرات اسی حالت میں راضی رہتے تھے ؎

راضی ہوں میں اسی میں جس میں ہوں آپ راضی　　میری وہی خوشی ہے جو آپ کی خوشی ہے

معاملات میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بے تکلفی

۸۹-فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ علیہم الرضوان کو بالکل بے تکلف کر رکھا تھا۔ ہر شخص شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے معاملہ اور رائے میں آزاد تھا۔ کوئی شخص دب کر معاملہ نہیں کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک انصاری صحابی جن کے مزاج میں کسی قدر خوش طبعی تھی۔ ایک مجمع میں بات چیت کر کے لوگوں کو ہنسا رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاحاً ان کے پہلو میں ایک چھوٹی سی لکڑی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں تھی چبھودی۔ انہوں نے کہا کہ میں انتقام لوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لو انتقام لے لو۔ انہوں نے عرض کیا آپ تو پیراہن پہنے ہوئے ہیں اور میرے بدن میں پیراہن نہیں اور میں برہنہ ہوں (یعنی آپ بھی پیراہن اٹھایئے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اپنا پیراہن اوپر کو اٹھا لیا۔ یہ دیکھ کر وہ انصاری حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے اور پہلوئے مبارک کو بوسے دینے لگے اور عرض کیا میرا تو یہ مقصود تھا۔ (یعنی میری کیا مجال تھی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام لینے کا وسوسہ بھی دل میں لاتا ہو۔ میرا مقصود تو یہ تھا کہ اس طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے اقدس کے چومنے کی

سعادت حاصل کرلوں) دیکھئے اگر معاملات میں صحابہ علیہم الرضوان کو آزادی نہ ہوتی تو وہ یہ لفظ کہ انتقام لوں گا کیسے زبان پر لا سکتے تھے۔ گو انہوں نے اسکو پہلو بوسی ہی کا حیلہ بنایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال تو محتاج بیان ہی نہیں کہ کس طرح بے تکلف ان کے مطالبہ پر انتقام دینے کو تیار ہو گئے۔ سبحان اللہ

اسلام اخلاق نبوی سے پھیلا ہے

۹۰- فرمایا حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ سے پھیلا ہے نہ کہ شمشیر سے اور اگر بفرض محال تسلیم بھی کرلیا جائے کہ اسلام شمشیر سے پھیلا ہے تو یہ بتایا جائے کہ ان شمشیر زنوں پر کس نے شمشیر اٹھائی تھی (بعینہ یہی جواب بعض انگریز مصنفین نے بھی دیا ہے ولنعم ما قیل

اسلام کو جو کہتے ہیں پھیلا بزور تیغ　　　یہ بھی کہیں کہ پھیلی خدائی بزور موت

۱۲ جامع

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بے تکلفی اور احترام

۹۱- فرمایا صحابہ علیہم الرضوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باوجود انتہائی بے تکلفی کے ادب بھی حد سے زیادہ کرتے تھے۔ اسی واسطے کفار مکہ کے تجربہ کار و معمر ایلچی نے صلح حدیبیہ میں صحابہ علیہم الرضوان کے ادب و احترام کی حالت دیکھ کر یہ رائے قائم کی تھی کہ تعظیم و تکریم کی یہ حالت میں نے کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کے دربار میں بھی نہیں دیکھی۔ اس ایلچی نے صحابہ علیہم الرضوان کی بہت سی خصوصیات شمار کرائی تھیں منجملہ ان کے یہ بھی کہا تھا لا یحدون النظر الیہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ٹکٹکی باندھ کر نہیں دیکھتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کسی نے ایک صحابہ رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک پوچھا فرمایا یہ اس شخص سے پوچھو جس نے چہرہ انور کو کبھی نظر بھر کر دیکھا ہو یعنی ہم کو کبھی یہ ہمت و جرأت نہیں ہوئی کہ روئے مبارک نظر جما کر دیکھیں اسی لطیف مضمون کو اہل حال نے خوب باندھا ہے

بخدا کہ رشکم آید ز دو چشم روشن خود　　　کہ نظر دریغ باشد بچنیں لطف روئے

حضرت شاہ بوعلی قلندر صاحبؒ فرماتے ہیں ؎

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم　　گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

ان حضرات کا تو حال یہ تھا مگر ان صحابی کا مقام تھا۔

قلندر کے اصطلاحی معنیٰ

۹۲- ایک صاحب نے قلندر کے اصطلاحی معنیٰ دریافت کئے۔ حضرت نے فرمایا قلندر اصطلاح فن میں اس کو کہتے ہیں جو اعمال ظاہرہ میں تو تقلیل کرتا ہو یعنی فرائض واجبات اور سنتوں کے علاوہ نفل نماز، نفل روزہ حج وغیرہ کا زیادہ اہتمام نہ کرتا ہو۔ اور اصلاح باطن اور اعمال قلب میں انہماک وشغف رکھتا ہو۔ باقی آج کل جو مشہور ہے کہ قلندر وہ ہے جو چہار ابرو کا صفایا کرائے بالکل لغو اور غلط ہے ۔بددین جاہلوں کی من گھڑت ہے۔ اس غلط شہرت کی وجہ سے لوگ پہلے بابرکت قلندروں کو بھی اس نمونہ کا خیال کرتے ہوں گے استغفر اللہ۔ حضرت شرف الدین قلندر بڑے عالم اور متبع شریعت تھے۔

ملامتیہ کون لوگ ہوتے ہیں

۹۳- ایک صاحب نے پوچھا کہ ملامتیہ کون لوگ ہیں فرمایا ملامتیہ وہ لوگ ہیں کہ اہتمام تو سب اعمال کا کرتے ہیں قلندروں کی طرح تقلیل نہیں کرتے لیکن اخفاء کے ساتھ کرتے ہیں اظہار سے احتراز کرتے ہیں اس اصطلاح کو لوگوں نے بگاڑ رکھا ہے۔ سمجھتے ہیں کہ ملامتیہ وہ ہیں جو علی الاعلان کبائر وصغائر کا ارتکاب کریں اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی پرواہ نہ کریں۔ ایک صاحب نے پوچھا کیا ملامتیہ فرائض وواجبات کا بھی اخفاء کرتے ہیں۔ فرمایا نہیں ایسا اخفاء تو جائز نہیں جو امور شعائر اسلامیہ سے ہیں ان کا اخفاء تو ایمان کے اخفاء کے برابر ہے۔ یہ بھی حرام ہے وہ بھی حرام۔ یہ لوگ صرف نوافل کا اخفاء کرتے ہیں۔ قلندر میں اور ملامتی میں صرف اتنا فرق ہے کہ وہ نوافل کا زیادہ اہتمام ہی نہیں کرتا اور یہ اہتمام تو کرتا ہے مگر چھپا کر۔

بعد نماز جمعہ ۱۶ ستمبر ۱۹۳۸ء لکھنؤ

ظرافت شہید، اور خواجہ عزیز الحسن مجذوب کے کلام کی تعریف

۹۴- ایک مسلسل گفتگو کے دوران میں فرمایا شہید شاعر الہ آباد سے کانپور گئے ۔ وہاں کے شعراء نے مشورہ کیا کہ مجلس مشاعرہ میں مشہور شاعر شہیدی کا کلام پڑھ کر اسکی خوب داد دی جائے تا کہ یہ شہید شرمندہ ہوں کہ یہاں میری قدر نہیں ہوئی ۔ بلکہ شہیدی کی قدر ہوئی ۔ چنانچہ اس تجویز کے مطابق ان کے سامنے شہیدی کا کلام مختلف لوگوں نے پڑھا اور خوب خوب تعریفیں کیں شہید تھے ۔ بڑے ذہین ہر شخص کی تعریف پر شاعروں کے دستور کے مطابق آداب بجالاتے شکریہ ادا کرتے ۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے آداب عرض کی کیوں زحمت گوارا فرمائی ۔ نہ یہ آپ کا کلام تھا نہ کسی نے آپ کو داد دی ۔ انہوں نے کہا اس میں شک نہیں کہ یہ میرا کلام نہیں لیکن میری بی بی کا تو ہے ۔ اور وہ یہاں موجود نہیں ہے اس لئے میرا فرض تھا کہ میں ان کی طرف سے آپ حضرات کی قدر دانی کا شکریہ ادا کروں ۔ اسی سلسلہ میں فرمایا خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب جب اشعار پڑھتے ہیں تو مدہوش ہو جاتے ہیں ۔ خواہ صاحب کا کلام واقعی کلام ہے ۔ مسائل تصوف خوب بیان کرتے ہیں میں نے رائے دی تھی کہ ان کے کلام جمع کر کے شائع کرایا جائے اور جن اشعار میں مسائل تصوف کی طرف اشارہ ہے انکی بقدر ضرورت شرح بھی کر دی جائے ۔

بعد عصر ۔ جمعہ ۱۶ ستمبر ۱۹۳۸ء مکان

مولانا عبدالباری صاحب ندوی لکھنؤ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت

۹۵- فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب کامل وہ شخص ہو سکتا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کامل تشبہ ہو (گو کیفیت میں فرق عظیم ہوگا)

معاملات میں صفائی اور رتیقظ ہو۔ اتباع کے لئے احتساب اور دارو گیر ہو۔ معاشرت سادہ اور پاکیزہ ہو مخلوق پر شفقت ہو۔ اگر یہ نہیں تو وہ نائب کامل نہ ہوگا۔

ترک دنیا

۹۶- فرمایا ایک دفعہ میں نے ایک بزرگ کے متعلق سنا کہ وہ روپے پیسے کو ہاتھ تک نہیں لگاتے ہیں گھر باہر کے انتظامی امور سے بالکل بے گانہ رہتے ہیں۔ خدام اس خدمت کو بجا لاتے ہیں۔ یہ حالات سن کر میرے دل میں خیال ہوا کہ ترک دنیا اور ترک تعلقات دنیویہ کا یہ درجہ بہت مستحسن ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوا کہ فوراً ہی ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے تنبیہ ہوئی کہ یہ محض دھوکہ ہے وہ واقعہ یہ ہوا کہ گھر سے نیاز خان ملازم کو گیہوں اور پیسے دیئے گئے کہ جلال آباد سے آٹا پسوا لاؤ۔ اس وقت تھانہ بھون میں آٹا پیسنے کے انجن نہیں تھے۔ نیاز خان معمول سے پیشتر آٹا لے کر آ گئے میں نے کہا کہ آٹا اتنی جلدی کیسے پس گیا۔ انہوں نے کہا کہ انجن والے نے کہا کہ وقت تنگ ہے اور آٹا دیر میں پسے گا۔ تم پسائی کے دام اور گیہوں دیدو اور پسا پسایا آٹا لے جاؤ۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ میں نے گھر والوں کو تاکید کر دی کہ اس آٹے کو علیحدہ رکھو یہ سودی معاملہ سے آیا ہے اور نیاز خان سے کہا کہ صبح کو جاؤ اس آٹے کو واپس کرو اور اپنے گیہوں کو پسوا کر لاؤ۔ مجھ کو اس واقعہ سے تنبیہ ہوئی کہ اس طرح معاملات سے بے خبر ہونا درست نہیں۔ اگر واقعات کی کھود کرید نہ کی جائے تو نہ معلوم کیا سے کیا کھلا دیا جائے۔ اور معاملات میں شرعی حدود کی ہرگز رعایت نہ ہو سکے۔

ہر دینی کام میں شیخ سے استصواب کرنا چاہئے

۹۷- سید مقبول حسین صاحب وصل بلگرامی نے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص مرید ہو جائے تو بلا اجازت شیخ وعظ و نصیحت اور امامت وغیرہ کر سکتا ہے یا نہیں۔ حضرت نے فرمایا جو شخص کسی سے بیعت ہو جائے اس کی مثال اس مریض جیسی ہے جو اپنے آپ کو کسی طبیب کے سپرد کر دے اور وہ اس کا علاج اپنے ہاتھ میں لے لے۔ تو جس طرح مریض کو ضروری ہے کہ اپنے خورد و نوش وغیرہ کے تمام حالات میں طبیب کی رائے لے۔ اسے ہی مرید کو ضروری ہے کہ شیخ کی اجازت کے بغیر

کوئی نیا کام نہ کرے بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ ایک کام بظاہر مستحسن اور ماموربہ معلوم ہوتا ہے مگر وہ مرید کے لئے مناسب نہیں ہوتا۔ اس کو مثال سے یوں سمجھئے کہ ایک مریض انگور، انار دیکھ کر ان کے کھانے کی تمنا کرتا ہے کیونکہ وہ انہیں مفید سمجھتا ہے اور زمانہ صحت میں ان کے مفید ہونے کا تجربہ کر چکا ہے تو جیسے اس مریض کو بلا مشورہ طبیب انگور، انار نہ کھانا چاہئے ایسے ہی مرید کو بلا مشورہ شیخ کوئی کام نہ کرنا چاہئے۔ ہاں جو شخص کسی کے زیر تربیت نہ ہو وہ جن باتوں کو مستحسن سمجھتا ہو ان پر عمل کر سکتا ہے۔ جیسے کسی کا علاج شروع کرنے سے پہلے مریض کو اختیار ہے کہ جس غذا وغیرہ کو اپنے لئے مفید سمجھتا ہو استعمال کرے اور جس طرح مریض کو علاج شروع کرنے کے بعد اپنے معالج کی رائے کے خلاف کرنا یا اس سے رائے نہ لینا خلاف اصول علاج ہے۔ اسی طرح مرید ہونے کے بعد شیخ کی رائے کے خلاف کرنا یا اس سے رائے نہ لینا خلاف طریق ہے۔

بعد مغرب شب شنبہ ۱۶ ستمبر ۱۹۳۸ء مکان مولانا عبدالباری صاحب ندوی لکھنوی

ترقی کا صحیح راستہ

۹۸- فرمایا آج کل لوگ دن رات ترقی ترقی پکارتے ہیں مگر ترقی کا جو صحیح راستہ ہے اس سے دور ہوتے جاتے ہیں ان نام نہاد لیڈروں کے قلوب میں یہ خیال روز بروز راسخ ہوتا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کی ترقی بھی انہیں اصول وضوابط سے ہو سکتی ہے۔ جن سے دوسری اقوام اس زمانہ میں ترقی کر رہی ہے حالانکہ یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی حقیقی ترقی تو وہ ہے جس میں اعلائے کلمۃ اللہ ہو۔ دین کا بول بالا ہو۔ اسلام کا عروج ہو اور ظاہر ہے کہ یہ ترقی اسلامی اصول وضوابط ہی کی پابندی سے ہو سکتی ہے۔ ان کو چھوڑ کر دوسرے اقوام کی پیروی سے مسلمانوں کی ترقی ناممکن ہے۔ غیر قوموں پر قیاس کرنا بالکل صحیح نہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک تو دنیاوی دولت ہی کا نام ترقی ہے۔ مجھے لیڈروں کے اس قیاس پر ایک حکایت یاد آئی۔

کسی گاؤں میں ایک شخص تاڑ کے درخت پر چڑھ گیا۔ جب اوپر پہنچا اور زمین پر نظر پڑی تو بہت نیچی اور دور معلوم ہوئی خود اترنے کی ہمت نہ ہوئی۔ شور مچانا شروع کر دیا کہ مجھے اتارو۔ لوگ جمع ہو گئے اور مشورہ کرنے لگے کہ کس طرح اتاریں اخیر میں گاؤں کے عقل مند جن کو بوجھ بجھکو کہتے تھے بلائے گئے دیکھ کر فرمانے لگے کہ ایک مضبوط سا رسا لاؤ اور اوپر پھینک دو۔ چنانچہ تعمیل ارشاد کی گئی۔ پھر آپ نے اس شخص کو بلند آواز سے خطاب فرمایا کہ اس کو اپنی کمر میں اچھی طرح باندھ لو۔ بیچارے نے حکم کی بجا آوری کی اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ چند آدمی مل کر اس کو کھینچ لیں۔ چنانچہ وہ کھینچا گیا اور زمین پر گر کر مر گیا۔ لوگوں نے بوجھ بجھکو صاحب سے عرض کیا کہ حضور وہ تو ملک عدم پہنچ گیا۔ فرمایا ہم کیا کریں اس کی قسمت ورنہ ہم نے تو سینکڑوں آدمیوں کو اسی تدبیر سے کنویں سے نکالا ہے اور ایک بھی نہیں مرا تو جیسے اس مدعی عقل نے تاڑ سے اتارنے کو کنوئیں سے نکالنے پر محمول کیا ایسے ہی لیڈر مسلمانوں کی ترقی کو دیگر قوم کی ترقی پر قیاس کر رہے ہیں لیکن اگر مسلمان نے غیر مسلم کا طریقہ اختیار کیا تو اور گڑھے میں گرے گا اور رہی سہی بھی کھو بیٹھے گا۔ ہاں غیر مسلم اس طریقہ سے ترقی اختیار کر سکے گا۔ جیسا کہ یقین کیجئے مسلمانوں کی ترقی اور فلاح رضائے الٰہی کے ساتھ وابستہ ہے۔ بغیر رضائے الٰہی ہر قسم کی ترقی تنزل ہے۔ اور رضائے الٰہی کا حصول اسلام ہی کی پابندی پر موقوف ہے۔ ہر شخص کو چاہئے کہ حتی الامکان احکام شرعیہ کی ظاہراً و باطناً پابندی کرے۔ خدائے عز و جل کے سامنے گریہ وزاری کرے۔ گڑگڑائے۔ اس طرز عمل سے انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد مسلمانوں کی حالت روبااصلاح ہونے لگے گی اور پھر ترقی مطلوب تک پہنچنا دشوار نہ رہے گا۔

شنبہ ۱۷ ستمبر ۱۹۳۸ء مکان مولوی محمد حسن صاحب
مالک انوار المطابع مولوی گنج لکھنؤ

آج کل علم و فضل کے معنی

۹۹۔ فرمایا آج کل جس کو ذرا بولنے کا سلیقہ ہو جائے اور دو چار تقریریں کر دے وہی عالم اجل

اور فاضل بے بدل بلکہ علامہ زماں اور فہامہ دوراں ہو جاتا ہے دیکھئے فلاں صاحب کو لوگ علامہ کہتے ہیں حالانکہ یہ شخص پکا غیر مقلد بلکہ بددین ہے۔ میں نے جو کچھ کہا اس پر اس کی فلاں تصنیف شاہد عدل ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ صرف مذہب اسلام ہی پر نجات موقوف نہیں بلکہ ہر وہ شخص جو توحید کا اعتراف کرے اور نیک اعمال بجالائے خواہ کسی مشرب وملت کا ہو اسکی نجات ہو جائے گی خواہ رسالت کو مانے یا نہ مانے۔ گاندھی نے ایک جگہ کہا ہے کہ میرا خیال تھا کہ اسلام جیسا کامل مذہب ہرگز تنگ نظر نہ ہوگا کہ نجات کو صرف اپنے ہی میں منحصر سمجھتا ہو لیکن میرے اس خیال کی تائید اہل اسلام کی کسی کتاب سے نہ ہوتی تھی۔ مگر فلاں کی فلاں تصنیف سے معلوم ہو گیا کہ واقعی اسلام تنگ نظر مذہب نہیں اس کے اصول ایسے ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے ہر فرقہ کا شخص اپنے مشرب پر رہتے ہوئے ناجی ہوسکتا ہے۔

آج کل کے غیر مقلدین سے شکایت ہے

۱۰۰- فرمایا میں نے ایک جگہ بیان کیا تھا کہ ہم علی الاطلاق غیر مقلدین کو برا نہیں کہتے ہیں دیکھئے امام ابو حنیفہؒ خود مقلد نہ تھے مگر ہم نے ان کو اپنا پیشوا مانتے ہیں لیکن اس زمانہ کے اکثر غیر مقلدین کی بے شک ہم کو شکایت ہے ان میں عموماً الا ماشاءاللہ دو خصلتیں بہت بری ہیں ایک آئمہ کے ساتھ بدگمانی۔ دوسرے ان کی شان میں بدزبانی۔ باقی ہم نفس غیر مقلدی کو حرام نہیں کرتے۔ غیر مقلدی بھی ایک مسلک ہے۔ لیکن اس وقت کے مفاسد کو دیکھ کر ہم کو پسند نہیں۔ بہت سی چیزیں جائز ہوتی ہیں مگر بعض طبائع کے نزدیک ناپسند ہوتی ہیں مثلاً اوجھڑی شرعاً جائز ہے مگر نفیس مزاج ولطیف الطبع لوگ اس کو پسند نہیں کرتے" بل بعض الاشیاء المباحۃ البغض عنداللہ ایضا فقد روی ای ابغض الحلال عندا للہ الطلاق او کماقال" ۱۲ جامع

کانگریس میں دو قسم کے علماء شامل ہیں

۱۰۱- فرمایا کانگریس میں ایسے لوگ جن کو عوام الناس علماء کہتے ہیں۔ دو قسم کے ہیں ایک قسم کے تو وہ ہیں کہ تقریر اور مضمون نگاری کی وجہ سے مخصوص طبقہ میں مقبول ومشہور ہیں مگر شریعت کے

عالم نہیں۔ چونکہ یہ لوگ عالم نہیں اس لئے ان سے مسائل وغیرہ کے معاملہ میں زیادہ شکایت بھی نہیں کی جاسکتی۔ دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو واقع میں پڑھے لکھے اور باقاعدہ عالم ہیں مگر فنافی الکانگریس ہو کر حدود شرعیہ سے متجاوز ہو گئے ہیں۔ انگریزوں کے بغض کی وجہ سے کانگریس کے ساتھ باہمہ وجوہ موافقت کرتے ہیں اور حدود و قیود کی بھی رعایت نہیں کرتے۔ حالانکہ حدیث شریف میں ہے "احبب حبیبک ھونا ما عسی ان یکون بغیضک ھونا ما عسی ان یکون حبیبک یوما "یعنی محبت اور عداوت دونوں اعتدال سے ہونا چاہئے۔ ممکن ہے حالات پلٹا کھائیں۔ دوست دشمن بن جائیں اور دشمن دوست ہو جائیں یہ دوسری قسم کے لوگ صاف صاف کہتے ہیں کہ اگر انگریز ہندوستان سے نکل جائیں گے تو تمام عالم کو سکون و آرام نصیب ہوگا۔ اس لئے ہم کو اسکی جان توڑ کر کوشش کرنا چاہئے خواہ ہندوستان اور ہندوستانی مسلمانوں کا ایمان برباد ہو جائے ہی اسی سلسلہ میں فرمایا بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ہم کانگریس کی شرکت اس وجہ سے کرتے ہیں کہ کانگریس پر مسلمانوں کا قبضہ اور غلبہ ہو جائے۔ اگر واقعی یہی مقصود ہے تو اس مقصود کا حصول مسلم میں زیادہ آسان ہے۔ کیونکہ مسلم لیگ والے اتباع کے لئے آمادہ ہیں۔ چنانچہ لیگ کے بڑے بڑے ارکان نے مجھے لکھا ہے کہ ہم حضرات علماء کی رائے کی اتباع کے لئے تیار ہیں اور کانگریسی تو خود اپنا تابع بنانے کی کوشش کرتے ہیں ان پر غلبہ پانا مشکل ہے۔ اب تو یہی صورت ہے کہ لیگ میں شرکت کر کے اس کو اپنے قبضہ میں لائیں اور ناکارہ لوگوں کو نکال باہر کریں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ہندو ہرگز انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا نہیں چاہتے۔ ان کا نفع انگریزوں کے قیام ہی میں ہے۔ ان کا منشاء تو یہ ہے کہ انگریزوں کی نگرانی اور حفاظت میں دفتری و قانونی قدرت حاصل کر کے حکومت کریں۔

تحریک کا انجام

۱۰۲۔ فرمایا معلوم نہیں کہ ان تحریکات کا انجام کیا ہوگا۔ مگر مجھ کو ابھی امید ہے کہ انشاء اللہ خیر عظیم کا ظہور ہونے والا ہے۔ میں ابھی تک مایوس نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جنات

کا اس وقت کا مقولہ جبکہ وہ اور شیاطین آسمان پر جاتے تھے تو ان پر ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے تھے نقل فرماتے ہیں ''وانا لاندری اشر ارید بمن فی الارض ام ارادبھم ربھم ''یعنی ہم نہیں جانتے کہ اس نئے انتظام سے کیا ظہور پذیر ہوگا اس سے اہل زمین کو ضرر پہنچے گا یا اللہ تعالیٰ ان کو نفع پہنچانا چاہتے ہیں۔ بالکل اسی طرح ان تحریکات میں بھی دونوں احتمال ہیں گو جنات کا یہ مقولہ محل خیر میں تردد کا تھا اور میرا محل شر میں تردد کا ہے مگر میرا خیال وہی ہے جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں میری ولی تمنا اور دعاؔ ہے کہ اللہ تعالیٰ حکومت عادلہ مسلمہ قائم فرمادے اور میں اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ میں نے عادلہ کی قید اس واسطے لگائی کہ سلطنت مسلمہ تو بحمدہ تعالیٰ آج کل بھی متعدد جگہ ہے۔ مگر عادلہ نہیں بلکہ سب کی حالت بے راہی کی ہے۔ امور شرعیہ کی پابندی نہیں موجودہ مسلم سلطنتوں میں نجدیوں کی سلطنت غنیمت سمجھی جاتی تھی۔ مسلمانوں کو ان سے بہت توقعات تھیں۔ کیونکہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم قران وحدیث پر عامل ہیں۔ مگر انہوں نے ایسی لٹیا ڈبوئی ہے کہ خدا کی پناہ عیسائیوں کو حجاز کی سرزمین مقدس میں داخل کرلیا۔ اور ایک طویل مدت کے لئے ان کو ٹھیکہ دیدیا ہے ابن سعود نے اور یہ سب کچھ روپیہ کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ ترکوں کے زمانہ میں کبھی ایسا نہ ہوا حالانکہ وہ بیچارے قرآن وحدیث پر عمل کرنے کے مدعی بھی نہ تھے۔ اس ٹھیکہ کے نجام کی یقینی طور پر تو خبر نہیں مگر آثار اور حالات حاضرہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عرب کے بدویوں کے ایمان کا سخت خطرہ ہے کیونکہ عرب پہلے ہی ایک مفلس قوم ہے خصوصاً اعراب (بدوی) تو حد درجہ مفلوک الحال اور تنگدست ہیں اور آج کل تو ان کے افلاس میں اور اضافہ ہوگیا کیونکہ وہ پہلے حجاج کو اونٹ کرایہ پر دے دے کر کچھ کما لیتے تھے۔ اب موٹروں نے اس سلسلہ کو بھی قریب الختم کردیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بڑا آرام ہے بڑی راحت ہے یہ خیال نہیں کرتے کہ آرام وراحت صرف مسافروں کو ہے اور بیچارے سارے اعراب تباہ برباد ہورہے ہیں یہ خاک آرام ہے کہ معدودے چند تو راحت حاصل کریں اور لاکھوں خاک میں مل جائیں تو اب اندازہ کیجئے کہ ایسے مفلس افراد جن کو پیٹ بھر کھانے کو نہیں ملتا ہو ستر ڈھانکنے کو کپڑا میسر نہیں آتا ہو جب عیسائیوں جیسی سرمایہ دار جماعت ان میں پہنچ جائے گی ان کو نوکر رکھے گی ان سے مزدوری

کرائے گی اور اس سے بڑھ کر یہ کہ خدانخواستہ ان کو کچھ رقم کا لالچ دے کر اپنے مشن کی ترغیب دیں گے تو اسوقت ان کا کیا حشر ہوگا۔ سب کو معلوم ہو سکتا ہے خصوصاً اس حالت میں کہ ان عیسائیوں کی عادت ہے کہ اجنبی ملک میں پہنچ کر پہلے تو تجارت شروع کرتے ہیں پھر پادریوں کے ذریعہ سے نصرانیت کی اشاعت کرتے ہیں تو ان کا عرب میں جانا بظاہر سخت خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ خصوص آج کل فقر و فاقہ اور افلاس و تنگ دستی کی وجہ سے بکثرت ارتداد ہو رہا ہے۔ مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی نے خوب بات کہی کہ آج کل کا مسلمان خوف سے متاثر نہیں ہوتا مگر طمع سے متاثر ہو جاتا ہے۔

خود کردہ را علاجِ نیست

۱۰۳- فرمایا سلطنت وقت نے ہندوؤں کو بہت بڑھایا چڑھایا تھا۔ اسی کا نتیجہ نظر آ رہا ہے تعجب یہ ہے کہ اس کا کچھ تدارک بھی نہیں کرتے۔ نہ معلوم کس شے کے منتظر ہیں۔

حضرت کا تفقہ

۱۰۴- فرمایا ایک مرتبہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے فرمایا کہ ترمذی میں یہ حدیث ہے ''لن یغلب اثنا عشر الفاعن قلة'' (یعنی حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بارہ ہزار مسلمانوں کا لشکر قلت تعداد کی وجہ سے کبھی دشمنوں کے مقابلہ میں مغلوب نہ ہوگا ۱۲) اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا حالانکہ ثابت ہے کہ بارہ ہزار کیا بارہ ہزار سے کہیں زائد تعداد کے لشکر شکست کھا گئے۔ حضرت مولانا کی برکت سے میرے ذہن میں فوراً جواب آ گیا۔ میں نے عرض کیا کہ حدیث شریف کا مضمون بالکل بے غبار ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عن قلة فرمایا ہے کہ قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوگا۔ عن علة نہیں فرمایا کہ کسی اور سبب سے بھی مغلوب نہ ہوگا لہذا جہاں بارہ ہزار یا بارہ ہزار سے زائد کے لشکر شکست کھا گئے اس کی وجہ قلت نہیں بلکہ کوئی دوسری علت ہوگی۔ چنانچہ اس کی تائید کتب حدیث و تاریخ سے بھی ہوتی ہے بلکہ قرآن شریف میں بھی مسلمانوں کا غزوہ حنین میں اولاً مغلوب ہونا بالتصریح مذکور ہے۔ حالانکہ غزوہ حنین میں مسلمان

بارہ ہزار تھے لیکن پھر بھی اولاً مغلوب ہو گئے اور اسکی وجہ قلت نہیں تھی بلکہ ایک قلبی مرض یعنی خود پسندی و عجب تھا جسکا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ ولقد نصرکم اللّٰہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم ''یعنی حق تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر تمہاری مدد فرمائی اور غزوہ حنین میں بھی جب تم اپنی کثرت پر نازاں تھے''

حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں کو غزوہ حنین میں عجب و غرور پیدا ہو گیا تھا کہ ہم اتنے زائد ہیں۔ اسی عجب کی وجہ سے شکست ہوئی۔ اور جب اس گناہ سے توبہ کر لی اور معافی مانگ لی تو اسی میدان میں یہ ہزیمت خوردہ لشکر اسلام غالب آ گیا۔ جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے۔ ثم انزل اللّٰہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المؤمنین وانزل جنودالم تروھا ''یعنی شکست کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر اپنی خاص تسلی نازل فرمائی اور قلوب کی تقویت کے لئے فرشتوں کا لشکر بھیجا جو نظر نہیں آتا تھا۔ ۱۲

آج کل مادیت پرستی کا غلبہ ہے

۱۰۵- فرمایا آج کل لوگوں پر مادہ پرستی کا غلبہ ہے۔ مادی ہی ترقی کو ترقی سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ مادی اشیاء پر بہت زور دیا جاتا ہے اور ان پر ناز کیا جاتا ہے۔ لڑائی میں بھی مادی ہتھیار اور سامان جنگ کو نصرت کا سبب خیال کیا جاتا ہے۔ مالک حقیقی رب العلمین پر نظر نہیں کی جاتی۔ دیکھئے ابتدائے اسلام میں جتنے جہاد ہوئے ہیں ان میں عموماً کفار کے پاس ہر قسم کے ہتھیار کافی تعداد میں موجود تھے۔ اور مسلمان ان کے لحاظ سے بالکل بے سروسامان اور تہیدست کہے جانے کے مستحق تھے۔ غزوہ بدر میں اسلامی لشکر کے پاس تلواریں صرف آٹھ تھیں گو نیزے وغیرہ اتنے کم نہ تھے۔ اور جنگ دست بدست ہوئی جس میں تلوار زیادہ کارآمد ہوتی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ کفار تعداد میں بھی مسلمانوں سے تین گنے تھے اور سب کے سب ہتھیار بند باوجود اس کے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے منظور و مظفر فرمایا کامیابی و فتح مندی نے ان کے قدم چومے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ سب غزوات میں کامیاب تر غزوہ بدر ہی کا ہے کیونکہ اس سے کفار کے حوصلے ہمیشہ کے لئے

پست ہو گئے تھے اور ان کی سطوت وشوکت ٹوٹ گئی تھی۔ تو اب غور کیجئے کیا یہ نصرت مادی ترقی کا نتیجہ تھی یا ایمان واخلاص کی برکت تھی۔ اسی سلسلہ میں فرمایا اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی بھی فوج ہے یعنی فرشتے۔ جس کو نہ گھوڑوں کی حاجت ہوتی ہے نہ اسلحہ کی ضرورت نہ رسد کی محتاج ہوتی ہے نہ کمک کی منتظر۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں اس فوج ظفر موج کے ذریعہ سے مسلمانوں کی نصرت فرما کر ظفر مندی کا تاج ان کے سر پر رکھ دیتے ہیں اور اس فوج کے ذریعہ سے نصرت اب بھی ہوتی ہے اور بہت مرتبہ اس کا ظہور ہوا ہے۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ لاکھ سے زیادہ تعداد میں ہندوؤں نے ضلع اعظم گڑھ میں مٹھی بھر مسلمانوں پر حملہ کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس ناگہانی معرکہ میں مسلمانوں کو خاطر خواہ کامیابی عطا فرمائی تھی۔ بعض لوگوں نے بیان کیا کہ مقابلے کے وقت جہاں تک نظر جاتی تھی سبز پوش مسلح مسلمان ہی نظر آتے تھے یہ سب پوش لوگ غالباً فرشتے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ملائکہ کی جماعت کو اپنے خاص بندوں کی حفاظت کے لئے بھیجا اور ان کو صرف کفار پر ظاہر کر دیا مسلمانوں سے پوشیدہ رکھا تاکہ وہ پوری ہمت سے جدوجہد کو جاری رکھیں اور ان کی شان توکل میں کمی نہ آنے پائے اور پھر آخرت میں اجر جزیل حاصل کریں اسی سلسلہ میں فرمایا نزول ملائکہ کا مدار تقویٰ پر ہے چنانچہ ارشاد ہے ان تصبروا وتتقوا ویأتوکم من فورھم ھذا یمددکم ربکم بخمسة الاف من الملئکة مسومین "یعنی اے مسلمانو اگر تم کفار کے مقابلہ میں استقلال سے کام لو گے اور متقی بنے رہو گے اور وہ تم پر ایک دم ٹوٹ پڑیں گے تو تمہارا پروردگار تمہاری امداد پانچ ہزار خاص وضع کے فرشتوں سے فرمائے گا"۔ ۱۲ جامع) آج کل لوگوں نے تقویٰ کو بے کار سمجھ رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ تقویٰ اور فتح میں کیا مناسبت؟ حالانکہ مناسبت بالکل ظاہر ہے کہ تقویٰ کی وجہ سے آسمانی نصرت شامل حال ہوتی ہے۔ جو واحد ذریعہ کامیابی کا ہے۔ ۱۲ جامع

دنیا کی ترقی سے بہت تعلق ہے

۱۰۶- فرمایا اس زمانہ کو نو تعلیم یافتہ لوگ کہتے ہیں کہ دین کو ظاہری ترقی سے کیا تعلق ہے گویا یا

الفاظ دیگر دین کی پابندی کو دنیاوی ترقیات میں حائل سمجھتے ہیں۔ان لوگوں کی اس بے سروپا بات پر مجھ کو یہ واقعہ یاد آ جاتا ہے کہ ایک طبیب نے بادشاہ کو امراض چشم کے لئے کف پا میں مہندی لگانے کو بتلایا اس پر خواجہ سرا صاحب سے صبر نہ ہوسکا۔اور ناقدانہ انداز میں بولے کہ جناب حکیم صاحب کف پا اور چشم میں کیا تعلق ہے ۔طبیب نے فوراً منہ توڑ جواب دیا کہ کف پا اور چشم میں وہی تعلق ہے جو خصیتین اور داڑھی میں ہے یعنی یہ تو تجھے بھی تسلیم بلکہ مشاہدہ ہے کہ اگر خصیے نکال دیئے جائیں تو داڑھی نہیں نکلتی ہے اور اس تعلق کو تو کھلی آنکھوں اپنے ہی ذات میں دیکھ رہا ہے تو کف پا و چشم کے تعلق پر کیوں اعتراض و تعجب ہے۔تو جیسے خواجہ سرا صاحب کی سمجھ میں کف پا و چشم کا تعلق نہیں آیا تھا ایسے ہی ہمارے جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کی سمجھ میں دین اور ترقی کا تعلق سمجھ میں نہیں آتا۔(حالانکہ یہ تعلق اس تعلق سے بہت زیادہ ظاہر ہے صدیوں تک مسلمانوں نے ہی نہیں بلکہ کفار نے بھی مشاہدہ کیا ہے کہ دین کی پابندی نے مسلمانوں پر ہر قسم کی ترقیات کے دروازے کھول دیئے تھے۔ادھر مسلمانوں نے دین کی پابندی چھوڑنا شروع کر دی ادھر ترقی نے مسلمانوں کا ساتھ دینا چھوڑ دیا۔۱۲ جامع)ان لوگوں کا یہی دستور ہے کہ جو بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی فوراً اس کا انکار کر دیتے ہیں صرف ظاہر اور مادہ پر ان کی نظر ہے باطن اور روحانیت سے بالکل غافل ہیں کسی نے خوب کہا ہے ۔

عقل در اسباب می دارد نظر　　　عشق می گوید مسبب را نگر

مادیت پر بھروسہ

۱۰۷- فرمایا جو لوگ صرف ظاہر ساز و سامان پر نظر رکھتے ہیں اور کامیابی کا راز اسی میں پوشیدہ جانتے ہیں ان کو غور کرنا چاہئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس کونسا لاؤ لشکر اور ساز و سامان تھا اور فرعون جیسے متکبر و عظیم الشان بادشاہ کے پاس کس شے کی کمی تھی ۔لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کارساز حقیقی پر توکل کر کے اس کے ارشاد کے ماتحت فرعون سے مقابلہ کرنے جاتے ہیں اور اپنے ساتھ صرف اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو لے لیتے ہیں اور ان کو بھی اس خیال سے ساتھ

لیتے ہیں کہ وہ فصیح البیان ہیں اچھی شستہ تقریر کریں گے۔ اور میری تائید وتصدیق کریں گے۔ کیونکہ تائید سے دل بڑھتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول نقل فرمایا ہے ''فارسله معی ردا یصدقنی انی اخاف ان یکذبون (یعنی موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی میرا مددگار بنا کر میرے ہمراہ کر دیجئے اور رسالت دے دیجئے تا کہ وہ بوقت ضرورت میری تائید وتصدیق کریں کیونکہ مجھ کو فرعون وغیرہ سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ مجھ کو جھٹلائیں ۱۲ جامع۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جان کے خطرہ کی وجہ سے حضرت ہارون علیہ السلام کو ساتھ نہیں لیا تھا بلکہ ساتھ لینے کی وجہ یہ تھی کہ فرعون اور اسکی جماعت کی تکذیب سے طبیعت پژمردہ نہ ہو جائے اور بات کے زور میں کمی نہ آئے کیونکہ تصدیق و تائید سے دل بڑھتا ہے حوصلہ میں پستی اور ارادہ میں کمزوری پیدا نہیں ہوتی ہے خود میری بھی یہی حالت ہے کہ اگر مجلس میں کوئی میری تائید کرتا رہتا ہے تو طبیعت شگفتہ رہتی ہے ورنہ پژمردگی چھا جاتی ہے دل مضمحل ہو جاتا ہے اور مضامین کی آمد بند ہو جاتی ہے عارف رومی فرماتے ہیں ؎

گر ہزاراں طالب اند و یک ملول ۔۔۔ از رسالت بازمی ماند رسول

غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے مقابلے کے لئے تنہا تیار ہو گئے صرف تائید کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام کو ساتھ لے کر اسکے بھرے اور پر شوکت دربار میں پہنچ گئے۔ اور خوب کڑک کر بلا جھجکے گفتگو فرمائی فرعون کو ہمت نہیں ہوئی کہ ان کو قتل کرا دے یا گرفتار کرا دے یا اور کوئی مقدمہ قائم کرا دے۔ صرف زبانی گفتگو میں اتنا ضرور کہا انی لا ظنک یموسیٰ مسحورا (یعنی اے موسیٰ میرے خیال میں تو ضرور تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ وانی لا ظنک یفرعون مثبورا (یعنی اے فرعون میرے خیال میں ضرور تری کمبختی کے دن آ گئے ہیں) مگر باوجود اس جواب کے بھی فرعون کو اقدام قتل وغیرہ کی ہمت نہ ہوئی۔ اور کیسے ہوتی اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا و نجعل لکما سلطنا فلایصلون الیکما بایتنا انتما ومن اتبعکما الغلبون (یعنی اے موسیٰ وہارون علیہم السلام ہم تم دونوں کو ایک خاص شوکت عطا کرتے ہیں جس سے تم پر ان لوگوں کو دسترس نہ ہوگی ہمارے معجزے لے کر جاؤ تم

دونوں اور تمہارے پیرو ہی غالب ہوں گے)۔اب غور کیجئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں یہ قوت وشجاعت یہ ہمت وجرأت یہ سطوت وشوکت کس مادی سامان کی وجہ سے تھی۔ان کے پاس توپ و تفنگ نہ تھی۔ہوائی جہاز اور تباہ کن گیس نہ تھے۔یہ قوت صرف حقانیت اور تعلق مع اللہ کی تھی یہ تقویٰ بجا آوری احکام خداوندگی کا ثمرہ تھا۔

تقویٰ کا غلبہ

۱۰۸-فرمایا فرعون نے نجومیوں اور کاہنوں کی پیشن گوئیوں پر اعتماد کر کے نوزائیدہ لڑکوں کو قتل کرانا شروع کر دیا تھا کہ نہ کوئی بچہ بچے گا اور نہ سلطنت تباہ ہوگی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون ہی کے گھر پہنچا دیا اور اسکی بیوی حضرت آسیہ کے دل میں ان کی محبت ڈال دی چنانچہ حضرت آسیہ ہی کی سفارش سے قتل ہونے سے بچ گئے۔اور نازو نعمت میں فرعون کے بیٹے کی طرح پرورش پائی۔فرعون کے متبنیٰ ہو کر رہے۔پھر جوان ہو کر اس قبطی کے مرجانے پر جس کے تنبیہا ایک گھونسا مارا تھا فرعون کے قانونی مواخذہ سے بچنے کے لئے مدین تشریف لے گئے۔وہاں حضرت شعیب علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور ان کی بیٹی سے نکاح ہوا وہاں سے واپسی پر کوہ طور پہنچ گئے اور رسالت ونبوت عطا ہوئی۔مصر پہنچے اور فرعون کی سلطنت کو تباہ وبرباد کیا فرعون کی تدابیر لڑکوں کے قتل وغیرہ سب بے کار ثابت ہوئیں جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں سے فرعونی حکومت تباہی کے سامان بہم ہوں تو فرعون کی ظاہری قوتیں کیا کام کر سکتی تھیں اسی طرح تقویٰ سے اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوتا ہے اور سب مادی و طاغوتی طاقتیں حق تعالیٰ کے سامنے پاش پاش ہو جاتی ہیں تقویٰ کی وجہ سے ہر قسم کی فلاح بندہ کو نصیب ہوتی ہے اسی سلسلہ میں فرمایا قوت کی اصل روح تعلق مع اللہ ہی ہے۔دیکھئے اگر ضلع کا کلکٹر کسی کا حامی ومددگار ہو تو وہ کس قدر بے خوف اور جری ہو جاتا ہے اور اگر کمشنر سے بھی تعلق ہو تو قوت میں بھی دوسہ چند اضافہ ہو جاتا ہے گورنر وائسرائے اور بادشاہ کے تعلقات کو اسی پر قیاس کر لیجئے اور جس کا تعلق رب العلمین احکم الحاکمین سلطان السلاطین سے ہو اسکی طاقت کا کیا اندازہ ہو

سکتا ہے اب صرف یہ بات رہ گئی کہ تعلق مع اللہ کیسے حاصل ہو۔ سنئے تعلق مع اللہ تعالیٰ کے ظاہری و باطنی احکام پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

مسلمانوں میں گاندھی سے بہتر لیڈر موجود ہیں

۱۰۹-فرمایا ایک صاحب نے مجھ سے دریافت کیا تھا کہ کیا مسلمانوں میں کوئی گاندھی جیسا سیاستداں مدبر نہیں کہ مسلمان اس کی پیروی کریں میں نے کہا یہ تو کوئی مشکل بات نہ تھی جس کو دریافت کرنے کی حاجت ہوتی اگر آپ ذرا بھی فکر سے کام لیتے تو سوال ہی کی ضرورت نہ پڑتی مجھ کو یقین بلکہ عین الیقین ہے کہ مسلمانوں میں ایک دو نہیں ہزاروں کی تعداد میں صرف گاندھی جیسے ہی نہیں بلکہ اس سے کہیں زائد موجود ہیں لیکن اگر مسلمان ان کی پیروی نہ کریں ان کی ہدایات کو تسلیم نہ کریں انکی کیا خطا ہے یہ تو مقتدیوں کی غلطی ہے۔

افسوس ہے کہ مسلمانوں کے دل میں بھی ایک غیر مسلم کی اس قدر عظمت ہے کہ تمام عالم میں ان کو کوئی مسلمان اس کا ہم پلہ نظر نہیں آتا۔ ایک ثقہ صورت مسلمان کا مضمون میں نے خود اخبار میں پڑھا ہے۔ کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہوتا استغفر اللہ کچھ انتہا بھی ہے اس کفر پروری کی ان بزرگ کے نزدیک نبوت ایک ایسی ارزاں اور بے وقت چیز ہے کہ اس میں اللہ اور اسکی صفات ملائکہ کتب، رسل حشر، نشر، دوزخ، جنت کسی شے پر ایمان لانا شرط نہیں صرف ختم نبوت مانع ہوگئی۔ یہ جہالت اور بدتمیزی کا نتیجہ ہے کفار کے ساتھ میل جول اور قلبی تعلقات رکھنے کا

اسی سلسلہ میں فرمایا ایک عالم صاحب نے ایک کتاب میں لکھا کہ انبیاء کی کامیابی کا راز ان کے استقلال میں مضمر ہے جس کی زندہ نظیر گاندھی موجود ہے۔ مؤلف صاحب نے یہ کتاب مجھ کو ہدیۃً بھیجی تھی۔ میں نے اس مقام کو دیکھنے کے بعد یہ لکھ کر واپس کردی کہ جس کتاب میں مکذب رسالت کی ایسی تعریف و توصیف ہو میں اس کو اپنے ملک میں نہیں رکھنا چاہتا۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ میں نے اس مطبع کو جس میں یہ کتاب طبع ہوئی ہے لکھا تھا کہ اس مضمون کا رد شائع کردو لیکن اہل مطبع نے اسے قبول نہیں کیا۔ میرے نزدیک یہ عذر نہایت کمزور ہے کیا مؤلف صاحب

صرف مطبع کو لکھ کر اس فریضہ رجوع سے سبکدوش ہو گئے جو ان کے ذمہ شرعا عائد ہوتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اگر وہ مطبع شائع نہیں کرتا ہے تو کسی اور ذریعہ سے شائع کریں کیا اظہار غلطی کا ذریعہ صرف وہی مطبع ہے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ فلاں درس گاہ کے شیخ التفسیر بیعت ہونا چاہتے ہیں میں نے لکھ دیا کہ جب تک آپ اپنی غلط اور خلاف شرع تفسیر سے رجوع نہیں کریں گے میں آپ کی خدمت نہیں کر سکتا۔ انہوں نے لکھا کہ اگر نفع رجوع ہی پر موقوف ہے تو میں رجوع کرتا ہوں اس پر میں نے لکھا کہ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ اس تفسیر کو حق سمجھتے ہوئے بامید نفع رجوع کرتا ہوں حالانکہ وہ تفسیر اغلاط و اباطیل پر مشتمل ہے۔ اس سے رجوع واجب ہے خواہ اور کوئی نفع ہو یا نہ ہو۔ اس کے جواب میں آج خط آیا ہے کہ میں رجوع کا مسودہ بھیجتا ہوں آپ اصلاح بھی فرما دیں اور جس طرح مناسب ہو چھپوا کر شائع بھی فرما دیں میں نے مسودہ میں چند اصطلاحات کر دی ہیں۔ مثلاً انہوں نے لکھا تھا کہ مجھ سے دانستہ تفسیر میں غلطیاں ہوگئی ہیں میں نے اس کو کاٹ کر لکھ دیا ہے کہ وہ غلطیاں اہل زیغ کی صحبت کا اثر ہے اور ان کا یہ لکھنا کہ چھپوا کر شائع کر دو مجھ کو نا گوار ہوا۔ اس کا جواب میں نے لکھا ہے مجھ کو چھپوانے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ ہی کی مصلحت ہے آپ ہی انتفاع چاہتے ہیں آپ خود چھپوا کر شائع کیجئے یا نہ کیجئے انہوں نے ایک خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ میں نے اپنی تفسیر کی غلطیاں معلوم کر کے آئندہ کے لئے اس کی اشاعت و طباعت بند کر دی ہے۔ میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ یہ تو آئندہ کا تدارک ہوا۔ اور جو گذشتہ اشاعت سے نقصان پہنچ چکا اور پہنچ رہا ہے اس کی تلافی بجز اعلان رجوع کے اور کسی طریقہ سے نہیں ہو سکتی۔ میں ان کی ہمت کی داد دیتا ہوں کہ رجوع پر آمادہ ہو گئے جب طلب صادق ہوتی ہے تو یہی حالت ہوتی ہے۔ (اس قسم کا ایک ملفوظ پچھلے صفحات میں بھی گزر چکا ہے مگر چونکہ اس میں بعض فوائد زیادہ تھے اس لئے یہاں بھی نقل کرنے کی سعادت حاصل کی گئی۔ ان مفسر صاحب نے اس رجوع کو شائع فرما دیا ہے۔

۱۲ جامع۔

قرآن پاک میں اجتہاد

۱۱۰- فرمایا فلاں مفسر صاحب نے تفسیر میں بہت گڑ بڑ کر رکھی ہے۔ چنانچہ پارہ دوم کی آیت ''وان اردتم ان تسترضعوا اولادکم'' سے استنباط کیا ہے کہ باہر کے آدمیوں کو بلا کر نہر کھدوانا جائز ہے دیکھ لیجئے کیا لطیف استنباط ہے۔ اگر اس قسم کے اجتہاد و استنباط جائز ہوں تو دین سے امن ہی اٹھ جائے (اس سلسلہ میں حضرت کا رسالہ التقصیر فی التفسیر قابل دید ہے ۱۲)

تبلیغ اسلام صوفیانہ رنگ میں

۱۱۱- فرمایا میں اپنی جانب سے خاص اہتمام کرتا ہوں کہ میرے قول سے فعل سے کسی کو گرانی و ناگواری نہ ہو۔ ایک سن رسیدہ ہندو قریب ہی زمانہ میں تھانہ بھون آیا تھا اس نے بعض تصوف کے مسائل دریافت کئے میں نے جوابات دئے بہت محظوظ ہوا۔ اطمینان ظاہر کیا۔ اس کے بعد میں نے اس سے کہا کہ یہ تو جواب کا درجہ اور علمی تحقیق تھی اور چونکہ آپ نے یہ سلسلہ چھیڑا ہے اس لئے میرا فرض ہے کہ میں جواب سے ہر پہلو کی تکمیل کر دوں۔ اگر آپ یہ سلسلہ نہ چھیڑتے تو میں از خود اس کی ابتداء نہیں کرتا خیر علمی تحقیق تو آپ نے سن لی اب یہ اور سمجھ لیجئے کہ جس طرح ہر مقصود کے حصول کے لئے کچھ شرائط ہوتی ہیں اسی طرح ان حقائق کے حصول کے لئے اسلام شرط ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا ایک مرتبہ جلال آباد میں وعظ ہوا وہاں کے ایک ہندو رئیس جن کو فارسی دانی کا بھی دعویٰ تھی اور ان کے چند انگریزی دان مہمان بھی وعظ میں شریک تھے۔ سب کے سب بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد ذکر و شغل کی تعلیم کے متعلق ان رئیس صاحب کے چند خطوط آئے میں نے خیال کیا کہ اب ان سے صاف بات کرنا مناسب ہے چنانچہ صاف لکھ دیا کہ ہم کو جو تصوف پہنچا ہے اسکے لئے اسلام شرط ہے۔ بغیر اسلام کے نفع نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد ان کا کوئی خط نہیں آیا اور سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ میں نے یہ مصلحت ان دونوں واقعوں میں صوفیانہ رنگ میں اسلام کی تبلیغ کی تا کہ وحشت نہ ہو۔

بعض ہندوؤں میں بھی سلیم الطبع ہوتے ہیں

۱۱۲-فرمایا بعض ہندو بھی بہت دانش منداور ہوشیار ہوتے ہیں مگر چونکہ توفیق ایزدی شامل حال نہیں ہوتی اس لئے دانش مندی اور ہوشیاری کچھ کام نہیں آتی اور اسلام جیسی دولت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ایک مرتبہ تھانہ بھون سے لکھنؤ جار ہا تھا۔میں تھانہ بھون کے اسٹیشن پر جس گاڑی میں سوار ہور ہا تھا اس گاڑی سے ایک طالب علم جو میری ملاقات کے لئے آئے تھے اسٹیشن پر اترے ان سے وہیں ملاقات ہوئی اور ظاہر کیا کہ میں کیوں آیا ہوں میں نے کہا اگر تم سہار نپور تک چل سکو تو راستہ میں تفصیلی اور طویل ملاقات ہوسکتی ہے۔ورنہ میں تو اس گاڑی سے جار ہا ہوں وہ فوراً تیار ہو گئے لیکن ٹکٹ نہ مل سکا وہ میرے مشورے سے گارڈ کو اطلاع کر کے ریل میں سوار ہو گئے۔اگلے اسٹیشن نانوتہ پر ٹکٹ بنوائے گئے گارڈ نے نانوتہ سے سہار نپور تک کا ٹکٹ بنوادیا۔او رکہا چونکہ تم غریب آدمی ہو اس لئے تھانہ بھون سے نانوتہ تک کا کرایہ معاف۔انہوں نے آکر یہ قصہ مجھ سے نقل کیا میں نے کہا کہ تم اس دھوکہ میں نہ آنا بلکہ تم اتنی ہی قیمت کا ٹکٹ اسی لائن کے کسی اسٹیشن سے خرید کر پھاڑ دینا تاکہ محصول ادا ہو جائے۔اور آخرت کا کوئی مطالبہ تمہارے ذمہ باقی نہ رہے۔کیونکہ یہ گاڑی گارڈ کی نہیں ہے کہ وہ معاف کر سکے۔گاڑی کمپنی کی ہے گارڈ کے خلاف منصب معاف کرنے سے کرایہ معاف نہیں ہوا اور حق العبد اسی طرح باقی ہے۔انہوں نے کہا بہت اچھا میں اس قیمت کا ٹکٹ لے کر چاک کر دوں گا میری اور طالب علم کی اس گفتگو کو چند ہندو غور سے سن رہے تھے جب گفتگو ختم ہوگئی تو ایک سنجیدہ ہندو کہنے لگا کہ میں آپ سے اپنی ایک کوتاہی بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ جب ان طالب علم نے یہ کہا تھا کہ اتنا کرایہ معاف ہو گیا تو میں خوش ہوا تھا کہ اچھا ہوا غریب کا بھلا ہو گیا۔مگر آپ کے بیان سے معلوم ہوا کہ وہ خوشی بے ایمانی کی تھی۔اور سراسر نفس کا دھوکہ تھا۔میں نے اسکی سلامت فہم اور حق گوئی کی تعریف میں چند کلمات کہہ کر دل جوئی کی اور بات ختم ہوگئی اور میں اپنے رفقاء سے مختلف باتیں کرنے لگا ان ہندوؤں میں ایک بوڑھا شخص بھی تھا وہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ معلوم نہیں ان لوگوں کی معمولی باتوں

میں بھی ایک خاص کشش ہے۔ایک ہندو نے جواب دیا کہ سچی باتوں میں ایسی ہی کشش ہوتی ہے۔ یہ گفتگو میں نے خود نہیں سنی۔ بلکہ میرے ساتھیوں نے مجھ سے بیان کی ۔ خیر تھوڑی دیر کے بعد وہی پہلا ہندو میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں کچھ پوچھ سکتا ہوں میں نے کہا شوق سے پوچھئے اگر معلوم ہوگا بتادوں گا ورنہ عذر کروں گا اسکے بعد جملہ معترضہ کے طور پر فرمایا اور میرا یہی معمول ہے کہ اگر صحیح جواب معلوم ہوتا ہے تو سائل کو بتا دیتا ہوں ورنہ کہہ دیتا ہوں کہ مجھ کو معلوم نہیں کسی اور سے دریافت کرلیا جائے ۔ خیر اس ہندو نے دریافت کیا کہ ایک مسلمان کوئی نیک کام کرتا ہے۔ اور وہی ایک غیر مسلم بھی کرتا ہے اور دونوں میں باہم ہر باب میں تساوی ہے صرف فرق یہی ہے کہ ایک مسلمان ہے اور دوسرا غیر مسلم تو ان دونوں کو اجر وثواب برابر ملے گا یا نہیں اس سوال کا جواب بالکل ظاہر تھا کہ اعمال خیر پر اجر وثواب ملنے کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ مشروط فرمایا ہے اور کفر کو مانع ۔تو جب تک شرط کا وجود نہ ہو اور مانع مرتفع نہ ہو اجر وثواب بھی نہیں ملے گا۔ لہذا کفار اعمال خیر پر اجر وثواب ملنے کے مستحق نہ ہوں گے۔گویہ جواب ظاہر تھا لیکن میں نے سارا بوجھ سائل ہی کے سر پر رکھنا چاہا اور دوسرے طریق سے جواب دیا۔ میں نے کہا اس کا جواب تو آپ کو خود معلوم ہے اس حالت میں آپ کی دانش مندی سے بعید ہے کہ جس سوال کا جواب معلوم ہو پھر اس کا جواب دریافت کیا جائے اس پر اس نے کہا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں اس سوال کا جواب جانتا ہوں میں نے کہا کہ جواب کے مبادی اور مقدمات آپ کے ذہن میں ہیں اور ان کے لئے نتیجہ لازم ہے جب مبادی ذہن میں ہیں تو جواب بھی آپ کے ذہن میں ہے۔ اور آپ کو معلوم ہے۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ مبادی ومقدمات میرے ذہن میں ہیں ۔ میں نے کہا ذرا صبر کیجئے میں ابھی آپ سے ان مقدمات کا اقرار کرائے لیتا ہوں ۔ سنیئے آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں مذاہب مختلف ہیں ۔ نہ سب حق ہیں اور نہ سب باطل اور اس پر تمام مذاہب کا اتفاق ہے ۔ مذہب حق ایک ہی ہوسکتا ہے ۔ باقی سب باطل ۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر مذہب والے لوگ اپنے ہی مذہب کو حق اور سچا سمجھتے ہیں اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے کل مذاہب کو غلط اور باطل بتاتے ہیں اب بتایئے کیا یہ امور آپ کے ذہن میں ہیں یا نہیں

۔اس نے کہا ہیں میں نے کہا یہ سب جانتے ہیں کہ مذہب حق کا اتباع کرنے والا مثل مطیع سلطنت کے ہے اور اس کے خلاف کرنے والا مثل باغی سلطنت کے ہے۔آپ کو یہ تسلیم ہے یا نہیں۔اس نے کہا یہ بھی واجب التسلیم ہے میں نے کہا اب یہ سمجھ لیجئے کہ ایک شخص بہت بڑا فلسفی اور عالم ہے تمام کمالات سے آراستہ اور ہر قسم کے فضائل سے متصف ہے۔مگر بادشاہ وقت کی انتہائی مخالفت کرتا ہے ہر وقت علم بغاوت بلند رکھتا ہے۔ پھر اتفاق وقت سے وہ گرفتار ہو جاتا ہے اور بادشاہ وقت علم بغاوت بلند رکھتا ہے پھر اتفاق وقت سے وہ گرفتار ہو جاتا ہے اور بادشاہ اس کے لئے پھانسی کی سخت سزا تجویز کرتا ہے اس کا مال جائیداد ضبط کرتا ہے وہ اپنے کمالات کی وجہ سے جس انعام واکرام کا مستحق تھا اس سے محروم رکھتا ہے تو اب اس وقت اگر کوئی شخص کہے کہ ایسے ہنر مند و باکمال شخص کے ساتھ ایسی سخت سزاؤں کا روا رکھنا عدل وانصاف سے کوسوں دور اور کھلا ہوا ظلم ہے تو آپ ہی سب سے پہلے جواب دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے کہ گو یہ بڑے بڑے کمالات کا حامل ہے۔مگر چونکہ اسکا جرم بہت ہی سنگین ہے کہ بادشاہ وقت کی بغاوت کی تھی۔اس لئے اب اس کے کمالات کی کوڑی نہیں اٹھتی ہے اور یہ عتاب شاہی کا سزاوار ہے اس کے ساتھ جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ سراسر عدل وانصاف ہے۔اب فرمایئے یہ جواب صحیح ہوگا یا نہیں۔اس تقریر کو سن کر وہ بالکل خاموش ہو گیا کیونکہ جواب معلوم ہو گیا کہ غیر مسلم (کافر) رب العالمین کا باغی ہے اس لئے اسکا کوئی عمل خیر اللہ تعالیٰ کے نزدیک معتبر نہیں اس کا جرم کفر بغیر توبہ کے قابل عفو نہیں وہ کسی قسم کے اجر و ثواب کا مستحق نہیں۔غرض تقریر مذکور بالا کے بعد میں نے کہا کہ پس ایسی صورت میں کہ آپ جواب جانتے ہیں سوال کرنے کا بجز اسکے کچھ نتیجہ نہیں کہ میں آپ کو کافر کہوں مگر مجھ کو اسلامی تہذیب اسکی اجازت نہیں دیتی ہے کہ میں کسی کو بلاضرورت کافر کہوں۔اس نے کہا ہاں واقعی میں یہی کہلوانا چاہتا تھا اور ایسے منہ سے کافر سننے میں بھی حظ آتا ہے۔میں نے کہا کہ یہ آپ کا حسن ظن اور کمال شرافت ہے لیکن میری دینی تہذیب کا مقتضیٰ وہی ہے جسے میں نے عرض کیا۔اس کے بعد اس نے میرا پتہ پوچھا۔میں نے بتا دیا کہ تھانہ بھون میرا وطن ہے اس نے کہا کہ میں آریہ سماج کے جلسوں میں تھانہ بھون میں آتا رہتا ہوں اب کی بار اگر آنا ہوا تو آپ کی

خدمت میں ضرور حاضر ہوں گا۔مگر اب تک تو آیا نہیں اور نہ آئندہ آنے کی امید۔

مسلمانوں کو اپنے گھر کی دولت کا پتہ نہیں

۱۱۳- فرمایا آج کل لوگوں کو اپنے گھر کی دولت کی قدر نہیں ہوتی اور دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے اور بھیک مانگنے سے عار نہیں کرتے مولانا فرماتے ہیں۔

یک سبد پر ناک ترا بر فرقِ سر — تو ہمی جوئی لب ناں در بدر

تا بزانوئے میانِ قعرِ آب — وز عطش وز جوع گشتستی خراب

''یعنی روٹیوں سے لبریز ہوا ٹوکرا تو سر پر رکھا ہوا ہے مگر تم در بدر ٹکڑے مانگتے پھرتے ہو اور گھٹنوں تک پانی بھرا ہوا ہے اور پھر بھی پیاس پیاس کا شور مچا رکھا ہے اور بھوک پیاس سے مرے جاتے ہو'' اسی طرح آج کل مسلمان انگریزوں اور ہندوؤں کے تہذیب وتمدن پر مٹے جاتے ہیں اور اس تہذیب کو جو حقیقۃً تعذیب ہے حاصل کرنا چاہتے ہیں اسلامی تہذیب واخلاق سے جو سر چشمۂ حیات ابدی ہے بالکل بیگانہ ہیں۔ جاہل تو پھر بھی جاہل ہیں بعض مدعیان علم وفضل بھی اس گندے مرض میں مبتلا ہیں۔ کانپور میں ایک مولوی صاحب ہندوؤں کی تقلید میں دھوتی باندھتے اور کھڑاؤں پہنتے تھے لباس سے بالکل ہندو معلوم ہوتے تھے اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کے حال پر رحم فرمائے۔

اسلام مجسم اخلاق کی تعلیم ہے

۱۱۴- فرمایا حیدرآباد میں نواب فخر یار جنگ صاحب کے ہمراہ میں دارالضرب (ٹکسال) کی سیر کے لئے گیا تھا۔ اس کا منتظم ایک انگریز تھا اس نے بہت اچھی طرح سیر کرائی اور اخلاق سے پیش آیا۔ چلتے وقت اس نے ہاتھ ملایا۔ اس وقت میں نے اس سے کہا کہ آپ کے اخلاق تو مسلمانوں کی طرح ہیں۔ فخر یار جنگ صاحب اس جملہ پر بہت مسرور ہوئے۔ فرمایا کہ آپ نے اس کی تکریم بھی کی اور مسلمانوں سے گھٹائے بھی رکھا۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جو اخلاق حقیقۃً اچھے ہیں وہ اسلام ہی کے ہیں اسلام ہی نے ان کی تعلیم دی ہے یہ دوسری بات ہے کہ مسلمان اپنی

بدبختی کی وجہ سے بہرہ اندوز نہ ہوں۔ اور دوسری قومیں اس سے منتفع ہوں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا جس شخص کو نبوت ورسالت کا اعتراف نہ ہو اس میں اعلی اخلاق کہاں سے آ سکتے ہیں۔ تمام اعلی اخلاق کا سرچشمہ رسالت ہے اور وہ اس کا منکر ہے اس لئے اس کے قلب پر اعلی اخلاق کا فیضان نہیں ہوسکتا۔

مسلمانوں کو اپنے مذہب کی قدر نہیں

۱۱۵- فرمایا آج کل لوگوں نے بلکہ مسلمانوں نے مذہب کے ساتھ کھانے کا جیسا معاملہ کر رکھا ہے کہ اپنے گھر پلاؤ، زردہ اور مرغ مسلم بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا اور دوسرے کے یہاں کی دال بھی پسند آ جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب سے اکتا گئے ہیں اور مذہب کے ساتھ ''کل جدید لذیذ'' کا سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ اسلامی احکام اسلامی تہذیب اسلامی اخلاق خواہ کتنے ہی اعلی اور افضل کیوں نہ ہوں پسند نہیں آتے۔ طبائع بالکل مسخ ہوتی جارہی ہیں۔ نیک و بد کا امتیا ہی اٹھ جاتا ہے۔ کاش مسلمان ہوش میں آئیں اور اسلام جیسی نعمت عظمیٰ کی قدر پہچانیں۔

صبح نو بجے ۲۰ منٹ یکشنبہ ۱۸ ستمبر ۱۹۳۸ء لکھنؤ

تکلف برطرف

۱۱۶- ایک صاحب زیارت کے لئے آئے اور دوزانو بیٹھ گئے۔ اس پر فرمایا تکلف کی ضرورت نہیں آرام سے بیٹھئے۔ یہ طالب علم کی مجلس ہے۔ کسی درویش یا عالم کی مجلس نہیں کہ اس قدر تکلف کو کام میں لایا جائے۔

پیری وصد عیب

۱۱۷- بڑھاپے اور ضعف کے ذکر پر فرمایا کہ مولانا رومی نے مثنوی میں حکایت لکھی ہے کہ ایک معمر شخص طبیب کے پاس گئے اور ضعف بصر کی شکایت کی۔ طبیب نے کہا کہ بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔ بڑے میاں نے ضعف معدہ کا ذکر کیا۔ طبیب نے کہا یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔ انہوں

نے پھر ثقل سماعت و درد اعصاب کا تذکرہ کیا طبیب نے اپنے اسی سابق جواب کا اعادہ کر دیا غرض یہ بوڑھے جو شکایت بھی کرتے طبیب یہی کہہ دیتا کہ بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔ حتی کہ بڑے میاں کو غصہ آ گیا اور طبیب کے ایک دھول رسید کیا اور کہا بس تو نے یہی پڑھا ہے کہ جو مرض ہو وہ بڑھاپے کی وجہ سے ہی ہے۔ طبیب نے ہنس کر کہا کہ بڑے میاں میں آپ کی اس حرکت سے کبیدہ نہیں ہوا۔ یہ حرکت بھی بڑھاپے ہی کی وجہ سے ہے۔ واقعی یہ جو مشہور ہے کہ پیرو صد عیب بالکل درست ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں یہ سنتا تھا کہ جوانی جانے سے زندگانی جاتی رہتی ہے تو تعجب ہوا کرتا تھا۔ مگر جب بڑھاپا آ گیا تو اس کی تصدیق ہوگئی اور معلوم ہو گیا کہ واقعی یہ مقولہ بالکل درست ہے۔

کانگریسی حکومت

۱۱۸- کانگریسی حکومت کی بدنظمیوں کے سلسلہ میں فرمایا کہ انگریزوں کو مدت سے حکومت کرتے کرتے تحمل و مآل اندیشی کی عادت ہوگئی تھی وہ ہوش سے کام کرتے تھے اور چونکہ کانگریس کی حکومت نئی نئی ہے۔ اس لئے جوش زائد ہے اور تشدد و سختی کر رہے ہیں ان کی وہی حالت ہو رہی ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے۔ ''واذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیھا ویھلک الحرث والنسل واللہ لا یحب الفساد (یعنی جب منافق کو حکومت مل جاتی ہے تو اس دوڑ دھوپ میں رہتا ہے کہ دنیا میں فساد برپا کرے اور زراعت اور مواشی کو ہلاک کر دے اور اللہ تعالیٰ فساد کی باتوں کو پسند نہیں فرماتے۔۱۲)۔ تولی کے دو معنی ہیں ایک پیٹھ پھیرنے کے۔ دوسرے حاکم بننے کے۔ میں نے دوسرے ہی معنی کے لحاظ سے تشبیہ دی ہے۔

کانگریس کی غلطی

۱۱۹- فرمایا کانگریس کو چاہئے تھا کہ اتفاق سے جو موقع ہاتھ آ گیا تھا اس کو غنیمت سمجھتی اور دلجوئی و مراعات سے حکومت کرتی مگر اس سے ایسا نہ ہو سکا حتی کہ خود اس کے حمایتی بھی اسکی

موجودہ روش کو پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھ رہے ہیں۔اگر یہی انداز رہے تو کام کا چلنا معلوم۔

حدیث اعمالکم عمالکم کی تشریح

۱۲۰-فرمایا ایک حدیث ہے مجھ کو اسکے متن کے الفاظ اور سند کی تحقیق نہیں۔البتہ مضمون دوسری نصوص سے مؤید ہے غالباً الفاظ یہ ہیں **اعمالکم عمالکم یا عمالکم اعمالکم** یعنی اے مسلمانو! جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے ہی حکام تم پر مقرر کئے جائیں گے۔اگر اعمال اچھے ہوں گے تو حکام بھی اچھے ہوں گے اور اگر اعمال برے ہوں گے تو حاکم بھی شریرو ظالم ہوں گے۔

غفلت کا نتیجہ

۱۲۱-فرمایا ایک شخص نے مجھ سے کہا بتایئے کفار میں کونسی لیاقت اور کونسا ایسا استحقاق ہے جسکی وجہ سے مسلمانوں کو محروم کر کے ان کو حکومت عطا کی گئی ہے۔ میں نے کہا ہم مسلمان محروم تو اپنی نالائقی اور نااہلی کی وجہ سے ہوئے ہیں۔اور کفار کو بلا استحقاق و بلا قابلیت دیدی گئی تاکہ ہم کو تنبیہ ہو ۔اور ہم خواب غفلت سے بیدار رہوں کہ جو چیز ہمارے پاس ہونا چاہئے تھی وہ ہماری غفلت شعاریوں کے سبب دوسروں کے ہاتھ میں ہے۔سو جب تک ہم اپنی حالت کو شرعی آئین کے ماتحت درست نہ کریں گے عنان حکومت بھی ہمارے ہاتھ میں نہ آئے گی۔ اسکی مثال ایسی ہے کہ بعض اوقات شاہانِ زمانہ اپنی اولاد کو معمولی اور کم درجہ کے ملازمین سے سزا دلواتے ہیں تو کیا اس سے ان ملازمین کا محبوب و لایق و اہل ہونا لازم آتا ہے ہرگز نہیں ہاں اولاد کا نالائق ہونا ضرور ثابت ہوتا ہے۔

صحیح ترقی کے اسباب

۱۲۲-فرمایا اب تو لوگوں کا یہ عقیدہ ہی نہیں رہا کہ ایمان،اخلاص اور اعمال صالحہ کو نصرت فلاح اور ترقی میں دخل ہے۔آج کل تو خدا و رسول کو چھوڑ کر یہ دیکھا جاتا ہے کہ دوسری قومیں کس طرح ترقی کر رہی ہیں۔حالانکہ اپنی ترقی کو کفار کی ترقی پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔اس کو ایک

مثال میں سمجھئے۔ایک بھنگی عطر فروشوں کے بازار میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ وہ لوگ اپنی عادت کے موافق اسکو عطر سونگھانے لگے لیکن وہ ہوش میں نہیں آیا۔ اتفاقاً ایک دوسرے بھنگی کا ادھر گزر رہوا اس نے کتے کا پاخانہ سونگھایا اور وہ فوراً ہوش میں آ گیا۔اب اگر کوئی شخص اس بھنگی کے ہوش میں آنے کی تدبیر کو علی الاطلاق مفید سمجھ لے اور عطر سونگھانے کے طریقہ کو غیر مفید سمجھ کر چھوڑ دے۔ پھر اسی بھنگی کے نسخہ کو کسی نفیس مزاج لطیف طبع انسان پر استعمال کرے تو نتیجہ یقیناً ناکامی کی شکل میں ظاہر ہوگا وہ ہوش میں تو کیا آئے گا اور اس کی بے ہوشی وامراض دماغی میں اضافہ ہوگا۔ یہ تو عمدہ اور بیش بہا الخلخوں ہی کے سونگھانے سے ہوش میں آئے گا۔بس ایسے ہی مسلمان کفار کے طریقوں سے راہ ترقی پر گامزن نہ ہوسکیں گے۔ مسلمانوں کی ترقی اور فلاح کا راز اعمال صالحہ اور احکام شرعیہ پر عمل کرنے میں مضمر ہے۔لہذا اس پر مداومت کیجئے اور رحمت خداوندی سے ثمرات ونتائج کے امیدوار رہئے۔

انگریزوں سے نفرت مگر انگریزیت سے محبت

۱۲۳- فرمایا تعجب ہے کہ جو لوگ اس کے دعوے دار ہیں کہ ہم ہندوستان سے انگریزوں کو نکالنا چاہتے ہیں وہ خود انگریزیت کی حد درجہ حمایت کرتے ہیں انگریزی فیشن، انگریزی تہذیب، انگریزی تمدن پر لٹے ہوئے ہیں اور کانگریس تو باوجود اسی دعوے کے انگریزوں کو نکالنا ہی نہیں چاہتی اور درحقیقت ان کی عافیت ہے بھی اسی میں کہ انگریز ہندوستان میں رہیں ورنہ ہندو امن و اطمینان سے ہرگز حکومت نہیں کرسکتے۔ ہر وقت ایک ہلچل اور ہڑ بونگ مچی رہے گی۔اس لئے ہندو انگریزوں کے زیر سایہ اپنی قوم کو پروان چڑھانا چاہتے ہیں۔کاش مسلمان بھی ان امور پر نظر غائر ڈالیں اور مآل اندیشی سے کام لے کر صحیح طریق پر چلنے لگیں۔

تکلف سے گرانی ہوتی ہے

۱۲۴- مولانا جمیل احمد صاحب کے نام جناب مولانا شبیر علی صاحب مدیر النور کا خط آیا کہ حضرت لکھنؤ سے تھانہ بھون کس تاریخ کو روانہ ہوں گے اطلاع دیجئے تاکہ میں مقررتاریخ سے

پہلے لکھنؤ حاضر ہو جاؤں مولانا جمیل احمد صاحب نے حضرت سے اس اطلاع کی اجازت طلب کی ۔حضرت نے فرمایا ان سے راحت تو ہر قسم کی ملتی ہے مگر اطلاع اس لئے مناسب نہیں کہ وہ تکلف سے کام لیتے ہیں یعنی آمدورفت کا کرایہ مجھ سے نہیں لیتے اس سے شرم آتی ہے اور گرانی ہوتی ہے

کیا الیکشن نفس شکنی کا ذریعہ ہے

۱۲۵-فرمایا ایک صاحب مبتلائے الیکشن کہتے تھے کہ الیکشن میں نفس خوب شکستہ ہوتا ہے کہ ووٹوں کی خاطر ہر کہ ومہ کی جا وبیجا خوشامد کرنا پڑتی ہے انہوں نے اپنے نزدیک الیکشن جیسی لغو حرکت کی خوب توجیہ کی میں نے کہا کہ جناب یہ شکستگی بھی نفس کے موٹا کرنے کے لئے ہوتی ہے کہ چندروز کی خوشامد اور تواضع سے ایک دراز مدت تک عزت کی کرسی پر بیٹھنا نصیب ہوگا اور ایک گونہ حکومت رہے گی ۔ پھر جن لوگوں کی کل خوشامد کرتے پھرتے تھے کامیابی کے بعد ان سے سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتے کیا شکستگی اسی کو کہتے ہیں ۔

اسٹیشن پر وقت سے پہلے پہنچنا احتیاط ہے

۱۲۶-فرمایا سفر کے لئے اسٹیشن پر وقت سے پہلے پہنچنا اچھا اور احوط ہے گو وہاں انتظار میں بیٹھنا ہی پڑے اسی میں راحت ہوتی ہے۔ دیر کر کے جانے میں بعض اوقات عوارض کے پیش آنے سے پریشانی کا سامنا ہوتا ہے۔ بعض مرتبہ گاڑی بھی چھوٹ جاتی ہے ایک مرتبہ میں دہلی سے روانہ ہونے کو تھا۔ میں نے میزبانوں سے تقاضا کیا کہ اسٹیشن کے لئے سواری کا انتظام کر دیا جائے سب لوگ کہنے لگے کہ موٹر پانچ منٹ میں پہنچا دے گا۔ ہم وقت سے پندرہ منٹ پیشتر چلیں گے مگر میرے اصرار پر پندرہ منٹ سے بہت پہلے روانہ ہوئے جب جمنا کے پل پر پہنچے تو سامنے ایک چھکڑا جا رہا تھا اور برابر میں اس نے نکلنے کا راستہ نہیں دیا۔ بگل بجایا آوازیں دیں لیکن اس نے ایک نہیں سنی اور ہنستا رہا بالکل بیچوں بیچ چلتا رہا۔ اس کش مکش میں خوب کافی دیر لگ گئی۔ اس وقت میں نے کہا اس معاملہ میں آپ کو انگریزوں کی تقلید نہ کرنا چاہئے۔ اگر اس وقت کسی انگریز کا موٹر ہوتا تو فوراً چھکڑے کو ایک جانب کر کے راستہ دے دیا جاتا۔ غرض بدقت تمام گاڑی ملی سر سید احمد

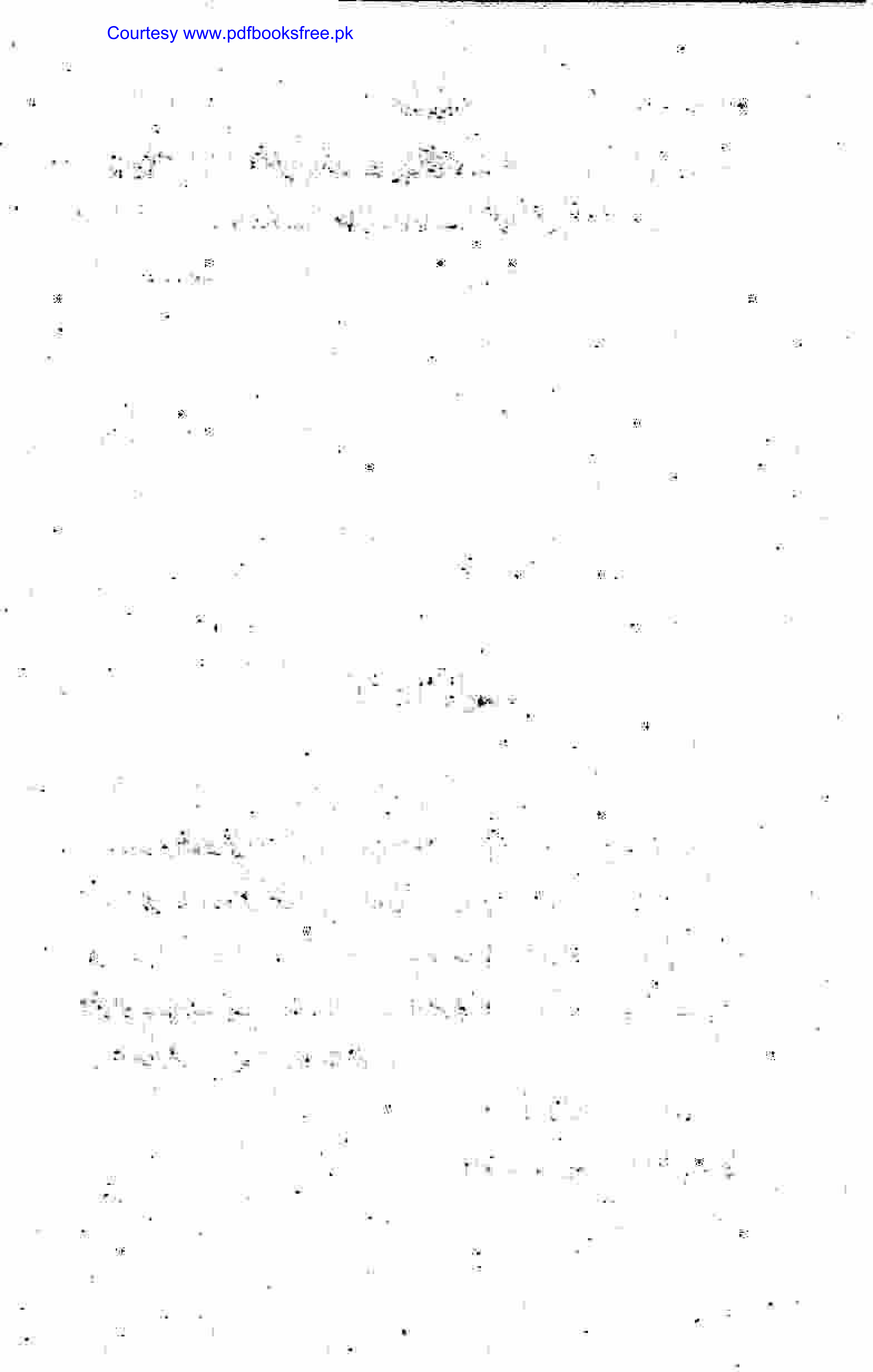
خان کا معمول تھا کہ اسٹیشن پر وقت سے پہلے پہنچ جاتے تھے۔ پھر خواہ وہاں پہنچ کر اپنے کام میں مشغول رہا جاوے وقت کو بے کار ضائع نہ کیا جائے۔ واقعی اسٹیشن پر پہنچ کر یکسوئی اور اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔

خاتمۃ التالیف

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ بوقت صبح سہ شنبہ بتاریخ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ مکرمی جناب سید مقبول حسین صاحب وصل بلگرامی کے ارشاد کی تعمیل میں ان ملفوظات کی نقل سے فراغت ہوگئی۔ میں جناب ممدوح کا ممنون ہوں کہ انہوں نے یہ خدمت باسعادت مجھ ناکارہ کے سپرد فرمائی۔ ناظرین سے صرف ایک استدعا ہے کہ میرے اور میری اولاد و مشائخ واحباب کے لئے کم از کم ایک ہی مرتبہ ضرور فلاح دارین کی دعا فرماویں۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

اسعد اللہ: مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور



آئینہ تربیت

(جزواوّل)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد صلوٰۃ یہ تربیت السالک کے مضامین کے متعلق ایک یادداشت ہے اور اس کا ملخص بھی جس کو جامع الکمالات العلمیہ والعملیہ مولانا عبدالحی صاحب سلمہ' نے مرتب فرمایا ہے۔ پوری حالت اور منفعت اس کی خود مولوی صاحب کی تمہید سے جو ذیل میں موجود ہے معلوم ہوگی جس کے ہوتے ہوئے اس تمہید کی ضرورت نہ تھی مگر مولوی صاحب کی خوشی کے لئے جو کہ اسی تمہید میں مذکور ہے' یہ چند سطور لکھ دی گئیں اور ان ہی کی خوشی کے لئے اس کا ایک مناسب نام بھی تجویز کرتا ہوں جو پیشانی پر مرقوم ہے اللہ تعالیٰ اس کو نافع و مقبول فرماوے۔

کتبہ

اشرف علی

۱۲ ربیع الثانی ۷ ۴ ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ اجمعین

تربیت السالک جس کا خلاصہ ہدیہ ناظرین کر رہا ہوں یہ ایک عجیب و غریب کتاب ہے جو علاوہ نادر اور عدیم النظیر ہونے کے مفید و دلچسپ بھی اسی قدر ہے کہ جس کو اس فن سے قدرے مناسبت ہو تو وہ بغیر تمام کئے نہیں رہ سکتا اس کی ضرورت و احتیاج مبتدی سے لے کر شیخ الشیوخ سے بے نیاز نہیں۔ یہ کتاب اصل میں روحانی مشکلات و امراض کا مطب ہے چنانچہ سالکین کے سوالات کے جواب میں جو حضرت مجدد الملت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے تحریر فرمایا یہ اسی کا مجموعہ ہے جس میں ان سینکڑوں غلطیوں کا جو اس فن میں مدت دراز سے پیدا ہو گئی تھیں قلع قمع کیا گیا ہے۔ شاعرانہ مبالغہ نہیں و ہم پرستی نہیں بلکہ مشاہدہ و تجربہ ہے کہ اگر اس کتاب کا روزانہ ورد رکھا جائے تو ان شاء اللہ ایک دن یار آید بکنار منزل مقصود پر فائز ہو گا۔ یہ کتاب ایک عرصہ تک رسالہ الامداد میں شائع ہوتی رہی اور جب (۷) حصے تک پہنچی تو رسالہ مذکور بعض وجوہ سے بند ہو گیا جس کے بعد سے ان حصوں کا دستیاب ہونا مشکل ہو گیا اور نیز اس کی طوالت کی وجہ سے ہر شخص کو اس کا مطالعہ بھی دقت سے خالی نہ تھا بعض اوقات ایک مسئلہ کے لئے مجھ کو پوری کتاب کی ورق گردانی کرنی پڑتی تھی اس لئے مجھ کو خیال ہوا کہ سہولت کی غرض سے اس کے مضامین کی فہرست تیار کروں جب اس سے فارغ ہوا تو میرے محترم دوست مولانا شبیر علی صاحب نے مشورہ دیا کہ یہ فہرست صرف ان کے لئے مفید ہو گی جن کے پاس اصل کتاب ہو۔ و قلیل ما ہم اس لئے اس فہرست کے عنوانات کو اس طرح ضبط کیا جائے کہ خود مسئلہ بھی مختصر شکل میں معرض تحریر میں آجائے جس کی تصویب حضرت پیرو مرشد نے بھی فرمائی۔ الحمدللہ ذالک کے خدائے تعالیٰ نے

اس کام کو میرے خواہش کے موافق انجام تک پہنچادیا۔

یہ خلاصہ صرف ان (۷) حصوں کا ہے جو الامداد میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتا رہا ہے اور جس کا دوسرا حصہ بحسب ترتیب سنین النور میں شائع ہو رہا ہے وہ ان شاء اللہ آئندہ کسی موقع پر اس کے جزو ثانی کی حیثیت سے پیش کروں گا۔ اس لحاظ سے یہ اس خلاصہ کا جزو اول ہے جس میں بعض جگہ اصل کتاب کے صفحات کا حوالہ ہے اب یہ احقر العباد اس خلاصہ کو حضرت پیرو مرشد حکیم الامت کی خدمت میں پیش کرنے کی عزت حاصل کرتا ہے اور یہ درخواست ہے کہ اس کا نام تجویز فرما کر قدرے دیباچہ تحریر فرمائیں تاکہ میرے واسطے کی کثافت پر جلا ہو جائے اور آخر میں برادران طریقت سے دعائے خیر کا طالب ہوں۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔

عبدالحی

استاد الکلیۃ فی الجامعۃ العثمانیۃ

حیدر آباد دکن۔ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصہ اول

(۱) واعظ کا مسلک رضا مندی حق تعالیٰ ہونا چاہئے۔ سامعین کے متعلق ہمیشہ یہ مسلک رکھے۔

کس بشنود یانہ نشود من گفتگوئے میکنم

(۲) آج کل دینی مدارس کے قائم کرنے سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے اور اس نفع رسانی کی برکت سے خود بھی محروم نہ رہے گا۔

(۳) سالک کو کام میں لگنا چاہئے ثمرہ سے نظر نہ چاہئے۔

(۴) مطلوب مقامات ہیں نہ احوال کیونکہ اول اختیاری ہیں دوسری غیر اختیاری ہیں۔

(۵) وساوس کا ہجوم رحمت ہے جس سے عجب و خود پسندی کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ ص ۳

(۶) زبانی تسبیح بھی مفید ہے۔ بشر طیکہ اثر کا قصد ہو۔

(۷) وساوس کتنے ہی برے ہوں مضر نہیں ہیں جب تک کہ ان کے متعلق قصد نہ ہو۔

(۸) دل لگنے کا انسان مکلف نہیں البتہ خود دل کا متوجہ رکھنا ضروری ہے۔

(۹) اگر خوف خداوندی کا غلبہ ہو تو مضامین رحمت کا مطالعہ مفید ہوتا ہے گریہ اور خوف کا غلبہ ہو تو آیات رحمت وبشارت کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ ایضاً

(۱۰) ذکر شیخ سے گریہ طاری ہو تو کسی دوسرے شغل میں لگ جانا چاہئے جب تک چندروز تعلیم یا صحبت سے مناسبت نہ پیدا کرلے بیعت میں جلدی نہ کرے۔ ص ۵

(۱۱) بعض سالکین کے لئے انوار وغیرہ کا منکشف نہ ہونا ہی مصلحت ہوتا ہے۔

(۱۲) علماء سوء کی بدخواہی سے متاثر نہ ہونا چاہئے۔

(۱۳) یہ مراقبہ کہ عرش پر روشنی مشابہ نور ماہ کے پھیلی ہوئی ہے اور وہاں سے مثل بارش کے میرے قلب پر مترشح ہوتی ہے۔ ۲۰ منٹ خلوت میں کرنا اور ہر وقت یا باسط کا پڑھنا وحشت کو دفع کرتا ہے۔ ص ۶

(۱۴) کامیابی مقصود کی دھن پر ہے نہ صرف دوام عمل پر۔ ایضاً

(۱۵) معاصی کے ارتکاب سے ناامید نہ ہونا چاہئے اور توبہ واستغفار کے بعد کام شروع کر دینا چاہئے۔ ایضاً

(۱۶) ورد کے ترک پر افسوس کرنا بھی دولت ہے۔ ص ۷

(۱۷) معاصی کا علاج صرف ہمت اور استغفار ہے۔ ایضاً

(۱۸) جس پیر کے مرید اکثر بے نمازی و غیر صالح ہوں وہ قابل بیعت نہیں ہے۔ ص ۷

(۱۹) ولایت یعنی قربت حق سبحانہ تعالیٰ ایسی چیز نہیں ہے جو پیر کی طرف سے سپرد کی جائے اور چیز جو سپرد کی جاتی ہے وہ بعض کیفیات ہیں جن کو ولایت میں کوئی دخل نہیں ہے۔ ایضاً

(۲۰) کبھی قلب و زبان کا بے اختیار ذاکر ہو جانا اور کشش کا محسوس ہونا سلطان الاذکار کا اثر ہے اگر نماز کے متصل ایسی کیفیت ہو تو نماز کے ساتھ مناسبت تامہ ہونے کی علامت ہے۔ ص ۸

(۲۱) درس و تدریس بھی عبادت ہونے کی وجہ سے قائم مقام مراقبہ ہے۔ زبان کا بوقت ذکر شیریں ہونا علامت سرایت ذکر کی ہے اور آثار سلطان الاذکار میں سے ہے۔ ایضاً

(۲۲) عبادات میں لذت کا متلاشی نہ ہونا چاہئے۔ ایضاً

(۲۳) تصور شیخ اور ایصال ثواب کسی ذاتی غرض کے لئے توحید خاص اور مذاق نبوت کے مناسب نہیں ہے۔ ص ۹

(۲۴) مبتدی کے لئے خلوت بہتر ہے اور منتہی غیر عالم کے لئے سفر بغرض زیاراتِ مضر نہیں اور مبتدی کے لئے مضر ہے اور عالم کو نفع رسائی سے مانع ہے اور ضعیف الہمت صاحب اولاد کے لئے اسباب و تدبیر بہتر ہے اور قوی الہمت مجرد کے لئے توکل۔ ص ۱۰

(۲۵) وساوس سے پریشان نہ ہونا چاہئے اس کا بہتر علاج یہ ہے کہ اس پر خوش ہو۔ ص ۱۰

(۲۶) بدون صحبت کے کسی خاص شخص کے متعلق فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ ص ۱۱

(۲۷) تعلیم شیخ کے علاوہ اوراد کے پڑھنے کے تین شروط ہیں۔

(۱) تعلیم شیخ میں مخل نہ ہو (۲) قوت سے زیادہ نہ ہو (۳) شرع کے خلاف نہ ہو۔ ایضاً

(۲۸) ہجوم مشاغل میں تھوڑا کام بھی بالکل ناغہ ہونے سے بہتر ہے اور کوتاہی کی تلافی استغفار ہے۔ ایضاً

(۲۹) ثمرات و کیفیات پر نظر کرنے سے پریشانی بڑھتی ہے اصل مقصود عمل ہے۔ ص ۱۲

(۳۰) کسی وارد یا کیفیت کا غیر محرم سے ذکر نہ کرنا چاہئے اور نہ اس پر غرور کرنا چاہئے بلکہ نعمت سمجھ کر شکر کرنا چاہئے۔ ایضاً

(۳۱) اگر کسی مراقبہ میں یہ معلوم ہو کہ کسی نے اذان دی اور ختم پر بہت زور سے لا الہ الا اللہ کہا جسے سنکر بیدار ہو گیا تو یہ عالم قدس سے اتصال کی علامت ہے۔ ص ۱۳

(۳۲) اگر بیداری میں محسوس ہو کہ قلب پر دو روشنیاں نزول کر رہی ہیں اور رفتہ رفتہ تمام جسم پتھر کی طرح بھاری معلوم ہونے لگے تو یہ انوار علم ہیں جو مشکوۃ نبوت سے قابض ہو رہے ہیں یہ ثقل وحی کے ثقل سے مستفید ہو رہا ہے۔ ص ۱۳

(۳۳) اگر مراقبہ میں بدن مثل روئی دھنے کے معلوم ہو تو یہ سلطان الاذکار کا اثر ہے۔ ایضاً

(۳۴) اگر روشنی پھیل رہی ہے اور روشنی میں تمام جسم نظر آ رہا ہے تو یہ لطائف کے انوار ہیں۔ ایضاً

(۳۵) جو شخص تنگدستی سے تنگ دل ہو اس کے لئے معاش کا ذریعہ مناسب ہے۔ ایضاً

(۳۶) ہمت اور لوگوں سے کم ملنا۔ زبان درازی اور یاوہ گوئی کا علاج ہے اور پھر کوتاہی ہو تو استغفار کرے۔ ایضاً

(۳۷) جن مجالس میں غیبت ہو وہاں سے خود اٹھ جانا چاہئے۔ ص ۱۴

(۳۸) تصور شیخ بعض حالات میں مفید ہوتا ہے مثلاً ذکر میں خوف کے دفع کے لئے یا یکسوئی کے لئے مگر اس کو حاضر و ناظر نہ سمجھے۔ ایضاً

(۳۹) جب تک ایک عرصے تک ذکر و شغل اور کتب مفیدہ اور محبت اہل اللہ پر دوام نہ ہو غیر اللہ کی محبت دل سے منقطع نہیں ہوتی ہے مدت دراز تک ہمت و مخالفت نفس پر بتکلف مداومت کرنے سے گناہوں سے طبعاً نفرت ہو جاتی ہے۔ ص ۱۵

(۴۰) ذکر و شغل کے زمانہ میں دودھ اور روغنی اشیاء کا استعمال کرنا چاہئے ورنہ خشکی اور ذکر کے آثار باہم مشتبہ ہو جاتے ہیں۔ ص ۱۵

(۴۱) بعض اوقات افسردگی سے فنا کی علامت ہوتی ہے مثلاً کبھی سالک کی طبعیت سست اور نا امید ہو جاتی ہے یا تمام عالم کی خرابیوں کو اپنی شامت اعمال کا نتیجہ سمجھ کر مایوس ہو جاتا ہے۔ ص ۱۶

(۴۲) فقہاء کے نزدیک کسی مومن کا اپنے ایمان میں شک کرنا کفر ہے اور صوفی جب تک خود کو کافر فرنگ سے بھی بدتر نہ جانے مومن نہیں ہوتا ہے کیونکہ قضیہ کا فتویٰ حال پر اور صوفی کی نظر مآل و انجام پر ہے۔ ایضاً

(۴۳) اگر طبیعت میں شمار ذکر سے انتشار ہو تو تعداد کو چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ وہ مقصود نہیں ہے۔ ص ۱۷

(۴۴) بعض طبائع کو اشغال و مراقبات سے مناسبت نہیں ہوتی ہے جس کو کامل شیخ سمجھ سکتا ہے ایسے طالبین کو صرف ذکر لسانی مفید ہوتا ہے۔ ص ۱۸

(۴۵) بعض کیفیات کا منشاء کبھی تو تصرف دماغی ہوتا ہے جو نہ محمود ہے نہ مذموم اور کبھی ذکر کا بھی اثر ہوتا ہے جو محمود ہے مگر سالک کو کسی طرف توجہ نہ کرنا چاہئے کیونکہ کیفیات مقصود نہیں ہیں۔ ایضاً

(۴۶) کبھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ قلب کی طرف سے ایک ایسی آواز آرہی ہے جو دو درخت یا بانس کے رگڑنے سے پیدا ہوتی ہے یہ ذکر قلب کے آثار سے ہے مگر قابل التفات نہیں۔ ص ۱۹

(۴۷) اگر مراقبہ میں کوئی وسوسہ ڈالنے والا نظر آئے جو مانع ہو تو ایسے وقت میں ذکر کی طرف توجہ رکھے کیونکہ شعر ؎

در راہے عشق وسوسہ اہر من بسے است
ہشدار گوش رابہ پیام سروش دار۔

(۴۸) نماز میں اگر الفاظ کی طرف خیال جمائے تو وساوس بند ہو جاتے ہیں۔ ایضاً

(۴۹) کم ہمتی کا علاج صرف ہمت ہے۔ ص ۲۰

(۵۰) دوام ذکر بتوجہ قلب اور وقتاً فوقتاً شیخ کو اپنے احوال کی اطلاع اور گاہ گاہ اس کی صحبت یہ سب چیزیں حضور دوام وفناومعیت کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ ایضاً

(۵۱) گناہ کبیرہ سے فسخ بیعت نہیں ٹوٹتی ہے جب تک کہ نیت فسخ نہ کرے۔ ایضاً

(۵۲) اگر ہم خیال لوگوں کے نہ ہونے سے طبیعت ذکر سے رکتی ہو تو ذکر خفی کرے۔ ص ۲۱

(۵۳) تجربہ ہے کہ اگر بقصد خشوع ذکر و تلاوت و نماز پر مداومت ہو تو خشوع اور تمام کیفیات محمودہ پیدا ہو جاتی ہیں۔ دیر ہونے سے پریشان نہ ہو۔ ایضاً

(۵۴) مستحبات و نوافل کا ترک نفس و شیطان کا غلبہ نہیں ہے اور اس پر ندامت ایک دن منزل مقصود پر پہنچائے گی۔ ص ۲۱

(۵۵) ذکر لسانی پاس انفاس سے زیادہ نافع ہے کیونکہ مسنون ہے۔ ایضاً
کسی حالت میں ناامید نہ ہونا چاہئے۔ کما قال الرومیؒ

گر جہاں پُر برف گردد سر بسر
تاب خور بگدازدش از یک نظر۔

(۵۶) بی بی کی محبت کوئی مرض یا عیب نہیں ہے مگر غلو نہ ہو کہ مشاغل ضروریہ میں اس سے فرق آئے۔ ص ۲۲

(۵۷) بد نظری ایک مرض ہے جس کے لئے سخت مجاہدہ کی ضرورت ہے مثلاً ایک نظر پر

بیس نفلیں پڑھے۔ ایضاً
(۵۸) مثنوی کا مطالعہ مفید ہے مگر جب تک فن سے مناسبت نہ ہو جائے اس کے معانی میں تحریف نہ کرے۔ ص ۲۳
(۵۹) اچھلنا کودنا شوق اور ضعف سے پیدا ہوتا ہے کمزوری کا علاج مفرحات اور مقویات سے کرے۔ ایضاً
(۶۰) ابتدائے سلوک میں ہر شخص پر مختلف کیفیات ہوتی ہیں مثلاً کبھی شوق کبھی دل خالی کبھی گریہ یہ سب تلوینات ہیں اول کو بسط دوسرے کو قبض کہتے ہیں ایک عرصہ کے بعد مقام تمکین واستقلال عطا ہوتا ہے۔ ص ۲۵
(۶۱) اگر عمل میں کوتاہی ہو تو علاوہ استغفار کے کچھ جرمانہ بھی مقرر کرنا چاہئے مثلاً ۲۰ رکعت نفل پڑھے۔ ص ۲۵
(۶۲) انسان صرف اس کا مکلّف ہے کہ اخلاق رذیلہ کے مقتضٰی پر عمل نہ کرے نہ ازالہ کا۔ ص ۲۶
(۶۳) کسی کو حقیر نہ سمجھے یعنی دل میں اعتقاد رکھے کہ میں سب سے کمتر ہوں اور اس وقت اپنے عیوب کو پیش نظر رکھے اور جن کو حقیر سمجھتا ہو ان کی خوب تکریم کرے اور بہ تکلف ابتداءِ سلام کرے۔ ایضاً
(۶۴) شب کو سویرے کھانا اور کم کھانا اور عشاء پڑھ کر سویرے سونا اخیر شب میں آنکھ کھلنے کے لئے معین ہے۔ ص ۲۷
(۶۵) اس فن کا مقصود صرف رضائے حق ہے جو دنیا میں مجاہدات وریاضیات سے حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں اس کا ظہور ہوگا اور اس کے حصول کی شرط یہ ہے کہ رہبر پر پورا بھروسہ کرے۔ ص ۲۸
(۶۶) قساوت وہ ہے جو معصیت کے بعد افسوس نہ ہو گریہ نہ ہونا قساوت نہیں ہے۔ ایضاً
(۶۷) ایک کا طریقہ تعلیم دوسرے کے لئے مفید نہیں ہے جس کو شیخ کامل سمجھتا ہے۔ ایضاً
(۶۸) یبوست وحرارت بڑھ جائے تو تمام اذکار کو ترک کرکے درود شریف پر اکتفاء کرکے یبوست کا علاج کرنا چاہئے۔ ص ۲۹
(۶۹) اسباب پر نظر حال کی کمی سے ہوتی ہے نہ نقص اعتقاد سے۔ ایضاً
(۷۰) کسی کام کو بلا اجازت شیخ نہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اطلاع کے بعد اگر شیخ منع کردے تو اس سے باز رہے اور مشائخ کے اس ارشاد کی کہ شیخ کے بدون امر کوئی دنیوی اور دینی کام نہ

کرے۔ یہی تفسیر ہے۔ ص ۲۹

(۷۱) آثار ذکر و کیفیات کو بقاء نہیں ہے اس کے حصول پر شکر کرے اور زوال پر دل گرفتہ نہ ہو۔ ص ۳۰

(۷۲) اہلیہ کی ناموافقت پر صبر کرنا یہ خود مجاہدہ ہے۔ صبر سے برداشت کرنا چاہئے۔ ایضاً

(۷۳) شیخ کو اپنے متوسلین سے کسی قسم کا لالچ نہ کرنا چاہئے۔ ص ۳۱

(۷۴) جس کو دوام حضور حاصل ہے اس کو بارہ تسبیح میں اللہ حاضری' واللہ معی کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایضاً

(۷۵) اللہ ناظری واللہ معی صرف نفی واثبات کے درمیان پڑھنا مشائخ سے منقول ہے مگر اور اذکار دو ضربی و یک ضربی میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ ص ۳۲

(۷۶) بعد عشاء کے ۱۴سو ۱۴ مرتبہ یاوہاب پڑھنا حاجت براری کے لئے مفید ہے۔ ایضاً

(۷۷) اگر دعا کے بعد اطمینان و فرحت محسوس ہو تو مبارک حالت ہے۔ گریہ کے آنسو متبرک نہیں ہے۔ ص ۳۴

(۷۸) مبتدی ابن الحال کے لئے جس بات کو جی چاہے وہی اس وقت کا حال ہے اور اسی کا اتباع بہتر ہے۔ ص ۳۵

(۷۹) تصفیہء قلب کے لئے کوئی خاص ورد نہیں ہے بلکہ ذکر و طاعت کے ادا کرنے اور صحبت شیخ سے خوش فہم ہونے سے یہ مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ ص ۳۵

(۸۰) روشنی صورت مثالیہ روح کی ہے اور لباس تعلق ناسوتیہ ہے اور برہنہ دیکھنا تجرد تعلقات سے ہے۔ ص ۳۶

(۸۱) مراقبہ میں قرآن مجید کا سامنے رکھا ہوا ناظرہ پڑھنا علامت ہے کہ اس کا باطن دین کے رنگ سے رنگین ہے۔ ص ۳۷

(۸۲) حق تعالیٰ بیمار بھی رکھیں تو اس پر راضی رہنا چاہئے کیونکہ وہ بھی رحمت و حکمت سے خالی نہیں ہے اس تصور سے کچھ غم نہ ہوگا۔ ص ۳۸

(۸۳) قبض بسط سے افضل ہے کیونکہ اس میں شکستگی اور تواضع حاصل ہوتی ہے۔ ص ۳۹

(۸۴) اگر خواب میں شیخ یا کوئی اور کامل کسی امر کی ہدایت کرے تو یہ اعتقاد نہ کرے کہ خود ہی شیخ یا ولی تھے بلکہ ایک لطیفہ غیبی نے اس خاص صورت میں ہدایت دے دی۔ ص ۴۰

(۸۵) اگر داہنے ہاتھ کی انگلیوں پر بسم اللہ پڑھ کر کسی ناراض شخص کو سلام کرے تو یہ عمل باعث رضامندی ہوگا۔ ص ۴۰

(۸۶) غیبت اور فنا کے احوال میں سے یہ بھی ہے کہ احیاناً نماز یا ذکر میں الفاظ کی ادا مشکل ہوتی ہے۔ ص ۴۱

(۸۷) مراقبہ کی تعلیم اس شخص کو دینا چاہئے جو صاحب علم ہو یا صحبت سے صاحب فہم ہو گیا ہو۔ ص ۴۲

(۸۸) نماز میں نماز کی طرف توجہ مقدم ہے اور بلا اختیار ذکر قلبی جاری ہو جائے تو مخل صلوٰۃ نہیں ہے۔ ص ۴۳

(۸۹) اگر آخر شب میں تہجد میسر نہ ہو سکے تو بعد عشاء کے اپنے وظائف پورے کرے۔ ایضاً

(۹۰) صحت درست ہو اور اندرونی حرکت محسوس ہو اور سر میں گرمی ہو تو یہ منجملہ آثار ذکر کے ہیں۔ ایضاً

(۹۱) چونکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ پر غایت فنافی المحبوب کے سبب سے معیت غالب تھی اس لئے حضور ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کے متعلق فرمایا کہ لوکنت متخذاً خليلاً لا تخذت ابابكر خليلاً۔ اور حضرت عمرؓ کی نسبت فرمایا لو كان بعدی نبی لكان عمر اور لکان ابو بکر نہیں فرمایا۔ ص ۴۵

(۹۲) ہر شخص کے آثار ذکر مختلف ہوتے ہیں جن کا احاطہ نہایت مشکل ہے اس کے علاوہ ضبط تحریر میں آنے سے الٹا ضرر ہو گا کہ ایک دوسرے شخص کے حالات کا منتظر رہے گا اور نہ ہونے سے مایوسی اور پریشانی ہو گی۔ ص ۴۶

(۹۳) بوقت عذر ذکر کے لئے تیمم کافی ہے مگر اس سے نماز پڑھنا اور قرآن کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے اگر ناپاک ہو تو وضو کرے دل یا زبان سے ذکر خفی یا جہری بستر پر ہی پورا کرے۔ ص ۴۷

(۹۴) ذکر جہر سے سونے والوں کو تکلیف ہو تو ذکر خفی کرنا چاہئے۔ ص ۴۸

(۹۵) ذکر ختم ہونے پر یہ دعا پڑھنا چاہئے اے اللہ اپنی محبت و معرفت اور توفیق ذکر و طاعت نصیب فرما اور ختم تلاوت پر یہ الفاظ پڑھنا چاہئے تلاوت و عمل بالقرآن کی توفیق بخشے۔ ص ۴۹

(۹۶) عشق کا علاج یہ ہے۔

(۱) ایک وقت خلوت مقرر کر کے لا الہ الا اللہ ۵۰۰ بار اس طرح سے کہ بوقت نفی اس کے تعلق کو قلب سے خارج کرنے کا تصور کیا جائے۔

(۲) اور اثبات میں محبت خدا اور رسول کو قلب میں داخل ہونے کا تصور جمایا

جائے۔

(۳) مابعد الموت کا مراقبہ کہ دنیا سے رخصت ہو کر خدا کے روبرو جانا ہے سوال پر کیا جواب دوں گا اور کیا منہ دکھلاؤں گا۔

(۴) جس پر فریفتہ ہو اس کے مرنے کا تصور کرے کہ گل سڑ کر کیڑے پڑ جائیں گے۔ صورت بگڑ کر قابل نفرت ہو جائے گی۔

(۵) استغفار کی کثرت کرے۔ ص ۵۰

(۹۷) طریق کا مقصود صرف قرب حق ہے اور اسکی تحصیل کے لئے اعمال حسنہ و عقائد صحیحہ و اخلاق محمودہ کی ضرورت ہے جن کی تفصیل صرف شارع بتلاتا ہے۔ ص ۴۷

(۹۸) حقیقی مذموم نارضامندی اور بعد حق سبحانہ و تعالیٰ اور جن چیزوں کو اس میں دخل ہے وہ اعمال قبیحہ اور عقائد باطلہ و اخلاق مذمومہ ہیں ان کی تعیین اور تفصیل بھی شارع ہی سے معلوم ہوتی ہے۔ ص ۷۶

(۹۹) جن اشیاء کو قرب یا بُعد میں دخل ہے وہ سب امور اختیاریہ ہیں ان میں سے کوئی امر غیر اختیاری نہیں ہے اور امور اختیاریہ میں تمام اعمال ظاہرہ وباطنہ داخل ہیں۔ ایضاً

(۱۰۰) امور غیر اختیاریہ پر اگرچہ قرب وبُعد مرتب نہیں ہوتا مگر قرب وبعد پر وہ خود مرتب ہو جاتے ہیں مثلاً حق تعالیٰ کسی مقرب بارگاہ کو بعض کمالات وہبیہ مثلاً کشف و خرق عادات وغیرہ جو غیر اختیاری ہیں عنایت کر دیں تو یہ کمالات سبب قرب نہیں بلکہ قرب پر مرتب ہوتے ہیں یا کسی عمل مذموم کی وجہ سے راندہ درگاہ کیا ہو اور پھر اس کو بعض بلیات غیر اختیاریہ میں مبتلا کر دیا ہو تو یہ بلیات سبب بُعد نہیں ہیں بلکہ نتیجہ بُعد ضرور ہیں جن کا تدارک توبہ استغفار ہے۔ ایضاً

حصہ دوم

(۱) معمولات کے ناغہ ہونے کے لئے سفر کا عذر صحیح ہے۔ ص ۳

(۲) ذکر شغل سے افضل ہے۔ ایضاً

(۳) سورہ کہف کی آخر آیت ان الذین امنو وعملواالصلحت سے آخر سورۃ تک پڑھ کر دعا کر کے سو رہنا تہجد کیلئے آنکھ کھلنے میں مجرب ہے۔ ص ۴

(۴) مبتدی کے لئے کتب سلف کا مطالعہ مضر ہے۔ ایضاً

(۵) تلاش شیخ کا طریقہ یہ ہے کہ جس سے اعتقاد ہو اس کے پاس چندروز رہے۔ ایضاً

(۶) ورد کا وقت معین میں پورا کرنا تفریق سے زیادہ نافع ہے۔ ص ۵

(۷) اگر کسی وقت تکان معلوم ہو تو ذکر کم کر دیں۔ ایضاً

(۸) جس کا تصور اللہ کے لئے ہے وہ مثل اللہ کے تصور کے ہے۔ ایضاً

(۹) شیخ کے علاوہ مسائل میں دیگر اہل حق علماء سے مسائل میں تسلی نہ ہو تو قابل ملامت نہیں ہے جب تک ان کی بد خواہی اور مذمت نہ ہو۔ ایضاً

(۱۰) کسی کے رونے سے رونا اس وقت محمود ہے جب کہ وہ کسی امر محمود کا باعث ہو مثلاً خدا کی طرف توجہ ہو جائے۔ ایضاً

(۱۱) حافظ کے دماغ کا نقش چونکہ باطنی ہے اس لئے ان کا ادب اس قسم کا نہیں ہے کہ بے وضو ہاتھ لگانا ممنوع ہے۔ ص ۶

(۱۲) قرآن کی تلاوت سے پڑھنے والے کا تھوک قابل ادب نہیں ہوتا ہے۔ ایضاً

(۱۳) تعداد ذکر کی تعین میں یہ اقرار ہے کہ اگرچہ خداوند تعالیٰ کی نعمتیں غیر متناہی ہیں مگر اس کے احاطہ سے ہم عاجز ہیں اور نیز مقرر کرنے سے تجربہ ہے کہ کام پابندی سے ہو سکتا ہے۔ ص ۷

(۱۴) کان میں یہ آواز آنا کہ تو بد نصیب بڑا گنہگار اور اس قابل نہیں ہے کہ اس عالم میں رہے یا تو یہ محض تصرف دماغ ہے یا ہدایت ہے کہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ رہے۔ ایضاً

(۱۵) ذکر کے لئے اجتماع کا اہتمام خاص مضر ہے۔ ص ۸

(۱۶) کسل طبعی نہ مضر ہے نہ مذموم اور جس کی وعید آئی ہے وہ کسل اعتقادی ہے یا اعمال سے بے فکری ہے۔ ص ۹

(۱۷) مشغول آدمی کے لئے معمولات قلیلہ بھی غنیمت ہیں۔ ایضاً

(۱۸) روغن کدو کی مالش اور مغز بادام اور مغز تخم کدو کا شیرہ مصری سے شیریں کر کے پینا ترطیب دماغ کے لئے مفید ہے۔ ص ۱۰

(۱۹) آفتاب کی چمک ستارہ کی روشنی اسی قسم کے بہت سے انوار یکسوئی کی وجہ سے نظر آتے ہیں جو ذکر کے آثار سے ہیں۔ ایضاً

(۲۰) زیادہ گوئی کے لئے کچھ جرمانہ مقرر کرے مثلاً نفلیں پڑھنا جو نہ زیادہ سہل ہوں نہ گراں۔ ص ۱۰

(۲۱) ہجوم وساوس کا سبب ایمان ہے مگر انقطاع وساوس سے عدم ایمان کا شبہ نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس کے اسباب اور بھی ہیں مثلاً یکسوئی سے نفس کو دوسری طرف توجہ نہیں ہوتی یا شیطان نے مایوس ہو کر وسوسہ ڈالنا چھوڑ دیا۔ ص ۱۱

(۲۲) منتہی کے لئے نفع رسانی اذکار واشغال سے افضل ہے۔ ایضاً

(۲۳) اپنے فیصلہ آخرت کے متعلق کوئی مطمئن نہیں ہو سکتا کیونکہ بشارت یقینی اس عالم میں ممکن نہیں ہے اور بشارت ظنی اختیار نہیں۔ ص ۱۲

(۲۴) اصلاح بدون ہمت کے کسی کی توجہ سے نہیں ہوتی اور نری تمنا ہوس ہے۔ ص ۱۴

(۲۵) خواب اس وقت مشیرات ہیں جس وقت اس پر عمل کرنے کی ہمت ہو۔ ایضاً

(۲۶) خدا اور رسول کے ساتھ صرف عقلی محبت کا انسان مکلف ہے۔ ص ۱۵

(۲۷) کتاب ذم الدنیا کیمیائے سعادت کا مطالعہ محبت دنیا کو کم کرتا ہے۔ ایضاً

(۲۸) بتکلف کسی کام پر دوام کرنے سے استقلال وملکہ ہو جاتا ہے۔ ایضاً

(۲۹) سالک کو حفظ صحت کا خیال ضروری ہے۔ ص ۱۶

(۳۰) چہل حدیث ملحقہ نشر الطیب کا مطالعہ باعث برکت ہے۔ ایضاً

(۳۱) شیخ کے ساتھ حسن ظن سے فضل الٰہی متوجہ ہوتا ہے۔ ص ۱۶

(۳۲) بدن میں جھینگر کی آواز کا آنا یا تمام بدن سے ذکر کا جاری ہونا آثار ذکر سے ہے۔ ص ۱۷

(۳۳) جب تک تمام سے منہ موڑ کر مرشد سے کامل اعتقاد نہ ہو اور حجاب نہ ٹوٹے اس وقت تک فیض نہیں ہوتا۔ حبس دم بھی قبض کے دفع کرنے کا علاج ہے۔ ص ۱۸

(۳۴) واعظ کی ترغیب وترہیب کا اثر اس کے خلوص پر دلالت کرتا ہے۔ ص ۱۹

(۳۵) مبتدی کے لئے کشف وکرامات رہزن ہیں۔ ص ۲۰

(۳۶) کسی کا آنحضرت ﷺ کی زیارت کرا دینا اس کی مقبولیت کی دلیل نہیں ہے۔ ص ۲۱

(۳۷) خیرات مستقل طاعت سمجھ کر کرنا چاہئے نہ بطور رشوت۔ ایضاً

(۳۸) امام غزالیؒ کا قول قدو عد الله ان یوید ابذا الدین باقوام لا خلاق لہم فلا تشغل قلبك بامرالناس فان الله لا یضیعہم وانظر لنفسك۔ ایضاً

(۳۹) قرآن مجید کے حکم امر بالمعروف کے خلاف نہیں ہے کیونکہ امام صاحب کا مقصود خاص ان لوگوں کو خطاب کرنا ہے جو بغرضِ شہرت وعظ کا مشغلہ کرتے ہیں اور اپنی اصلاح سے غافل ہیں۔ ایضاً

(۴۰) شیخ کی محبت بالواسطہ خدا کی محبت ہے۔ ص ۲۲

(۴۱) مراقبہ موت سے وحشت ہو تو مراقبہ رحمت و (شوقِ وطن) کا مطالعہ مفید ہے۔ ص ۲۳

(۴۲) ہاتھوں میں کوئی شے رینگتی ہوئی معلوم ہونا حالت محمود ہے اس سے یک سوئی ولذت ذکر میسر ہوتی ہے۔ ایضاً

(۴۳) مراقبہ میں محویت کی ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ ایک دن یا دو دن کے فاصلہ سے کرے۔ ص ۲۴

(۴۴) جمع الجمع سے بھی ایک مقام اعلیٰ ہے کہ نظر عقلی میں بھی تعلق رہے اور نظر ذوقی میں بھی صانعیت و مصنوع حاضر ہوں۔ ص ۲۹

(۴۵) تلوین تمکین کے مخالف نہیں ہے۔ مخالف تلوین وہ ہے جس سے علوم مغلوب اور اعمال غیر منتظم ہو جائیں۔ ایضاً

(۴۶) جگہ کا بدل دینا بھی غلبہ نیند کا علاج ہے۔ ایضاً

(۴۷) کسل کبھی صحبت بد سے بھی ہو جاتا ہے جس کا تدارک ترک صحبت ہے اور کبھی زیادت مشقت سے ہوتا ہے جس کا علاج چندے آرام کرنا ہے۔ ص ۳۰

(۴۸) مضامین زہد و ذم دنیا کا مطالعہ صدمہ کا علاج ہے۔ ص ۳۱

(۴۹) دریا کا نظر آنا عالم ملکوت ہے اور نور کا اس میں چلنا عمل روحانی ہے اور خود ذاکر کا چلنا عمل بدنی ہے۔ ص ۳۲

(۵۰) جو شخص کہ عیسیٰ علیہ السلام کے قدم پر ہوتا ہے اس پر زہد و توکل کا غلبہ ہوتا ہے۔ ایضاً

(۵۱) صورت ہائے مثالیہ اکثر اصل کے مطابق ہوتے ہیں۔ ص ۳۳

(۵۲) کبھی کشف سے تقویت اعتقاد مقصود ہوتا ہے۔ ایضاً

(۵۳) کشف سالکین کے لئے ایسا ہے جیسا کہ لڑکوں کے حق میں شرینی کہ باعث ترغیب

ہے مگر مقصود نہیں۔ ایضاً

(۵۴) ناسوت ناس سے مشتق ہے یعنی آدمیوں کے رہنے کی جگہ اور ملکوت ملک سے مشتق ہے یعنی فرشتوں کے رہنے کا مقام۔ ص ۳۴

(۵۵) سبز رنگ کا نور اور سینے کا نور اعمال کی صورت مثالیہ ہے اور دونوں کا متحد ہونا علامت قبولیت ہے اور تجلی کا نور خاندان چشتیہ کا اثر ہے۔ ایضاً

(۵۶) آسمان پر کسی حسینہ ماہرو عورت کا چاندی کے لباس میں دیکھنا حور جنت کی صورت مثالیہ ہے۔ ایضاً

(۵۷) دھویں کا نظر آنا مرتبہ فنا ہے۔ ص ۳۵

(۵۸) قبض و بسط دونوں حالتیں ہیں اگر ایک حال رہے تو اس کا نہ کوئی لطف اور نہ اس کی حقیقت معلوم ہو جیسے کسی شخص نے کبھی کڑوی چیز نہ کھائی ہو تو میٹھے کی حقیقت سے ناآشنا رہے گا۔ ایضاً

(۵۹) عبدیت کی علامت یہ ہے کہ اپنے اعمال سے نظر اٹھ جائے اور معاملہ آخرت میں خوف ورجا کے درمیان رہے۔ ص ۳۵

(۶۰) روح باعث غلبہ محبوبیت کے عورت کی صورت مثالیہ میں ظاہر ہوتی ہے۔ ایضاً

(۶۱) قبر میں اپنی پیشانی کو پسینہ میں تر اور غبار آلود دیکھنا اور چہرہ سوتا ہوا نظر آنا یہ خود ذاکر کے فنا کی صورت اور پیشانی کا پسینہ خاتمہ بالخیر کی طرف اشارہ ہے۔ ایضاً

(۶۲) تردد و پریشانی جو آثار تلوین سے اگر رفع ہو جائے تو تکمیل کی علامت ہے۔ ص ۳۶

(۶۳) بوئے حنا کا محسوس ہونا عالم برزخ سے ہے۔ ص ۳۷

(۶۴) ایک شخص نے خواب میں کہا کہ مقصود شما باد است یعنی اللہ تعالیٰ مثل باد ست در حس بشر نمی آمد۔ ص ۳۸

(۶۵) سینہ میں چند مقام کی حرکت اصل میں لطیفہ قلب کی حرکت ہے جس کے اتصال سے اور مقام متحرک معلوم ہوتے ہیں۔ ایضاً

(۶۶) خواب میں عکس شیخ دیکھنا حصول ثمرہ کی بشارت ہے۔ ایضاً

(۶۷) پانی صوفیہ کے نزدیک عالم غیب سے عبارت ہے۔ ص ۳۹

(۶۸) لطیفہ خفی یا اخفی کا نور سیاہ ہے لطیفہ روح کا نور سفید اور لطیفہ نفس کا نور زرد ہوتا ہے۔ ایضاً

(۶۹) لاحول اور تصور شیخ سے شیطان دفع ہوتا ہے۔ ص ۳۹

(۷۰) کسی نور لطیفہ کا بسرعت زائل ہونا بعض اوقات توجہ الی اللہ کیلئے مفید ہوتا ہے۔ ایضاً
(۷۱) سلطان الاذکار میں کبھی اپنا جسم بہت بڑا معلوم ہوتا ہے جو علامت بقاء کی ہے اور کبھی لاشے محسوس ہوتا ہے جو علامت فنا کی ہے۔ ص ۴۰
(۷۲) سلطان الاذکار میں اپنا جسم اوپر کی طرف جاتا ہوا معلوم ہونا ملکوت سے مناسبت کی علامت ہے۔ ایضاً
(۷۳) اگر اصلاح باطن اس غرض سے کرے کہ لوگوں کو بیعت کروں گا تو اس کی اصلاح کبھی نہیں ہو سکتی ہے۔ ص ۴۱
(۷۴) بیعت لینے کی سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ اپنے کو اہل نہ سمجھے۔ ایضاً
(۷۵) (الف) اگر سالک کے صفات ذمیمہ جس قدر ہیں سب مبدل بہ صفات حمیدہ ہو جائیں تو اس کو اصطلاح میں فنائے حسی اور واقعی کہتے ہیں اور صفات حمیدہ کے پیدا ہونے کو بقاء کہتے ہیں۔ ص ۴۲

(ب) اگر غلبہ شہود وذات و صفات حق کی وجہ سے اپنی ہستی سے بے التفات ہو جائے یا لاشے خیال کرے تو اس کو اصطلاح میں فنائے علمی کہتے ہیں۔ ایضاً
(ج) اگر اس علم فنا سے بھی ذہول ہو جائے تو اس کو فنا در فنا اور فناء الفناء کہتے ہیں۔ ص ۴۲

(د) اور اس کے بعد جو کیفیت حاصل ہو اس کو بقاء البقاء کہتے ہیں۔ ایضاً
(ھ) اور سیر الی اللہ جس سے مراد انقطاع ماسوا اللہ ہے یہاں ختم ہو جاتا ہے۔ ص ۴۳

(و) سیر فی اللہ دوام توجہ الی اللہ سے شروع ہوتا ہے جس کی تجلی و مشاہدہ کی کوئی حد نہیں ہے۔ ایضاً
(ز) اور غلبہ حال یا مکاشفہ میں جو چیز منکشف ہوتی ہے اس کو تجلی مثالی کہتے ہیں کیونکہ وہ مثال ہے تجلی حقیقی کی جو آخرت میں ہوگی۔ ایضاً
(۷۶) معرفت ہر شخص کی بقدر محبت و تقویٰ کے ہوتی ہے۔ ایضاً
(۷۷) آخرت میں ہر شخص کو اس کی معرفت و تقویٰ کے موافق دیدار ہوگا۔ ایضاً
(۷۸) جیسا کہ اس عالم میں معرفت سے سیری نہیں ہوتی وہاں بھی دیدار سے سیری نہ ہوگی۔ ایضاً
(۷۹) فنا میں بے خودی نہیں ہوتی جس میں بے خودی ہوتی ہے اس کو اصطلاح میں غیبت

کہتے ہیں۔ ص ۴۴
(۸۰) نسبت فنا کی زائل نہیں ہوتی مقام ہو جاتی ہے۔ ایضاً
(۸۱) جس کا تعلق حق سے نہ ہو وہ غیر حق ہے اور جس کا تعلق حق کے لئے ہو وہ غیر حق نہیں ہے۔ ایضاً
(۸۲) نسبت ایک ہی ہے صرف اس کے کیفیات والوان بمقدار استعداد مختلف ہوتے ہیں۔ ایضاً
(۸۳) مراقبہ و شغل احوال پیدا کرنے کے لئے ہیں جب احوال پیدا ہو گئے تو ان کی ضرورت نہیں ہے۔ ایضاً
(۸۴) کسی کیفیت وحال کو بقاء نہیں ہے۔ ص ۴۵
(۸۵) انتہائی حالت میں عقل طبیعت پر غالب رہتی ہے اس لئے سکون رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ وانبیاء مستی و شورش سے خالی تھے بخلاف متوسطین اولیاء کے۔ ایضاً
(۸۶) کثرت فکر و مراقبہ و مجاہدہ سے مقصود تہذیب نفس واصلاح قلب ہے۔ ص ۴۶
(۸۷) لطائف ستہ کے الوان و انوار سلوک کا جز نہیں ہے صرف یکسوئی میں معین ہوتے ہیں۔ ایضاً
(۸۸) نسبت جو عبارت ہے حضور مع اللہ سے اس کو کوئی سلب نہیں کر سکتا۔ ایضاً
(۸۹) اور جو سلب کی جاتی ہے وہ کیفیت شوق ہے جو بہ برکت ذکر پھر عود کر سکتی ہے۔ ایضاً
(۹۰) متقی مجاہد کو اپنی نسبت کا علم ہوتا ہے اور متقی غیر مجاہد کو اپنی نسبت کا علم نہیں ہوتا۔ ص ۴۷
(۹۱) اصطلاح صوفیہ میں توجہ الی لصفات کو مشاہدہ کہتے ہیں اور توجہ الی الذات بلا التفات الی الصنعات کو معائنہ اور تجلی ذاتی سے تعبیر کرتے ہیں۔ ایضاً
(۹۲) مکاشفات و خواب میں حق تعالیٰ کو دیکھنا صورت مثالیہ میں سے کسی لون کا دیکھنا ہے جو مخلوق ہے اس کو تجلی مثالی کہتے ہیں۔ ص ۴۷
(۹۳) صاحب نسبت کے پہچاننے کا بہتر طریقہ اعمال سے ہے کہ اتباع کامل شرع کا ہے یا نہیں ہے۔ دوسرا طریقہ احوال سے پہچاننے کا ہے کہ اس کے لئے کشف کی ضرورت ہے۔ ص ۴۸
(۹۴) اگر کسی تجلی کے ظہور کے بعد ضلالت و وحشت کی علامت پائی جائے تو یہ تجلی شیطانی ہے اگر ہدایت اور انس و فرحت کی علامت پائی جائے تو تجلی رحمانی ہے۔ ایضاً

(۹۵) تجلی کا ادراک صرف قلب سے ہوتا ہے اگرچہ ظاہری آنکھ بند کر لی جائے۔ ایضاً

(۹۶) انتہا میں سالک کی حالت مثل عام لوگوں کی ہو جاتی ہے۔ صوفیوں کے ایک مشہور قول (ما النهاية قال العود الى البداية) کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں۔ ص ۴۹

(۹۷) ذکر قلبی شہود قلب بلا توسط زبان سے عبارت ہے۔ ایضاً

(۹۸) ذکر قلبی کی جب لطافت بڑھ جاتی ہے تو اس کو ذکر سری کہتے ہیں ذکر سری کی لطافت جب بڑھ جاتی ہے۔ تو ذکر خفی کہتے ہیں علیٰ ہذا القیاس اخفیٰ بھی یہی ہے۔ ایضاً

(۹۹) ذکر سری مشابہ استغراق کے ہے لیکن استغراق میں غیبت ہوتی ہے اور اس میں حضور رہتا ہے ملکہ یادداشت کا اثر امور اختیاریہ میں ظاہر ہوتا ہے یعنی اعمال میں سہولت ہوتی ہے اور مقام رضا کا اثر امور غیر اختیاریہ میں ظاہر ہوتا ہے یعنی مصائب پر ناگواری نہیں ہوتی۔ ص ۴۹

(۱۰۰) قبض و بسط کی دو حالتیں اگر عامی و مبتدی کو ہوں تو خوف و رجا ہے اور متوسط کو ہو تو قبض و بسط اور منتہی ہو تو اس کو انس و ہیبت۔ ص ۵۰

(۱۰۱) مقام ناز و ادلال میں اگر شوق پیدا ہو تو توفیق اعمال کی بڑھ جاتی ہے اگر کہیں استغنیٰ پیدا ہو گیا تو توفیق اعمال کی کم ہو جاتی ہے۔ ایضاً

(۱۰۲) ایک نظر میں نواز نا شیخ کا اختیاری امر نہیں ہے اس کا بھی ایک وقت ہے۔ ایضاً

(۱۰۳) ایک نظر میں خدارسیدہ بنانے کے یہ معنی ہیں کہ طالب میں استعداد اور صلاحیت اعمال اختیاریہ کرنے کی ہو جاتی ہے اور باقی تکمیل تو خود عمل سے ہوتی ہے۔ ایضاً

(۱۰۴) رسوخ و تمکن کے بعد حال بھی مقام ہو جاتا ہے اس لئے کہ فنا کو مقام کہتے ہیں اصطلاح تصوف میں ایک معنی مقام کے عمل باطنی اختیاری اور دوسرے معنی حال کے ثابت و راسخ ہونے کے ہیں اس معنی کے لحاظ سے فنا کو بعد رسوخ و تمکن کے مقام کہتے ہیں۔ ص ۵۱

(۱۰۵) ولایت مقبولیت کو کہتے ہیں اور نسبت بھی یہی ہے۔ ص ۵۱

(۱۰۶) فنا میں بھی التفات الی غیر الحق ہوتا ہے لیکن نہ اتنا کہ جس قدر پہلے ہوتا تھا اور وساوس کا کم ہو جانا لازم فنا ہے اور زہد بمقابلہ حرص ہے صرف حرص نہیں ہوتی باقی وسواس و التفات سب ہوتا ہے۔ ص ۵۲

(۱۰۷) فنائے ذاتی میں صفات و ممکنات کی جانب توجہ نہیں ہوتی ہے اور فنائے حسی میں ممکنات کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ ایضاً

(۱۰۸) نماز میں مختلف افعال کے یاد رکھنے کے خیال سے لذت کم ہوتی ہے اور اس سے

خطرات کا ہجوم ہوتا ہے۔ بخلاف تلاوت کے کہ اس میں ترکیب نہیں ہے اور ذکر میں تو بہت ہی بساطت ہے جس کی وجہ سے بہت جلد یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایضاً

(۱۰۹) غلبۂ استحضار سے فنا پیدا ہوتا ہے خواہ اس کا کوئی سبب ہو۔ ایضاً

(۱۱۰) تمثیلات و مراقبات مبتدی کے لئے ہیں جس کو براہ راست استحضار نہ ہو۔ ص ۵۳

(۱۱۱) بعض لوگوں کو حق و خلق جمع کرنے سے انقباض ہوتا ہے۔ ایضاً

(۱۱۲) التفات قبل الفناء خود غرضی وہوائے نفسانی سے ہوتا ہے اور التفات بعد الفناء جس کو بقا کہتے ہیں خالصاً لوجہ اللہ مرآت الٰہی سمجھ کر ہوتا ہے۔ ایضاً

(۱۱۳) ہمہ اوست کا معتقد اگر بغلبۂ حال ہے تو معذور ہے اگر بلاغلبۂ حال ہے تو کافر ہے۔ ص ۵۴

(۱۱۴) کسی شے کا محمود ہونا مقصود ہونے کو لازم نہیں ہے۔ ایضاً

(۱۱۵) تصور حق اس طرح کرے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہا ہے اگر ذات کا تصور نہ جم سکے اور خطرات کا ہجوم ہو تو قلب کی طرف متوجہ ہو کر یہ تصور جمائیں کہ دل اللہ اللہ کرتا ہے۔ ص ۵۶

(۱۱۶) اصلاح اعمال کے لئے بیعت شرط نہیں ہے۔ ص ۵۷

(۱۱۷) حدیث : لكن الزهادة فى الدنيا ان له نكون بما فى يديك اوثق بما فى يدى الله اور الحديث (وانفق يا بلال دلاتخش من ذى العرش حديث اقلالاً) پہلی حدیث میں بندہ کی مملوکات پر وثوق و اعتماد کی ممانعت ہے اس کی حفاظت کی ممانعت نہیں ہے۔ اور دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اپنی مقدرت کے موافق خرچ کرے۔ ص ۵۷ و ۵۸

(۱۱۸) ضعیف الدماغ کو بلاضرب ذکر خفی کرنا چاہئے۔ ص ۶۱

(۱۱۹) بلاشدید ضرورت ذکر میں بات نہ کرے۔ ایضاً

(۱۲۰) ظاہری شکریہ بھی موافق سنت ہے۔ ص ۶۲

(۱۲۱) خواب راز کرے اور نہ بدون اجازت شیخ اس پر عمل کرے۔

حصہ سوم

(۱) قضائے عمری کی آسان طریقہ یہ ہے کہ ہر نماز کے ساتھ ایک نماز ادا کرے۔ ص ۵
(۲) کسی حال کو ضبط کرنے کی کوشش نہ کرے۔ ایضاً
(۳) واردات پر ناز یا اس کو کمال سمجھنا مضر ہے۔ ص ۶
(۴) اعمال کی مقبولیت کا انسان مکلف نہیں ہے۔ ایضاً
(۵) اذکر میں سے جس ذکر سے جمعیت خاطر ہو وہی اس کا مربی اور ترقی کا کفیل ہے۔ ص ۷
(۶) الابذکر اللہ تطمئن القلوب سے اطمینان عقلی مراد ہے۔ نہ طبعی۔ ص ۸
(۷) ذکر اللہ میں خاصیت ہے کہ ذکر اعتقادی سے اطمینان اعتقادی اور ذکر حالی سے اطمینان حالی حاصل ہوتا ہے۔ ایضاً
(۸) ذکر قلب کی آواز سرایت ذکر کی علامت ہے جو مقصود کا زینہ ہے۔ ص ۹
(۹) الوان مختلفہ کے دکھانے کی غرض ذاکر کا دل بڑھانا ہے اور یہی معنی ہیں قول حضرت جنیدؒ کے (تلک خیالات نزلی بہا اطفال الطریقہ) ایضاً
(۱۰) مرے سینہ میں عرش معلیٰ سے نور آرہا ہے یہ مراقبہ یک سوئی کے لئے مفید ہے۔ ص ۱۰
(۱۱) کوتاہی پر ندامت عبدیت کی علامت ہے۔ ایضاً
(۱۲) خوف علامت ایمان ہے۔ ایضاً
(۱۳) اتباع احکام شرعیہ وکثرت ذکر سے خدا اور رسول کی محبت بڑھتی ہے۔ ایضاً
(۱۴) اگر ذاکر کو رعشہ و سوزش علاوہ اوقاتِ ذکر کے بھی ہو تو طبیب سے رجوع کرنا چاہئے۔ ص ۱۱
(۱۵) کتاب جزاء الاعمال کا مطالعہ تحریص علی الاعمال کے لئے مفید ہے۔ ایضاً
(۱۶) تصور جمانے میں زیادہ مبالغہ نہ کریں۔ ص ۱۲
(۱۷) پریشانی کے وقت یہ مراقبہ کرنا کہ وہ ان سب امور میں کافی ہے اور اس کا تعلق دفع البلیات ہے اطمینان پیدا کرتا ہے۔ ایضاً
(۱۸) شیطان کبھی سبب خیر ہوتا ہے۔ ایضاً
(۱۹) معمولات میں جس روز جس ذکر سے دلچسپی ہو اسی کو معمول سمجھے۔ ص ۱۳
(۲۰) انوار کبھی ناسوتی اور کبھی ملکوتی ہوتے ہیں اور صرف یک سوئی میں معین ہیں۔ ایضاً

(۲۱) کسی کی ناجائز محبت کے ازالہ کے بعد اگر خفیف میلان رہے تو یہ مضر نہیں۔ ص ۱۵
(۲۲) ریا کی حقیقت یہ ہے کہ عمل اس قصد سے کیا جائے کہ خلق راضی ہو اس کا علاج یہ ہے کہ قصد نہ کرا گر باوجود اس کے آئے تو یہ وسوسہ ریا ہے جو مضر نہیں ہے اور نہ ازالہ ضروری ہے۔ ص ۱۶
(۲۳) اہل اللہ کی صحبت یا کیمیائے سعادت کا مطالعہ ہمت پیدا کرتا ہے۔ ایضاً
(۲۴) ایک شخص نے ذکر میں سنا کہ ظاہری تعلیم کرتے ہیں ارشاد ہوا کہ اگر اس کو سرور ہوا تو یہ اشارہ حسن تعلیم کی طرف ہے کہ ظاہر کی بھی رعایت کی جاتی ہے اور اگر توحش ہوا تو یہ خطرہ ابلیس ہے کہ یہاں باطن کی تعلیم نہیں ہوتی ہے۔ ص ۱۹
(۲۵) خدا تعالیٰ کے ہاتھ پیروں کے متعلق یہ تصور نہ کرے کہ ہم جیسے ہیں اگر بلا اعتقاد تصور آجائے تو کوئی حرج نہیں۔ ایضاً
(۲۶) اگر نماز میں حالت غیبت طاری ہو تو نماز مکروہ نہ ہو گی مگر ایسے شخص کے لئے ترک امامت اولی ہے بشر طیکہ کوئی بہتر امام میسر ہو جائے۔ ص ۲۰
(۲۷) مولانا گنگوہی کے ایک مجاز کا خط ملاحظہ ہو کتاب تربیت السالک حصہ سوم۔ ص ۲۱
(۲۸) بجائے کثرت کے مداومت عمل زیادہ محبوب ہے۔ اس لئے تمام شب بیداری خلاف سنت ہے۔ ص ۲۴
(۲۹) کسی مضمون کا تصور باندھنا مراقبہ ہے۔ ص ۲۵
(۳۰) مراقبہ الم یعلم بان اللہ یری استحضار کے لئے مفید ہے اول ۳، ۴ مرتبہ تلاوت کرے کہ یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے افعال ظاہرہ وباطنہ دیکھ رہے ہیں۔ ص ۲۵
(۳۱) یادداشت کے قصد سے تسبیح رکھنا اولی ہے۔ ایضاً
(۳۲) مقامات نجس میں اگر ذکر کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ایضاً
(۳۳) اگر دو جگہ کے قیام میں تردد ہو تو جس جگہ قیام میں جمعیت ہو اس کو منجانب اللہ خیال کرے۔ ص ۲۶
(۳۴) عورتوں میں عاقبت اندیشی کم ہوتی ہے اس لئے بہ نسبت مردوں کے پریشانی کم ہوتی ہے۔ ص ۲۷
(۳۵) رخصت پر عمل نہ کرنا اور عزیمت پر ہمت نہ ہونا شیطان کی رہزنی ہے۔ ایضاً
(۳۶) اصلاح خیالات بجز کامل شیخ کی صحبت کے میسر نہیں ہوتی۔ ص ۲۹
(۳۷) کسی کام کے لوجہ اللہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کی تعریف اور قدر دانی نہ کی

جائے تو اس کو ملال نہ ہو اور ملال ہو تو قابل علاج ہے۔ ایضاً

(۳۸) ذکر قلبی ایک ملکہ یادداشت ہے جو مدتوں کے بعد راسخ ہوتا ہے۔ البتہ حرکت قلب محض حرارت طبعی سے پیدا ہو جاتی ہے جو محمود ہے مگر مقصود نہیں ہے۔ ص ۳۰

(۳۹) نماز میں الفاظ کا سوچ کر ادا کرنا خشوع پیدا کرتا ہے اور مقتدی ہونے کی حالت میں دل میں الفاظ کا خیال کرے۔ ص ۳۱

(۴۰) مرض وہم کے دفع کے لئے کسی کامل کی صحبت اختیار کرے یا چند روز وہم پر عمل نہ کرے۔ ص ۳۱

(۴۱) سماع معہ مزامیر سے کیفیات کا پیدا ہونا مسلم ہے مگر ان کیفیات کے الہیہ و مقبول ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ بعد مجاہدات و طاعات کے شیخ کی ادنیٰ توجہ قلب کو روشن کر دیتی ہے یہی معنی شیخ کے نوازنے کے ہیں۔ ص ۳۱، ۳۲

(۴۲) ذکر کو چھوڑ کر قلب کی آواز نہ سننا چاہئے۔ ص ۳۳

(۴۳) قلت غذا کا جرمانہ آج کل مناسب نہیں بلکہ نفل پڑھنا بہت بہتر ہے۔ ص ۳۴

(۴۴) خوبصورت عورت دنیا کی صورت مثالیہ ہے۔ ص ۳۷

(۴۵) نماز میں چونکہ اور اشغال سے تعطل ہو جاتا ہے اور اس لئے اکثر اوقات گم شدہ چیز یاد آجاتی ہے۔ ص ۳۸

(۴۶) یا باسط کے ورد سے قبض دفع ہو جاتا ہے۔ ص ۳۹

(۴۷) قبض میں یہ بھی امتحان ہوتا ہے کہ کام تقاضائے نفس سے ہے یا رضائے محبوب کے لئے۔ ایضاً

(۴۸) حدیث الارواح جنود مجندة فما تعارف منها ائتلف وما تناكر منها اختلف کی وجہ سے انسانوں میں محبت و عداوت کا اختلاف ہے۔ ایضاً

(۴۹) موجودہ واعظوں کے مجالس میں شریک ہونے سے ذکر و معمولات میں مشغول ہونا بہتر ہے۔ ص ۴۰

(۵۰) وظائف ماثورہ میں تقدیم و تاخیر برکت کو زائل کرتا ہے اور غیر ماثورہ جو بطور مجاہدہ پڑھے جاتے ہیں ان کی تقدیم و تاخیر میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ایضاً

(۵۱) اگر کسی بد دین کی عداوت توبہ کے بعد محبت سے بدل جائے تو سمجھنا چاہئے یہ عداوت بغض فی اللہ تھی ورنہ تکبر ہے۔ ص ۴۱

(۵۲) تعلیم میں متعدد شخصوں کا اتباع نہ کرنا چاہئے۔ ایضاً

(۵۳) مبتدی کے لئے کشف فتنہ اور باعث پندار ہے۔ ص ۴۲

(۵۴) شیخ اول کے فرمودہ پر خواہ بذریعہ خواب ہو یا کشف ہو عمل اس وقت ضروری ہے جس وقت طالب کی شیخ اول کی صحبت میں تکمیل ہو گئی ہو ورنہ شیخ ثانی اس کی تمام تعلیم کا ناسخ ہوتا ہے ص ۴۵

(۵۵) صحت کے لئے چھ گھنٹے سونا ضروری ہے ایک دفعہ ہو یا بہ تفریق۔ ایضاً

(۵۶) ذکر کے لئے کسی نشست کی قید نہیں ہے۔ ص ۴۵

(۵۷) عادۃ اللہ یہی ہے کہ استفادہ خاص زندوں سے ہوتا ہے۔ ص ۴۸

(۵۸) اولیاء اللہ سے گستاخی نہ کرنا چاہئے گو اعتقاد نہ ہو۔ ایضاً

(۵۹) احیاناً ذاکر کے سامنے چراغ کی لو نظر آتی ہے جو پھر زائل ہو جاتی ہے یہ آثار ذکر سے ہے۔ ص ۴۹

(۶۰) اتباع سنت کا شوق دلیل محبت ہے اور درود شریف سے تنگی کے مختلف اسباب ہوتے ہیں مثلاً ذاکر کی طبیعت کو کبھی کسی اور فکر سے مناسبت ہوتی ہے یا ذکر طویل سے طبیعت اکتاتی ہے۔ ص ۴۹

(۶۱) اتفاقاً بضرورت شدیدہ کسی مہمان کی خاطر سے معمولات میں تغیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں ہے۔ ص ۵۰

(۶۲) خلافت حقیقی یہ ہے کہ اپنے پیر کے رنگ میں رنگ جائے اور دوسری شرط یہ ہے کہ ظاہراً یا باطناً اس کی خواہش نہ کرے۔ ص ۵۱

(۶۳) اگر زیارت قبور سے پریشانی ہو تو ترک کر دے۔ ایضاً

(۶۴) پان منہ میں رکھ کر ذکر یا درود شریف کے ورد کرنے کا حرج نہیں اگرچہ تمباکو بھی ہو مگر الائچی شامل کرے۔ ایضاً

(۶۵) ارتکاب معاصی سے احتراز اگر مشکل ہو تو یہ مقرر کرے کہ اگر گناہ سرزد ہوگا تو پانچ سو نوافل پڑھوں گا۔ ایضاً

(۶۶) اگر تلاوت قرآن سے اتنی دلچسپی ہو کہ تمام اوراد بھی ترک ہو جائیں تو حصول مقصود کے لئے معین ہوگا۔ ص ۵۲

(۶۷) جائز حاجتوں کے لئے مال کی خواہش حب دنیا نہیں ہے بلکہ بلا خیال حرام یا ضرورت سے زائد جمع کرنا یہ حب دنیا ہے۔ ص ۵۳

(۶۸) کسی طرف توجہ سے دوسری طرف توجہ کا کم ہونا کمی تعلق کی دلیل نہیں۔ ایضاً

(۶۹) اگر شیخ کا تصور بلا اختیار جم جائے تو کلید سعادت ہے۔ ایضاً

(۷۰) اگر بعوارض معمولات میں کوتاہی ہو تو یہ تنزل نہیں ہے دوسرے وقت اس کا تدارک کرے۔ ورنہ استغفار۔ ص ۵۴

(۷۱) اگر نابالغ بڑی لڑکیوں کی تعلیم کا کوئی انتظام بلامرد کے نہ ہو سکے تو پس پردہ اپنی بیوی کی موجودگی میں پڑھائے اور اگر وعظ کہہ سکے تو مہینہ میں ایک دوبار عام مجمع میں پردہ کے ساتھ وعظ سنایا کرے۔ ص ۵۵

(۷۲) ایک طالب کا خط کہ طریقہ نقشبندیہ میں تعلیم دی جائے۔ ص ۵۶

(۷۳) خاص سلسلہ کی مناسبت اس کو مستلزم نہیں ہے کہ شیخ تعلیم بھی اسی سلسلہ کی مناسبت سے دے بلکہ مناسبت کی تفسیر یہ ہے کہ جو نسبت ہوگی وہ اس سلسلہ کے مشائخ کے ہمرنگ ہوگی خواہ تعلیم کسی طریق کی ہو۔ ص ۵۷

(۷۴) احوال میں قیاس جاری نہیں ہوتا۔ ایضاً

(۷۵) دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جائے معنی یہ ہے کہ ایک شیخ کو اپنے تمام امور سپرد کردے۔ ایضاً

(۷۶) بسط میں اگر قہقہہ طاری ہو تو ضبط نہ کرے مگر حالت صلوۃ میں۔ ص ۵۸

(۷۷) کھڑے ہو کر ذکر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ص ۵۹

(۷۸) حسن پرستی ایک امر طبعی ہے اس کے زوال کا انسان مکلّف نہیں ہے مگر اس کے اقتضاء پر عمل نہ کرے۔ ص ۶۰

(۷۹) خواب میں برہنہ دیکھنا تعلقات دنیا سے تجرد اس کی تعبیر ہے۔ ص ۶۱

(۸۰) احوال بند ہوں یا پیدا ہوں دونوں حالتوں میں شکر کرے کیونکہ دونوں میں سالک ہی کی مصلحت ہے۔ ص ۶۱

(۸۱) شیخ کا خواب میں زور سے دبانا افاضہ کی طرف اشارہ ہے اور خط بنانا فنائے زوائل کی طرف اشارہ ہے۔ ص ۶۲

(۸۲) زید نے خواب دیکھا کہ ایک فقیرانہ صورت زاہدانہ لباس میں کہتا ہے کہ تم اجمیر شریف کیوں نہیں جاتے۔ زید نے جواب دیا کہ جب تک مدینہ نہ جاؤں گا کہیں نہ جاؤں گا" ارشاد ہوا کہ یہ ابلیس صورت آدمی ہے جس کو سنت کی برکت نے مغلوب کر دیا۔ ص ۶۳

(۸۳) کامل پر کوئی حالت غالب نہیں ہوتی ہے۔ ص ۶۵

(۸۴) کمال کے بعد شیخ کا اثر کم محسوس ہوتا ہے۔ ایضاً

(۸۵) قبض شیخ کا اثر طالبین پر بھی پڑتا ہے۔ ص ۶۶

(۸۶) قبض میں بھی نفس نسبت محفوظ رہتی ہے۔ جس کو خاص اہل بصیرت محسوس کرتے ہیں۔ ایضاً

(۸۷) شیخ کے سامنے کچا چٹھا پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بطور کلیات اپنے تمام عیوب بیان کر دے۔ جزئیات کی تفصیل غیر ضروری ہے۔ ص ۶۷

(۸۸) مخالفین کی شرارت سے بے چین ہونا منافی اخلاص نہیں ہے کہ امر طبعی ہے۔ ص ۶۸

(۸۹) ترک نعمت ناشکری ہے۔ ایضاً

(۹۰) مجاہدہ پر ایک مدت گزرنے سے طبعاً ملال اور تکاسل پیدا ہوتا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ معمولات کی مقدار نصف کر دیں یا ایک دن فاصلہ سے کریں۔ ص ۶۹

(۹۱) اس زمانہ میں قلت مجاہدہ پر وہی دولت نصیب ہوتی ہے جو سلف کو مجاہدہ عظیم پر میسر ہوتی تھی۔ ص ۷۴

(۹۲) کشف قبور مبتدی کو مضر ہے۔ ص ۷۵ '۷۶

(۹۳) نفع رسانی افضل عبادات ہے ص ۷۸

(۹۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کے مختلف طریق ہیں۔ کبھی انس کبھی ہیبت اس لئے سالک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف حیثیتوں سے خواب میں دیکھتا ہے۔ ص ۷۸

(۹۵) وساوس بعض اقسام قبض اور میل الی المعصیت (گناہوں کی طرف رغبت) کے چند منافع حسب ذیل ہیں (۱) اس شخص کو کبھی غرور نہیں ہوتا سمجھتا ہے کہ بد حال ہوں۔ (۲) ہمیشہ ڈرتا رہتا ہے۔ کیونکہ اپنے علم و عمل پر ناز نہیں ہوتا (۳) اس لغزش کے پیش آجانے سے شیطان کے مقابلہ میں قوت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ بس اس سے زیادہ کیا کرے گا۔ (۴) مرتے وقت دفعتہً یہ حالت پیش ہو جائے تو پریشان نہ ہو گا۔ کیونکہ زندگی میں ایک مرتبہ تجربہ ہو چکا ہے۔ (۵) یہ شخص محقق ہو جاتا ہے اور دوسرے مبتلا کی دستگیری آسانی سے کر سکتا ہے (۶) ہر وقت اپنے اوپر حق تعالیٰ کی رحمت دیکھتا ہے کہ ایسے نالائق کو سرفراز فرماتے ہیں (۷) اس حدیث کا برائے العین مشاہدہ کرتا ہے کہ مغفرت عبد کے عمل سے نہ ہوگی رحمتِ حق سے ہوگی۔ (نوٹ) نمبر (۱۰۳) سے تا ختم (الابتلاء لاہل الاصطفاء کا خلاصہ ہے)۔

حصہ چہارم

(۱) اختلاف طبائع سے ثمرات کا اختلاف ہوتا ہے۔ ص ۳۱

(۲) اگر کسی حسین کی طرف میلان ہو تو یہ تصور کرنا چاہئے کہ حقیقی جمیل حق سبحانہ' ہے دوسری طرف نظر نہ کرنا چاہئے۔ ص ۳۲

(۳) مداومت عمل پسندیدہ ہے اگرچہ کم ہو۔ ایضاً

(۴) مقام ہیبت میں سالک اپنے تمام افعال کو کفریہ خیال کرتا ہے اس مشاہدہ سے خود پسندی کی اصلاح و مشاہدہ قدرت اور اپنے عجز کا معائنہ ہوتا ہے تفصیل کے لئے اس کے بعد کا خط ص ۵۸ ملاحظہ ہو۔ ص ۳۴

(۵) ذہول و نسیان میں بھی بعض حکمتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً تجرد الی اللہ و انقطاع ماسوی اللہ۔

(۶) شیخ کی صحبت و زیارت سے سکون ہونا علامت مناسبت و مفتاح سعادت ہے۔ ص ۳۵

(۷) جس پر غصہ ہوا اس سے دور ہو جانا اور اعوذ باللہ پڑھنا اپنی خطاؤں اور غضب خداوندی کو یاد کرنا غصہ کا علاج ہے۔ ص ۳۶

(۸) نوافل کا مکان میں ادا کرنا بہتر ہے مگر سکون و جمعیت اگر مسجد میں ہو تو گھر سے افضل ہے۔ ص ۳۷

(۹) بعض طبائع کے لحاظ سے کسی کام کا پابندی سے نہ کرنا بھی اثر و برکت کے لحاظ سے دوام کے حکم میں ہے۔

(۱۰) جس شخص کو خدا کے ساتھ توکل و یقین کی دولت نصیب ہو جائے اس کو کبھی پریشانی نہیں ہوتی۔ ص ۳۹

(۱۱) قرض کا بار اٹھا کر شیخ کی صحبت میں رہنا فائدہ کو کم کرتا ہے۔ ص ۴۰

(۱۲) مبتدی کو اپنے ہم مشرب منتہی سے تنہائی میں ملاقات کرنا چاہئے مجمع سے اٹھ جانا چاہئے۔ ایضاً

(۱۳) اپنی قبر کو دیکھنا فنا کی بشارت ہے۔ ص ۴۲

(۱۴) اصلاح نفس کا نسخہ شافیہ اگر نمازیں ہوں یا روزے ہوں ادا کرے توبہ کرنا بدنظری سے احتیاط 'مراقبہ موت' تبلیغ دین کا مطالعہ 'حقوق العباد سے بری الذمہ ہونا' بلا ضرورت تعلقات کی کمی' مواعظ کا مطالعہ 'اوقات فرصت میں شیخ سے ملنا۔ ص ۴۳

(۱۵) اگر تعلیم میں حرج ہو تو طالب العلم کے لئے نوافل غیر مناسب ہیں۔ ص ۴۴

(۱۶) جو قابل عظمت نہیں ہیں ان کی تعظیم بغرض خوشامد ممنوع ہے اگر شر سے بچنا مقصود ہو تو جائز ہے۔ ایضاً

(۱۷) جن احکام سے شرعی احکام کا تعلق ہے ان کے علاوہ تمام بزرگوں کے قصوں میں دل کا قبول کرنا روایت کے لئے کافی ہے۔ ایضاً

(۱۸) ایک طالب کی داستان۔ ص ۴۵ '۴۹

(۱۹) جو شخص عشق میں مبتلا ہو اور صبر کرے اور پھر مر جائے تو وہ شہید ہے۔ ص ۴۹

(۲۰) تحمل سے زیادہ کام کرنے سے بھی قبض ہوتا ہے۔ ص ۵۲

(۲۱) ذکر کا مقصود یہ ہے کہ تعلق مع اللہ پیدا ہو جائے۔ ایضاً

(۲۲) طالب کو اپنے شیخ کے علاوہ کسی غیر سے تعلق تعلیم نہ رکھنا چاہئے مگر با اجازت۔ ص ۵۳

(۲۳) اگر نکاح مضر دین ہو تو صبر وہمت سے کام لینا چاہئے۔ ص ۵۴

(۲۴) مبتدی کو اپنی ترقی کا علم نہیں ہوتا اس لئے تقلیداً فرمودہ شیخ پر ایمان لانا چاہئے۔ ایضاً

(۲۵) ضروری معاش میں مشغول ہونا بھی عبادت ہے اس لئے اگر وظائف میں حرج ہو تو دل گرفتہ نہ ہو۔ ایضاً

(۲۶) جس قدر تقویٰ بڑھے گا بیوی سے محبت بڑھے گی۔ ص ۵۵

(۲۷) کسی ورد کے ناغہ ہونے پر یہ نیت کرے کہ دوسرے وقت پورا کریں گے تو قلق نہ رہے گا۔ ص ۵۶

(۲۸) خواب میں دریا کا پار کرنا اور پھر واپس آنا فنا وبقا کی علامت ہے۔ ایضاً

(۲۹) اچھے کام کی فکر بھی موجب ثواب ہے۔ ص ۵۷

(۳۰) اپنے حال کو کچھ نہ سمجھنا عبدیت ہے۔ ص ۵۷

(۳۱) رنج کی مختلف قسمیں ہیں۔ رنج طبعی ورنج عقلی مثلاً گناہ پر رنج طبعی نہ ہونے پر رنج ہونا رنج عقلی ہے۔ ایضاً

(۳۲) کسی کام میں رسوائی کا خیال بھی حجاب ہے۔ ص ۵۸

(۳۳) دعا کا مقصود تضرع وزاری ہے اگر اردو میں ہو تو بھی بہتر ہے۔ ایضاً

(۳۴) غیر کی طرف مشغولی گو وہ فرشتہ ہی کیوں نہ ہو ایک گونہ حجاب ہے۔ ص ۵۸

(۳۵) ہیبت وانس کے متعلق خط ص ۴۳ اور ص ۵۸ پڑھنا چاہئے۔ ص ۵۸

(۳۶) قرآن شریف سے دلچسپی مذاق توحید کے غلبہ کی علامت ہے۔ ص ۶۲

(۳۷)خواب میں شیخ کا عمامہ باندھنا مقتدائیت کی علامت ہے۔ایضاً
(۳۸)اضطراری مجاہدہ اختیاری کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ایضاً
(۳۹)اگر مشغولی میں پاس انفاس جاری نہ رہ سکے تو اس وقت ذکر لسانی جاری رکھے۔ایضاً
(۴۰)وظائف کی ایک تعداد مقرر کر کے پھر حسب نشاط جس قدر چاہے بڑھ سکتا ہے۔ ص ۶۳
(۴۱)حالت ضعف و نقاہت میں درود شریف کا ورد بلا قید جلسہ بہتر ہے۔ایضاً
(۴۲)آثار عبدیت و نزول کامل۔ ص ۶۶
(۴۳)مضامین گو مستحضر نہ رہیں مگر عبور کافی ہے جو آئندہ بوقت استعداد کار آمد ہوتا ہے۔ ایضاً
(۴۴)ممانعت سوال کی اصلی وجہ یہ ہے کہ سوال میں سائل کو ذلت اور زجر میں مخاطب کی ایذا ہے اور یہ دونوں قبیح ہیں۔ ص ۶۷
(۴۵)داد و دہش کے احوال مختلف ہیں۔ بعض لوگوں کو دفعتہً دینا آسان ہوتا ہے اور تفریقاً دینا مشکل اور بعض لوگوں کو اس کے عکس میں آسانی ہوتی ہے۔ایضاً
(۴۶)چونکہ الخلق عیال اللہ ہے اس لئے ان سے کج اخلاقی باعث ناراضی ہے۔ ص ۶۸
(۴۷)مشتبہ چیزوں کے کھانے سے شہوات کی کثرت ہو جاتی ہے۔ ص ۶۹
(۴۸)لڑکوں کی طرف اگر خیال ہو تو منہ اور قلب دونوں پھیرنا چاہئے یعنی دوسری طرف متوجہ ہو جائے۔ایضاً
(۴۹)بعض طبائع کو ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے سے انقباض ہوتا ہے ان کو چاہئے کہ دیر تک دعا کریں تاکہ اس انقباض میں کمی ہو جائے۔ایضاً
(۵۰)حفظ و تلاوت دونوں کے ثواب جداگانہ ہیں۔ ہر ایک کو اس کے احوال کے موافق شیخ تجویز کر سکتا ہے۔ایضاً
(۵۱)نماز میں یکسوئی کی غرض سے آنکھیں بند کرنا جائز ہے مگر خلاف افضل ہے۔ایضاً
(۵۲)اگر ضروری اعمال پر مداومت ہو تو دل نہ لگنا قابل ملامت نہیں ہے۔ ص ۷۰
(۵۳)قرآن مجید یا کسی وارد کے اثر سے رونا بے ہوش ہونا اس میں ضعف قلب کو بھی دخل ہے۔ایضاً
(۵۴)مراقبہ پاس انفاس کو بالالتزام نہ کیا جائے اگرچہ اس میں محویت ہو۔ایضاً
(۵۵)ذکر کے آثار باقیہ مراقبہ کی یکسوئی سے بہتر ہیں۔

(۵۶) قلب سے نور کا نکلنا اور رفتہ رفتہ تمام جسم اور عالم کو محیط ہونا یہ ایک مراقبہ ہے جو یکسوئی کو مفید ہے۔ ص ۷۱

(۵۷) یکسوئی کے زوال سے ذکر کا اثر زائل نہیں ہوتا۔ ایضاً

(۵۸) اگر کسی غم یا مرض سے قبض طاری ہو تو مذموم نہیں ہے اس کے سبب کا تدارک کرنا چاہئے۔ ص ۷۲

(۵۹) جب ادب کا غلبہ ہوتا ہے تو طالب بالمشافہ شیخ سے مخاطبت نہیں کر سکتا۔ ایضاً

(۶۰) ایک مریض کا خط۔ ص ۷۳

(۶۱) تغیرات طبعی نہ محمود ہیں نہ مذموم۔ ص ۷۴

(۶۲) احباب کے ساتھ خوش طبعی مفید ہے اگر معتدل ہو۔ ص ۷۵

(۶۳) حقوق العباد کا زیادہ خیال رہنا خاص سلسلۂ امدادیہ کی ممتاز علامت ہے۔ ص ۷۶

(۶۴) اگر کسی خاص احوال کی وجہ سے عزیز و قریب نکیر کریں اور اس کے خلاف پر اصرار کریں تو دل میں یہ جواب دے ؎

تا ترا حالے نباشد ہمچو ما
حال ما باشد ترا افسانہ پیش

اور زبان سے معافی چاہے۔ ایضاً

(۶۵) جب مظہر میں ظہر کا غلبہ ہو تو اس کو اصطلاح میں تشبیہ کہتے ہیں مگر اس طرف التفات نہ کرنا یہ تنزیہ مامور بہ ہے۔ ص ۷۷

(۶۶) ذکرِ جہر زیادہ نافع ہوتا ہے مگر سکون و جمعیت اگر خفی میں ہو تو وہ بہت مناسب ہے۔ (ص ۷۸)

(۶۷) شیخ کا تصور بلا قصد آثار محبت میں سے ہے اور محبت موافق سنت ہے۔ ایضاً

(۶۸) شیخ کی روز خواب میں زیارت ہونا کچھ قابل وقعت نہیں جیسا کہ حضور ﷺ کی زیارت بالکل نہ ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ ایضاً

(۶۹) ازالہ غنودگی کے لئے ذکر میں تمباکو کے استعمال کا مضائقہ نہیں ہے۔ ایضاً

(۷۰) ورد میں حرکت زبان کے ساتھ دانہ تسبیح کے شمار کے موافقت ضروری نہیں ہے۔ ایضاً

(۷۱) بجز رضائے مولا کوئی خواہش دل میں نہ ہونا حقیقت شناسی کی علامت ہے۔ ص ۷۹

(۷۲) ہر نعمت اس حیثیت سے کہ ہمارا عمل ہے ہیچ ہے اور اس حیثیت سے کہ خدا تعالیٰ کا عطیہ ہے اور توفیق ہے قابل قدر ہے۔ ایضاً

حصہ پنجم

(۱) مقتدی ہونے کی حالت میں اگر درود شریف بلا قصد قلب سے جاری ہو جائے تو کچھ حرج نہیں مگر زبان کو حرکت نہ ہو۔ ص ۸۰

(۲) عادات شیخ کا اتباع اس لئے کہ وہ باعث زیادہ محبت ہے نافع ہے۔ ص ۸۱

(۳) اتباع شیخ میں اس قدر انہماک نہ ہونا چاہئے کہ اور ضروریات میں خلل پیدا ہو۔ ایضاً

(۴) خواب کی تعبیر اگر صاف نہ معلوم ہو تو جواب دیدے تکلیف نہ کرے۔

(۵) خواب کے جذبات بیداری سے علیحدہ ہوتے ہیں۔ ص ۸۴

(۶) بوقت ذکر کانپنا آواز کا چڑھنا دماغ کا بیخود ہونا اگر ضعف نہ ہو تو یہ سلطان الاذکار کا اثر ہے۔ ایضاً

(۷) عند الذکر اگر ذات حق تعالیٰ کا تصور قائم ہو اور صفات و اسماء سے ذہول ہو جائے تو یہ تجلی ذاتی ہوگی۔ ایضاً

(۸) حالت مرض کی بیکاری صحت کے مجاہدہ سے کم نافع نہیں ہے۔ ص ۸۵

(۹) غیبت سلوک کے متوسط احوال سے ہے جو محمود ہے مگر مقصود نہیں ہے۔ ایضاً

(۱۰) جن کی قوت عقلیہ غالب ہوتی ہے اس کو یکسوئی کم میسر ہوتی ہے اور اسی پر انوار والوں کے مکشوف ہونے کا مدار ہے۔ ص ۸۵

(۱۱) کبھی صاحب حال پر انکار میں عجلت نہ کرے احتمال ہے کہ ایسا عذر ہو کہ جس کا علم تم کو نہ ہو۔ ص ۸۹

(۱۲) اگر معاصی سے احتیاط کی توفیق میسر ہو تو کسی حال کی فکر نہ کرے۔ ص ۹۰

(۱۳) اگر غصہ سے کوئی دینی یا دنیوی فساد برپا نہ ہو تو علاج کی ضرورت نہیں بلکہ نافع ہے۔ ص ۹۲

(۱۴) ذکر میں تحسین حروف و تجوید کا اہتمام توجہ و یکسوئی کو مانع ہے اور یہی مدار ذکر ہے۔ ایضاً

(۱۵) عبدیت و تذلل جو نبوت کا خاص مذاق ہے شورش و دیوانگی سے افضل ہے۔ ص ۹۳

(۱۶) مال کے قبائح کا تصور کرنا اور اس انہماک سے جو معصیت کا سبب ہو جائے بچنا مال کی طمع کا علاج ہے۔ ایضاً

(۱۷) اپنے تمام امور کو خداوند تعالیٰ کے سپرد کرنا اور جنت کی تمنا اور دوزخ سے پناہ مانگنا عین سنت ہے۔ ص ۹۴

(۱۸) جنت کا مشاہدہ کرنا اور دنیا سے کنارہ کشی اور موت کی تکلیف کو فراموش کرنا ایک بلند مقام کی علامتیں ہیں۔ ص ۹۵

(۱۹) جس کو اتباع سنت کا ذوق میسر ہوتا ہے۔ اس کے نزدیک تمام احوال و لطائف کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔ ص ۹۶

(۲۰) روضہ مبارک کے نقشہ کو بوسہ دینا خلاف سنت ہے۔ ایضاً

(۲۱) نشر الطیب کا پڑھنا طاعون کا علاج ہے۔ ایضاً

(۲۲) اگر سفر میں تہجد کا موقع نہ ملے تو تیمم کر کے صرف ذکر ہی کر لینا موجب برکت ہے۔ ص ۹۷

(۲۳) ایصال ثواب بزرگان میں صرف ثواب کی نیت ہونا چاہئے کوئی اور دینی یا دنیوی نفع کا خیال نہ کرے۔ اس مسئلہ کی بحث تمتہ ثانیہ امداد الفتاویٰ ۱۳۳۱ تا ۱۳۳۲ھ ص ۸ تا ۱۲ میں ملاحظہ ہو۔ ایضاً

(۲۴) اکابر پر بھی کوئی کیفیت دائمی نہیں رہتی ہے۔ ص ۹۹

(۲۵) بلا مشورہ شیخ کوئی شغل نہ کرنا چاہئے۔ ایضاً

(۲۶) کسی وارد کے نہ ہونے سے تکمیل عبدیت ہوتی ہے اور عجب کی جڑ کٹتی ہے۔ ص ۱۰۱

(۲۷) نام کے ساتھ بلا ضرورت کسی لقب کا زیادہ کرنا اہل تفاخر کا شعار ہے۔ ص ۱۰۲

(۲۸) اپنے گناہوں کی تلافی سے مایوس ہونا اور گھبرانا یہ شیطانی کید ہے جو خدا کی رحمت سے نا امید کرتا ہے۔ ص ۱۰۳

(۲۹) مبتدی کو بہ نسبت تلاوت کے کثرت ذکر نافع ہے تاکہ تلاوت کے قابل ہو جائے۔ ایضاً

(۳۰) مریض کو اپنی کوتاہی پر نادم رہنا اور آئندہ تدارک کا عزم کرنا اور بجائے ذکر کے فکر کرنا کافی ہے۔ ص ۱۰۴

(۳۱) حضرت شیخ جلال تھانیسری کی سلطان الاذکار کی صورت ملاحظہ ہو اصل کتاب۔ ص ۱۰۴

(۳۲) بارہ تسبیح میں کسی ایک ذکر کی زیادتی سے دوسرے میں کمی ہو جائے تو حرج نہیں ہے۔ ص ۱۰۵

(۳۳) اگر دعا میں وحشت ہو تو چند دعائیں منتخب کر کے توجہ سے پڑھے اور دلچسپی کا خیال نہ کرے کیونکہ بعض طبائع میں سوچنے سے گھبراہٹ ہوتی ہے۔ ص ۱۰۵

(۳۴) بعض امور کی اصلاح بغیر شیخ کے جسمانی تادیب کے نہیں ہوتی ہے۔ ص ۱۰۶
(۳۵) کسی سخت بات پر ضبط کی اس وجہ سے فضیلت ہے کہ اس سے طبیعت متردد رہتی ہے۔ ایضاً
(۳۶) تمام عبادات میں حق تعالیٰ کا تصور باندھنا چاہئے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو الفاظ کا۔ ایضاً
(۳۷) مقتدی سری نماز میں اگر ذکر قلبی کرے تو بہتر ہے۔ ص ۱۰۷
(۳۸) اتباع شریعت کے ہوتے ہوئے سب حالات نورانی ہیں اگرچہ ظاہراً ظلمانی ہوں اور اتباع کی کمی پر سب احوال ظلمانی ہیں اگرچہ دیکھنے میں نورانی ہیں۔ ص ۱۰۸
(۳۹) آجکل حبس دم مناسب نہیں ہے۔ ص ۱۱۰
(۴۰) ذکر میں سر کے جھٹکے کو کوئی دخل نہیں ہے اور طبیعت کے جوش میں روکنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ایضاً
(۴۱) ناجائز ملازمت جب تک جائز کا انتظام نہ ہو ترک نہ کرے۔ ص ۱۱۱
(۴۲) مبتدی جن امور پر بمشکل قابو پاتا ہے منتہی اسی پر آسانی سے قابو پالیتا ہے۔ ص ۱۱۳
(۴۳) شیخ کو بیعت اس شخص سے لینی چاہئے جس پر دل کو اطمینان ہو۔ ص ۱۱۴
(۴۴) بی بی سے ملاعبت حقوق باطن میں مضر نہیں ہے حق تعالیٰ کی طرف التفات عقلی کافی ہے مگر ملاعبت میں اعتدال ملحوظ رہے۔ ص ۱۱۵
(۴۵) کافر کو خود سے بہتر اور خود کو ناقدر شناس نعمت الٰہی سمجھنا نیستی و فنا کی علامت ہے۔ ایضاً
(۴۶) شیخ کو کسی حال کے نہ ہونے کی اطلاع دینا بھی نافع ہے۔ ص ۱۱۶
(۴۷) کسی امر کا تخیل بھی زینہ مقصود ہے۔ ص ۱۱۷
(۴۸) واردات کا ضبط کرنا ان کے حقوق کا ضائع کرنا ہے۔ ایضاً
(۴۹) جاہ پسندی کا خیال اگر ضعیف بھی ہو تو قابل علاج ہے وقت پر ایسی بات اختیار کرنا جو نفس پر شاق ہو مگر عرفاً زیادہ بری نہ ہو اس کا علاج ہے۔ ص ۱۱۸
(۵۰) شیخ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ میرے حق میں اس سے زیادہ نافع اور میسر نہ ہو گا۔ باقی بزرگی و کرامت اس کا علم اللہ کو ہے۔ ص ۱۱۹
(۵۱) گفتگو مین جوش مناسب نہیں ہے ہر وقت ہوش سے کام لینا چاہئے۔ ص ۱۲۰
(۵۲) یا رَبِّ انت مقصودی ترک الدنیا والآخرہ اس کے پڑھنے کا ہر شخص اہل نہیں ہے۔ ایضاً
(۵۳) مقامات انبیاء پر غیر نبی کو رسوخ نہیں ہو سکتا مگر وہاں سے گذر سکتا ہے۔ ص ۱۲۱

(۵۴) ابتداء میں طلب شوق اور انتہا میں انس و تمکین کا غلبہ ہوتا ہے شوق میں التفات الی الخیر سے طبعی مانع ہے اور انس میں عقلی ہے۔ ص ۱۲۲

(۵۵) معصیت کو علت نارضامندی حق تعالیٰ سمجھنا چاہئے لیکن طاعت کو رضامندی میں موثر نہ سمجھنا چاہئے۔ ایضاً

(۵۶) قلب کی صفائی اصلاح اعمال سے ہوتی ہے۔ وظائف صرف معین ہوتی ہیں۔ ص ۱۲۳

(۵۷) یکسوئی کا نہ ہونا حصول مقصود میں مانع نہیں ہے۔ ایضاً

(۵۸) بیعت اس وقت کرنا چاہئے جب کہ صحبت کے بعد طرفین کو اطمینان حاصل ہو جائے۔ ص ۱۲۴

(۵۹) جب سالک کو عالم قدس سے مناسبت ہو جاتی ہے تو باذن حق کوئی روح ظاہر امور صالحہ میں اعانت کرتی ہے مثلاً تہجد کے وقت جگانا وغیرہ۔ ص ۱۲۵

(۶۰) کسی بری بھلی بات سے ذہول ہو جانا اور فضول قصوں سے نفرت ہونا فنائے حسی کی علامت ہے۔ ص ۱۲۷

(۶۱) اپنی ہستی کو بھول جانا اور اپنے تمام حرکت کو حق تعالیٰ سے منسوب کرنا فنائے علمی کی علامت ہے۔ ص ۱۲۷

(۶۲) شیخ محض واسطہ اور محرک ہے۔ ایضاً

(۶۳) آثار سلطان الاذکار کے فقدان سے کوئی ضرر نہیں ہے۔ ایضاً

(۶۴) کسی کوتاہی پر اہلیہ سے اس طرح معافی مانگے کہ اس کو جرات نہ بڑھ جائے۔ ایضاً

(۶۵) آواز خوش سے توجہ الی اللہ کا ہونا غلبہ توحید ہے کیونکہ مصنوع سے صانع کی طرف جذب ہوتا ہے۔ یہ میلان متقی میں زیادہ ہوتا ہے مگر اس پر عمل نہ کرنا اقرب الی التقویٰ ہے۔ ص ۱۲۸

(۶۶) بعض مبتدی یا متوسط کو سماع سے بوجہ غلبۂ حال طبعی نفرت ہوتی ہے۔ ایضاً

(۶۷) اگر سالک کو تدبر آیات و تلاوت سے بیساختہ انجذاب ہو تو بجائے ذکر کے اس کو اختیار کرے۔ ص ۱۲۹

(۶۸) اگر ذکر جہر سے اہلیہ کی تکلیف کا خیال ہو تو اس سے دریافت کر لیا جائے۔ ایضاً

(۶۹) کبھی غلبۂ ذکر کے آثار سے غصہ بڑھ جاتا ہے جو عارضی ہے۔ ایضاً

(۷۰) ہجوم وساوس بھی ایک مجاہدہ ہے۔ ایضاً

(۷۱) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے عتاب کرنا مقتدا و مربی کا منصب ہے۔ ص ۱۳۰

(۷۲) اگر معاصی کا داعیہ بالکل فنا ہو جائے تو آزمائش جو مکلف کی شان ہے بالکل جاتی رہے اور مستحق اجر بھی نہ رہے۔ ایضاً

(۷۳) نسخہ شافیہ۔ ا۔ تہجد ۴ رکعت تا بارہ رکعت بوقت تہجد یا بعد العشاء

۲۔ بعد تہجد بوقت فرصت ذکر لا الہ الا اللہ چھ سو سے بارہ سو تک جہر معتدل سے اور درمیان میں محمد رسول اللہ کہنا۔

۳۔ محاسبۂ نفس۔ ص ۱۳۱

(۷۴) انبیاء علیہم السلام میں داعیہ معصیت کا نہیں ہوتا گو قدرت ہوتی ہے جیسے ہم لوگوں میں پیشاب پینے کا داعیہ نہیں ہوتا۔ گو قدرت ہے اور اولیاء میں داعیہ معصیت کا ہوتا ہے گو ضعیف ہی ہو جس کا مقابلہ اول سے آسان ہوتا ہے۔ ص ۱۳۲

(۷۵) جب بندہ مقام مرادیت سے فائز ہوتا ہے تو وہ گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ ایضاً

(۷۶) جن صحابہ سے صدور کبائر کا ہوا ہے اس وقت وہ اس مقام سے فائز نہ تھے اس وقت ایک محفوظ ولی کو صحابہ پر فضیلت جزئی ہوگی جو بمقابلہ صحابیت کمزور ہے۔ ایضاً

(۷۷) اگر مناجاتِ قلبی کا بے ساختہ تقاضہ ہو تو وہ تصور ذات مع الذکر سے افضل ہے۔ ایضاً

(۷۸) بعض لوگوں کو صرف مثنوی کا مطالعہ قائم مقام ذکر ہو جاتا ہے۔ ص ۱۳۳

(۷۹) حدیث میں وارد ہے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ ہر مسلمان کو اس میں گھوڑا باندھنا چاہئے تو وہ زمانہ یہی ہے۔ مگر اس سے اہل وسعت مراد ہے۔ ایضاً

(۸۰) علوم ولایت کا زیادہ تر منبع حضرات اہلِ بیت ہیں۔ ص ۱۳۵

(۸۱) غفلت نہ کرنا گناہوں سے بچنا اور ارتکاب گناہ پر فوراً توبہ کرنا اور پھر اس گناہ کی فکر میں نہ پڑنا یہ سلوک کا حقیقی مقصود ہے۔ ص ۱۳۶

(۸۲) کسی مقام پر پہنچنے کے بعد اس کو آخر مقصود سمجھ کر مشغولی میں کمی نہ کرنی چاہئے بلکہ ہمیشہ اس کی ترقی میں جدوجہد کرتا رہے۔ ص ۱۳۷

(۸۳) اوراد کے لئے اجازت اصطلاحیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ص ۱۳۸

(۸۴) انوار جو قلب میں ہوں وہ نعمت ہیں اور وہی انوار حقیقۃ ہیں جن پر قرب مترتب ہوتا ہے۔ ایضاً

(۸۵) شیخ سے تعلیم حاصل کرنے کا طریق یہ ہے کہ اپنے تمام احوال و عیوب پیش کرکے

تفویض کردے۔ اور جو نسخہ تجویز کرے اس کو بلاتردد استعمال کرے۔ ایضاً
(۸۶) شیخ سے اپنے کسی حال یا اعتقاد کو مخفی نہ رکھے۔ ص ۱۳۹
(۸۷) ذکر میں نزع کی کیفیت طاری ہونا سلطان الاذکار کی علامت ہے۔ ص ۱۴۱
(۸۸) عبدیت کاملہ و منتہی نزول کے آثار ملاحظہ ہو۔ ص ۱۴۲
(۸۹) اگر حالت شریعت کے موافق ہو تو خواب کتنے ہی مخالف اور شدید نظر آئیں حجت نہیں ہیں۔ ص ۱۴۴
(۹۰) گلزار ابراہیم کا مطالعہ مفید ہے۔ ص ۱۴۶
(۹۱) شوق کا اپنی رفتار سے بڑھنا مفید ہے اور خود بڑھانے میں اس کے ختم ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ لہٰذا جب دو شوق جمع ہو جائیں ایک مقصود دوسرا خود شوق کا شوق تو وہاں مقصود کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے۔ ص ۱۴۸
(۹۲) کثرت بکاء سے بعض اوقات شوق کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے گریہ کا نہ ہونا بھی مفید ہے۔ ص ۱۴۹
(۹۳) ہر شخص کو استعداد جدا ہے جس کو صرف عالم الغیب جانتا ہے کہ اس کی تربیت کا کیا طریق ہے۔ ایضاً
(۹۴) اطاعت یہی ہے کہ مشقت برداشت کرے۔ ص ۱۵۰
(۹۵) مجاہدات علت وصول نہیں ہیں محض حیلہ ہے اور علت محض فضل ہے۔ ایضاً
(۹۶) آداب شیخ سے یہ بھی ہے کہ علوم غیر ضروریہ میں اس کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔ ایضاً
(۹۷) انسان کو چاہئے کہ اپنے قصور کی کسی سے معافی مانگ لے اور قبولیت کا مکلف نہیں ہے۔ ایضاً
(۹۸) تکرار سورت خصوصاً نوافل میں جائز ہے مگر التزام نہ کرے۔ ص ۱۵۸
(۹۹) قلب پر اللہ کا بخط جلی لکھا ہوا نظر آنا علامات یبوست سے ہے۔ ص ۱۵۹
(۱۰۰) جماعت کی نماز میں اگر یکسوئی نہ ہو اس کو ترک نہ کرنا چاہئے۔ ص ۱۶۰
(۱۰۱) سلسلہ امدادیہ میں یہ طریق متعارف تصرف وہمت سے کام نہیں لیا جاتا ہے۔ طریق تعلیم صرف لسان ہے جو مطابق سنت ہے۔ ایضاً
(۱۰۲) اگر محویت سے نماز میں سہو ہو تو مذموم نہیں ہے۔ ایضاً
(۱۰۳) ہر مومن محب ہے۔ ایضاً

(۱۰۴) عیوب کے علاج کے لئے امام غزالیؒ کے کتب کا مطالعہ مفید ہے۔ ص ۱۶۱
(۱۰۵) بعض اوقت تواضع میں نعمت کا انکار ہوتا ہے۔ ص ۱۶۲
(۱۰۶) شیخ کی تجاویز کا اتباع اور اپنے احوال کی اطلاع ضروری ہے۔ ص ۱۶۴
(۱۰۷) قدرت علی الاستحضار پر قناعت کر کے التزام کو ترک نہ کیا جائے۔ ص ۱۶۵
(۱۰۸) حزن مجاہدہ عظیم ہے۔ ص ۱۶۷
(۱۰۹) جس یکسوئی کا انسان مکلّف ہے وہ اعتقادی ہے اور خیالی یک سوئی نہ اختیاری ہے نہ مامور ہے۔ ص ۱۶۹
(۱۱۰) سلوک کے مدارج کا قطع کرنا حسن خاتمہ کی علامت ہے۔ ص ۱۷۱
(۱۱۱) اتباع سنت وحب شیخ کے بعد وصول مقصود میں کوئی خطرہ نہیں۔ ص ۱۷۳
(۱۱۲) بعض لوگوں کو ہم بستری کے بعد قلب میں سختی وپریشانی محسوس ہوتی ہے جس کی وجہ قلت حرارت ہے۔ ص ۱۷۴
(۱۱۳) محاسبۂ نفس کا یہ بھی طریق ہے کہ روزانہ اپنے روزنامچہ سے شیخ کو اطلاع دے۔ ص ۱۷۵
(۱۱۴) وقت تلاوت اگر یہ تصور کرے کہ اللہ جل جلالہ' فرمارہے ہیں اور ہماری زبان سے مثل باجہ کے آواز نکل رہی ہے تو یکسوئی کیلئے مفید ہے۔ ایضاً
(۱۱۵) تبلیغ دین کا مطالعہ حب دنیا کا علاج ہے۔ ایضاً
(۱۱۶) بعض لوگوں کو شیخ کی خدمت میں بیٹھ کر قلب سے فحش کلمات نکلتے رہتے ہیں جس کی حقیقت یہ ہے کہ داخل نہیں ہوتے ہیں بلکہ خارج ہوتے ہیں۔ ص ۱۷۷
(۱۱۷) اگر بات سوچکر کی جائے تو غیبت ولایعنی باتوں سے نجات ہوتی ہے۔ ص ۱۷۸
(۱۱۸) رسالہ خاتمہ بالخیر کا مطالعہ اس مسئلہ میں شافی رسالہ ہے۔ ص ۱۸۱
(۱۱۹) خلوص وصدق میں کوتاہی معاف ہے۔ ص ۱۸۲
(۱۲۰) احوال بدون عمل محض خیالات ہیں۔ ص ۱۸۵
(۱۲۱) بعض اوقات میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ قلب میں کوئی چیز اڑ رہی ہے یہ علامت قبض ہے۔ ص ۱۸۶
(۱۲۲) وساوس وخطرات کے ذخیرہ کی صورت مثالیہ ملاحظہ ہو۔ ایضاً
(۱۲۳) کبھی ذکر کے اثر طبیعت میں کھانے پینے وغیرہ میں خاص لطافت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر وقت باوضو رہنے کو پسند کرتا ہے۔ ص ۱۸۷

(۱۴۴) اظہار کا اہتمام جس طرح ریا ہے اخفا کا اہتمام بھی ریا ہے۔ ایضاً
(۱۴۵) درستی کی فکر اور نادرستی کا اندیشہ درستی کی علامت ہے۔ ایضاً
(۱۴۶) ریاضت میں آسان طریقہ کی تلاش خلاف طلب ہے۔ ایضاً
(۱۴۷) انس شوق سے افضل ہے جو باقی رہتا ہے۔ ص ۲۰۷
(۱۴۸) تواضع وہ ہے جو ہر ایک کے ساتھ ہو۔ ص ۲۰۸
(۱۴۹) دفعۃً سکوت کا ایک عرصہ تک بلا قصد طاری ہونا عالم غیب کے جذب کی علامت ہے۔ ص ۲۰۹
(۱۵۰) ہمعصروں سے خود کو کمتر محسوس کرنا دلیل ترقی ہے۔ ص ۲۱۰
(۱۵۱) درود شریف کی کثرت سوزش اور حرارت کا علاج ہے۔ ص ۲۱۳
(۱۵۲) اعمال میں کوتاہی کا سبب ضعف ہے۔ دماغ کی تقویت کیجائے۔ ایضاً
(۱۵۳) اگر مشاغل و تعلقات کی کثرت اس کا باعث ہے تو ممکنہ کمی کی جائے اور کیفیت شوقیہ کی کمی ہے تو سلف صالحین کا تذکرہ نہایت مفید ہے۔ ایضاً
(۱۵۴) معمولات کا احیاناً ناغہ ہونا بھی مصالح سے خالی نہیں ہے اپنا عجز اور حق تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ عجب کا علاج، اشتیاق کی زیادتی، مافات پر ملال اور سب سے زیادہ یہ کہ تسلیم و تفویض کا خوگر بھی ہو جاتا ہے۔ ص ۲۱۴
(۱۵۵) ذکر موت سے اگر وحشت ہو تو جنت کا تصور کرے کہ وہ اعمال صالحہ سے ملے گی۔ ایضاً
(۱۵۶) تصور باری تعالیٰ اور نعمتوں کا استحضار اور عجز عن الشکر کا خیال جس کو دامنگیر ہو جائے بڑی دولت ہے۔ ایضاً
(۱۵۷) ہر کام میں اعتدال رکھنا تقاضائے سنت ہے مثلاً ہیبت کے ساتھ انس اور سوء ظن النفس مشاہدہ نعمت کا اہتمام تاکہ دوسروں کی خدمت اور اپنا خاتمہ درست کر سکے۔ ص ۲۱۵
(۱۵۸) اگر کوئی شخص منہ پر تعریف کرے تو اس کو روکنا موافق سنت ہے۔ ص ۲۱۶
(۱۵۹) اچھے لوگوں میں بیٹھنے یا تعظیم و تکریم سے شرمانا فنا و تواضع کے آثار سے ہے۔ ایضاً
(۱۶۰) موت کی یادداشت اور ظاہری تجمل سے وحشت آثار زہد سے ہے۔ ص ۲۱۶
(۱۶۱) کسی کے کام کرنے سے پہلے اس کے جواز و عدم جواز پر مطلع ہونے سے شکر کرنا آثارِ خشیت سے ہے۔ ص ۲۱۷
(۱۶۲) دفعۃً یہ محسوس ہونا کہ حق تعالیٰ سے قلب منقطع ہو گیا علامت قبض ہے۔ ایضاً

(۱۶۳) اعمال میں بلا عذر خلل کا اگر تدارک نہ کیا جائے تو پھر کوتاہیوں پر تاسف جاتا رہتا ہے۔ ایضاً

(۱۶۴) اگر کسی سے خشونت ہو جائے تو دوسرے وقت معافی مانگنے سے کج خلقی میں اعتدال ہو جائے گا۔ ص ۲۱۸

(۱۶۵) مواعظ کا کثرت اور غور سے دیکھنا یکسوئی اور اصلاح کے لئے مفید ہے۔ ص ۲۱۹

(۱۶۶) گناہوں پر اگر طبعی شرمندگی نہ ہو تو عقلی کافی ہے اسی طرح طبعی امید کے ساتھ خوف عقلی ہو تو کوئی ہرج نہیں۔ ص ۲۲۱

(۱۶۷) رضا بالقضاء اور الدعاء یرد القضاء میں تعارض نہیں ہے کیونکہ دعاء سے صورت بلا کا دفع مقصود ہے نہ رحمت کا۔ اور رحمت صورت بلا میں منحصر نہیں اور جب وہ صورت دفع نہ ہو اس پر راضی رہے۔ ص ۲۲۵

(۱۶۸) ریاضت کے ساتھ اصول طریق کی واقفیت بھی ضروری ہے جو وقتاً فوقتاً شیخ کو اطلاع کرنے سے ہوتی ہے۔ ایضاً

(۱۶۹) بوقت تہجد اگر بلا اختیار اہلیہ کی طرف میلان ہو تو حرج نہیں ہے۔ ص ۲۲۶

(۱۷۰) کسی ذاکر کی آواز سے آواز ملا کر ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس کو اطلاع نہ ہو۔ ایضاً

(۱۷۱) اگر سالک کو ایسی حالت پیش آئے کہ اظہار احوال کے لئے الفاظ نہ مل سکیں تو یہ اس کے احوال کے واقعی ہونے کی دلیل ہے جن کو الفاظ میں ادا نہیں کر سکتا۔ ص ۲۲۷

(۱۷۲) شیخ کی مختلف نسبتوں سے مختلف فیوض ہوتے ہیں جس کا ادراک اس کی خاص شان سے ہوتا ہے۔ ص ۲۲۸

(۱۷۳) واردات قلب پر اس وقت عمل کرنا چاہئے جب کہ اس کا ورود بار بار ہو یا ایک بار ہو تو قوت کے ساتھ ہو۔ ایضاً

(۱۷۴) مستحبات کے لئے تحمل سے زیادہ مشقت و تعب برداشت کرنا مناسب نہیں ہے۔ ص ۲۳۲

(۱۷۵) نماز میں مقتدی کی رعایت غیر اللہ کی رعائیت نہیں ہے بلکہ حکم الٰہی کی رعایت ہے۔ ص ۲۳۴

(۱۷۶) خطبہ جمعہ و وعظ میں اگر ذکر قلبی باعث سکون ہو تو اس کا شغل مخل نہیں ہے۔ مگر زبان سے حرکت نہ کرے۔ ص ۲۳۶

(۱۷۷) سالک پر ہیبت سے اپنے ارتداد یا کفر کا شبہ ہونا علامت خشیت سے ہے۔ ایضاً

(۱۷۸) اگر بد نظری کی شکایت ہو تو یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور یہ بھی خیال رہے کہ اگر تیرا کوئی بزرگ استاد' یا باپ' یا پیر ایسی حالت میں دیکھ رہا ہو تو شرما جائے گا۔ کیا تجھ کو خدا سے حیا نہیں آتی ہے۔ ص ۲۳۸

(۱۷۹) شیخ سے زمانۂ بعد میں شوق کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے شورش ہوتی ہے اور قرب میں انس رہتا ہے اس لئے سکون ہوتا ہے۔ ایضاً

(۱۸۰) کسی حالت پر قائم نہ رہنا یہ اسماء متقابلہ کی تجلی ہے۔ ایضاً

(۱۸۱) قرب مقصود کے بعد احوال کی تمنا تنزل ہے۔ ص ۲۳۹

(۱۸۲) مبتدی کو قبل از تکمیل امر بالمعروف مناسب نہیں ہے اور اسی وجہ سے آیات قتال کے نزول میں تاخیر ہوئی۔ ص ۲۴۰

(۱۸۳) الحیاء الایمان یہ عجز نہیں ہے بلکہ مشابہ عجز ہے کہ باوصف قدرت بوجۂ غلبۂ حیا رک کر بولتا ہے کہ کوئی کلمہ خلاف رضا صادر نہ ہو اور کبھی عجز اس وجہ سے ہوتا ہے کہ بوجۂ غلبۂ التفات الی الحق علوم اصطلاحیہ سے ذہول ہونے لگتا ہے اور ایک عجز کی منتہی غیر مغلوب الحال کو ہوتی ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اصل مقصود انسان کا یہ ہے کہ ذکر میں مشغول رہے اور کلام مقصود نہیں ہے ایسی حالت میں جب کلام میں مشغول ہوگا تو اجاٹ دل سے ہوگا اور اس وقت بھی اس کو ذکر کی طرف کشش ہوگی اگر ایسے شخص کو عی نہ ہو تو اس کا سبب حال غلبۂ ہے۔ اس کے متعلق ص ۲۴۸ بھی پڑھا جائے۔ ص ۲۴۲

(۱۸۴) مسجد میں جاکر جوتے سیدھے کرنا اور پانی لوٹوں میں بھرنا اور موقعہ ہو تو جھاڑو دینا اس میں کبر کا علاج ہے۔ ص ۲۴۳

(۱۸۵) اگر باوجود غلبۂ حال کے اس پر عمل نہ کرے اور تقویٰ اور تورع کا خیال رکھے تو یہ کمال و مجاہدہ عظیمہ ہے ورنہ کم ہمتی ہے۔ ص ۲۴۴

(۱۸۶) بلا اجازت شیخ امر بالمعروف نہ کرے۔ ص ۲۴۵

(۱۸۷) بعض اوقات قرب مقصود بعد کی صورت میں ہوتا ہے۔ ص ۲۴۶

(۱۸۸) بعض کا اصلاح نفس کی غرض سے کسی امر منکر کا عزم بھی کافی ہو جاتا ہے۔ ایضاً

(۱۸۹) حصول نسبت کی دعا میں مطلوب ہے۔ ص ۲۴۷

(۱۹۰) ثمرات پر نظر نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے انتظار میں نہ رہے ورنہ دعا میں تو کوئی ہرج نہیں ہے۔ ایضاً

(۱۹۱) تعلق مع اللہ اور رضائے حق باہم متلازم ہیں اسی کو نسبت بھی کہتے ہیں۔ ص ۲۴۷
(۱۹۲) انکشاف واقعات اگر بلا توجہ دلچسپی ہوں تو کچھ بھی مضر نہیں ہے۔ ایضاً
(۱۹۳) مبتدی کو عرصہ تک خلق کے نفع و ضرر سے یکسو رہنا چاہئے مگر بحالت اضطراری۔ ص ۲۵۰
(۱۹۴) بعض اوقات اثناء ذکر میں اپنے دست بوسی کو دل چاہتا ہے جس کا کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ایضاً
(۱۹۵) سماع خود مذموم نہیں ہے مگر بعض اوقات معصیت کا باعث ہو جاتا ہے اس لئے بچنا چاہئے۔ ایضاً
(۱۹۶) کبھی کسی امر محمود کا سبب معصیت بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ گناہ جو توبہ کا سبب ہے۔ ایضاً
(۱۹۷) خلوت میں اشعار کا پڑھنا اگر اعتدال سے ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ایضاً
(۱۹۸) شیخ کی غیبت میں طالب کا تڑپنا اور حضور میں سکون دونوں محبت میں ایک ہیں۔ اول شوق۔ دوسرا انس۔ ص ۲۵۲
(۱۹۹) خواب میں چونکہ معانی کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے اس کے جذبات بیداری سے مختلف ہوتے ہیں۔ ایضاً
(۲۰۰) بچوں سے محبت کرنا اور کھیلنا تکبر کے نہ ہونے کی دلیل ہے۔ ص ۲۵۴
(۲۰۱) تمیز دار اور صالحین کی محبت عین حق تعالیٰ کی محبت ہے۔ ایضاً
(۲۰۲) کسی کی دینداری اور حالت کا امتحان نہ کرنا چاہئے۔ ایضاً
(۲۰۳) بددینوں سے طبعی نفرت یہ غرور نہیں ہے مگر یہ خیال کرے کہ ممکن ہے کہ ان میں بھی کوئی ایسی صفت ہو کہ عنداللہ ہم سے اچھا ہو۔ ایضاً
(۲۰۴) کسی چیز کے ذہول و نسیان سے بھی استغفار کرنا آداب عبدیت سے ہے۔ ص ۲۵۵
(۲۰۵) وساوس کو عدم الالتفات کے ساتھ مذموم بھی سمجھنا چاہئے۔ ص ۲۵۶
(۲۰۶) طبائع کے لحاظ سے بعض پر حب خدا کے آثار کا غلبہ ہوتا ہے بعض پر حب نبوی کا اور دونوں میں منافات نہیں ہے اس لئے دونوں محبوب ہیں صرف لون کا اختلاف ہے مگر اعتقاد ممکن وواجب کی محبت کا جو فرق ہے اس کا لحاظ ضروری ہے۔ ص ۲۵۸
(۲۰۷) خالق و مخلوق کے تعلقات کے لحاظ سے خوف خدا سے خواب خور حرام نہیں ہوتا ہے۔ ایضاً
(۲۰۸) تنہائی کی وحشت اختلاط کی رقت سے بہتر ہے پہلی عارضی ہے دوسرا حظ نفس

ہے۔ ص ۲۵۹

(۲۰۹) درود شریف سے رونگٹے کھڑے ہونا ایک قسم کا وجد ہے جو محبت نبویہ سے ہوتا ہے۔ ص ۲۵۹

(۲۱۰) کسی عاصی کو حقیر نہ سمجھا جائے اس پر غصہ کے وقت اپنے عیوب کا استحضار کیا جائے۔ ایضاً

(۲۱۱) نظر بازی کا تھوڑا سا مرض بھی قابل علاج ہے لہذا جس شخص کی گفتگو میں لذت آئے اس سے فوراً جدا ہو جانا چاہئے۔ ص ۲۶۱

(۲۱۲) کسی حال کے اعادہ کا اہتمام کرنا مضر باطن ہے۔ ایضاً

(۲۱۳) اگر غلبۂ تواضع و وسعتِ رحمت کی وجہ کسی امر منکر پر غصہ نہ آئے تو کچھ حرج نہیں جس وقت کہ عقلاً اس کو برا سمجھتا ہے۔ ص ۲۶۲

(۲۱۴) بعض طبائع کو لزوم میں گرانی ہوتی ہے اور اختیاری میں بشاشت اور کام میں سہولت ہوتی ہے اور بعض کو بالعکس۔ ص ۲۶۳

(۲۱۵) احوال اعمال پر استقامت کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایضاً

(۲۱۶) غلبۂ تذلل محمود ہے مگر نہ اس قدر کہ نعمت کا کفران ہو جائے اگر احیاناً ایسا غلبہ ہو تو موجودہ نعمت کا استحضار مفید ہے۔ ص ۲۶۵

(۲۱۷) خیالات و وساوس کی مدافعت میں زیادہ انہماک مضعف قلب ہے خوف سے افضل شوق ہے۔ ص ۲۶۶

حصہ ششم

(۱) اپنے لئے کسی حال کو تجویز کرنا آداب عبدیت کے خلاف ہے۔ ص ا
(۲) شیطان کا صورت شیخ میں متمثل نہ ہونے کے سب دلائل ظنی ہیں اور دائمی بھی نہیں ہیں۔ ایضاً
(۳) اگر کبھی یہ حالت طاری ہو کہ یہ خبر خدائے تعالیٰ کے تمام موجودات نظر سے مخفی ہو جائیں تو یہ صورت فنا کی ہے اور اسکا گاہ گاہ ہونا بھی درست ہے۔ ص ۲
(۴) واردات قلبی پر نازو التفات کرنا ہلاکت ہے۔ ص ۳
(۵) سلطان الاذکا کی آواز اپنے ہی اندر کی ہے مگر چونکہ ذریعہ یک سوئی کا ہے اس لئے نافع ہے۔ ص ۴
(۶) اگر ورد زیادہ تعداد میں قضا ہو جائے تو استغفار کافی ہے۔ ایضاً
(۷) مواضع منہیہ جیسے پاخانہ یا جماع کے وقت ذکر نہ کرے البتہ دل سے دھیان رکھے۔ ص ۵
(۸) فرائض و سنن مؤکدہ کو بالا علان پڑھنا چاہئے۔ ص ۶
(۹) اذکار میں زیادہ نافع یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے دیکھنے کا خیال رکھے۔
(۱۰) عبادات میں طبعی رغبت استحکام دوام سے پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی مدت حسب استعداد مختلف ہوتی ہے۔ ص ۷
(۱۱) تفاخر و ریاو بیہودہ گوئی کا یہ علاج ہے کہ قصداً ایسے کام کرے جو تفاخر کے خلاف ہوں اور فرائض و سنن کے سوا سب اعمال پوشیدہ ادا کرے اور سوچ کر بولے اور کوتاہی پر (۲۰) رکعت جرمانہ میں پڑھے۔ ص ۱۰
(۱۲) ذکر سے اگر حرارت بڑھ جائے تو یہ تصور کرے کہ میرے قلب سے چاند لگا ہوا ہے۔ ایضاً
(۱۳) بقائے شوق کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ شمار ذکر میں شوق کا حصہ چھوڑ دیا جائے اور تحمل سے زیادہ نہ ہو۔ ایضاً
(۱۴) تلاوت کے وقت یہ خیال کرے کہ حق تعالیٰ مرے پڑھنے کو سن رہے ہیں۔ ص ۱۱
(۱۵) اگر ذکر کی تعداد ایک جلسہ میں پوری نہ کرے تو دو جلسہ میں پوری کرے۔ ایضاً
(۱۶) نیا حال نہ ہونا بھی ایک حال ہے کیونکہ وہ دلیل ہے کہ کم از کم انحطاط تو نہیں ہے۔

ص ۱۲

(۱۷) کسی فعل قبیح پر غصہ آنا مذموم نہیں ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ باوجود غصہ کے اس پر عمل نہ ہو۔ مگر جس وقت کہ دل میں غبار بڑھ جانے کا احتمال غالب ہو تو اس وقت غصہ نکالنا افضل ہے۔ ص ۱۸

(۱۸) جن مشاغل میں قوت فکریہ کام کرتی ہے ان میں نیند کا غلبہ نہیں ہوتا بخلاف ذکر وغیرہ کے کہ اس میں غلبہ ہوتا ہے۔ ص ۱۹

(۱۹) مبتدی کا گناہ کرنے والوں سے نفرت کا باعث کبر نفس یا تقدس کا دعویٰ ہوتا ہے۔ ایضاً

(۲۰) عارف کا ہذیان بھی عرفان ہے۔ ص ۲۳

(۲۱) سوتے ہوئے ذکر کا جاری رہنا یا سانس کی آواز سے ذکر کا محسوس ہونا کمال نہیں ہے گو علامت محمود ہے۔ ص ۲۵

(۲۲) غلبۂ قبض کے وقت کیمیائے سعادت یا کتاب الرجا من اربعین کا مطالعہ مفید ہے۔ ص ۲۶

(۲۳) لباس میں صلحاء کا اتباع کرنا جب کہ نیت اچھی ہو توریا نہیں ہے۔ ایضاً

(۲۴) اگر شیخ کو اپنے احوال کی اطلاع اور اس کی تعلیم کا اتباع کرتا رہے تو شیخ سے دوری مضر نہیں ہے۔ ص ۲۷

(۲۵) شیخ کا چونکہ مشاہدہ ہوتا ہے اس لئے اس کا خوف طبعاً بہ نسبت ذات باری تعالیٰ کے زیادہ ہوتا ہے۔ ص ۲۸

(۲۶) شیخ کی صحبت بدون ریاضت کے بھی نافع ہے۔ اگر استفادہ ہو۔ ایضاً

(۲۷) بقاء اثر ورسوخ ایک عرصہ کے بعد ہوتا ہے۔ دلگیر نہ ہونا چاہئے۔ ص ۲۹

(۲۸) کام اگر دھن ودھیان کے ساتھ قلیل بھی ہو تو کافی ہے۔ ص ۳۱

(۲۹) بیداری میں آسمان سیاہ کا پھٹ جانا اور چھلکے ہو ہو گرنا یہ فنائے ہستی کی صورت مثالیہ ہے اور اس فناء کی ابتداء اصول اخلاق سے شروع ہوتی ہے جو متبوع ہونے میں سمٰوت کے مشابہ ہیں۔ ص ۳۲

(۳۰) مبتدی کو اخبار کا مطالعہ مضر ہے۔ ایضاً

(۳۱) کسی روز آنکھ نہ کھلنا بھی بہتر ہے اگر اس پر ندامت ہو۔ ص ۳۴

(۳۲) عیوب کا احساس ہونا بڑی رحمت ہے۔ ایضاً

(۳۳) کبر تمام معاصی کی جڑ ہے۔ ص ۳۵

(۳۴) بعض کیلئے عسرت بھی مجاہدہ ہے۔ ایضاً

(۳۵) عشق مجازی اس وقت قطرہ حقیقت ہے جس وقت وہ باری تعالیٰ کے عشق کے ذریعہ بن جائے۔ ص ۳۶

(۳۶) مبتدی پر شورش غالب ہوتی ہے اور منتہی پر سکون اور پھر اس انتہا میں بھی درجات غیر متناہیہ ہیں۔ ص ۳۷

(۳۷) ذکر سے قلب میں نرمی آتی ہے مثلاً ضعفا اور جانوروں پر رحم آنے لگتا ہے یہ آثار محمود ہیں مگر کمال نہیں ہے۔ ص ۳۸

(۳۸) جس شیخ سے علاقہ تعلیم ہو اور اس کے متعلق کسی شبہ کا حل کرنا ہو تو بعنوان عام تحقیق کرنا چاہئے تا کہ باعث کدورت نہ ہو۔ ص ۳۹

(۳۹) عمدہ علامت کے ہوتے ہوئے برے خیالات کی مثال ایسی ہے جیسے مکھی آئینہ کی سطح پر ہوتی ہے مگر اندر نظر آتی ہے۔ ص ۴۴

(۴۰) رنج طبعی وہ ہے کہ اس میں اختیار نہ ہو۔ ص ۴۷

(۴۱) ایک عالم اپنی عدم تعلیم کے مواخذہ سے اس وقت بری ہو سکتا ہے۔ جس وقت کہ اس کے قائم مقام کوئی دوسرا عالم وہاں اس فرض کو پورا کرتا ہو۔ ص ۴۸

(۴۲) (صد کتاب وصد روق در نار کن) سے وہ کتب واوراق مراد ہیں جو حاجب ہیں۔ ایضاً

(۴۳) ہجوم مرض سے اگر اوراد میں نقص ہو جائے تو اس کے تلافی کی ضرورت نہیں ہے۔ ص ۴۹

(۴۴) روحانی امراض کے علاج کے لئے تبلیغ دین کا مطالعہ مفید ہے پھر جو اثر باقی رہے اس میں مشورہ شیخ سے لینا چاہئے۔ ص ۵۱

(۴۵) اپنے عمل کو قابل قبول اور درجہ کا مستحق نہ قرار دیا جائے۔ ص ۵۳

(۴۶) نماز میں قرآن اس طرح پڑھنا چاہئے کہ گویا جناب باری تعالیٰ کی پیشی میں عرض و معروض کر رہا ہے۔ ص ۵۴

(۴۷) بعد نماز کے حب خدا اور رسول وحب شیخ کے لئے دعا کرنا عین سنت ہے۔ ایضاً

(۴۸) یاد الٰہی کا ہر وقت مستحضر ہو جانا ابتدائے نسبت کی علامت ہے۔ ص ۵۴

(۴۹) عجز وانکساری کامیابی کی دلیل ہے۔ ایضاً

(۵۰) معصیت کا چھوٹ جانا ہزاروں ذکر و شغل سے افضل ہے۔ ایضاً

(۵۱) سورہ اخلاص کا تہجد میں مکرر پڑھنا مشائخین نے ان پڑھ لوگوں کے لئے تجویز فرمایا تھا

ورنہ مسنون یہ ہے کہ کوئی سورت معین نہ کرے۔ ص ۵۵

(۲۔)ہر شخص کا مجاہدہ اس کی طاقت واستعداد کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے اور اسی میں اس کی کامیابی ہے۔ ص ۵۶

(۵۳)جوانی کے بعد بڑھاپا اور کمزوری طاری ہونے کا ایک راز یہ بھی ہے کہ روح کو نکلنے میں سہولت ہو اور جن کو اس زمانہ میں بھی تکلیف ہوتی ہے وہ محض اظہار قدرت ہے۔ ص ۵۷

(۵۴)مریض بہ نسبت صحیح کے مقصود سے زیادہ قریب ہے۔ ص ۵۸

(۵۵)اپنی اصلاح پر ناز نہ کرنا چاہئے اور نہ اکتفاء ورنہ شیطان بے فکر کر کے سب اوقات کی کسر نکال لیتا ہے۔ ص ۶۰

(۵۶)اسماء بدرییّن کا کسی غرض دینی کے لئے پڑھنا بھی موجب ثواب ہے۔ ص ۶۱

(۵۷)لاالہ کی کشش میں اپنی شکل کا سامنا ہوتا اور (ہو) کی کشش پر فنا ہو جانا ذکر کے احوال میں سے ہے جو محمود ہے مگر وہ مقصود نہیں ہے۔ ص ۶۲

(۵۸) مبتدی کے لئے وعظ و نصیحت کرنا خطرناک ہے پہلے اس کو اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔ ص ۶۳

(۵۹) منتہی پر کبھی زوائل کا غلبہ ہونے لگتا ہے تو ان کے لئے مجاہدہ ثانیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ مجاہدہ یہ ہے کہ ان امور کی طرف علماً یا عملاً مطلقاً التفات نہ کیا جائے اور ذکر کی طرف توجہ رکھی جائے۔ ص ۶۶

(۶۰) ناک کی سوراخ میں حرکت یا یہ محسوس ہونا کہ ناک سے خون بہہ رہا ہے اور چھن چھن کی آواز کا سننا یہ سب سلطان الاذکار کے آثار ہیں۔ ایضاً

(۶۱)حزب البحر کے ورد سے اگر رضائے حق مقصود ہو تو زکوٰۃ کی ضرورت نہیں ہے۔ ایضاً

(۶۲)ایک وقت معین تک اپنے عیبوں کو سوچنا اور زبان سے خود کو بیو قوف و نالائق کہنا اصلاح کے لئے اکسیر ہے۔ ص ۶۷

(۶۳)بچوں کو حد سے زیادہ تادیب مضر ہے۔ ص ۷۲

(۶۴)پان و تمباکو حقہ و سگریٹ یہ تینوں ایک ہی درجہ میں ہیں ضرورت میں مباح اور بلا ضرورت مکروہ ہے۔ مگر پان و تمباکو مناسب ہے کیونکہ وضع اہل علم کے خلاف نہیں ہے اور حقہ و سگریٹ دراصل فساق یا کفار کی اصل عادت ہے۔ ص ۷۴

(۶۵) وساوس کو دل سے برا سمجھنا کافی ہے اس کی حسرت و غم میں مشغول ہونا مضر ہے۔ ص ۷۶

(۶۶) اپنے اعضاء کو بوسہ دینا اور دوسروں کو بوسہ دینے کی خواہش دینا اور اسباب سے نظر اٹھ جانا غلبۂ توحید کی علامت ہے۔ ص ۸۱، ۸۲

(۶۷) لا الہ میں نفی کا تصور اور الا اللہ میں اثبات کا تصور جیسا کہ بعض کتب مشہورہ میں مندرج ہے اکثر طبائع میں اس کا التزام تشویش کا باعث ہوتا ہے۔ ص ۸۳

(۶۸) سنت کے موافق کام ہونے سے بشاشت ہونا اور خلاف سنت سے مکدر ہونا عین مقصود ہے۔ ص ۸۵

(۶۹) ہاتھ پاؤں کا سرد اور بے حس ہونا، طاقت کا سلب ہونا، سانس کا مشکل سے آنا اگر کوئی مرض نہ ہو تو یہ سب سلطان الاذکار کے آثار ہیں۔ ص ۸۶

(۷۰) شوق میں گریہ و محبت کا ہجوم ہوتا ہے انس میں اعتدال رہتا ہے۔ ص ۸۷

(۷۱) کسی علاج کو روزمرہ کرنے سے اس کی تاثیر میں کمی ہو جاتی ہے لہذا جب مرض کا غلبہ ہو اس کا علاج کر لیا ورنہ نہیں۔ ص ۸۹

(۷۲) خواب و منامات کو مقاصد میں کوئی دخل نہیں ہے۔ ص ۹۱

(۷۳) ذکر کرتے وقت معاصی کے تذکر سے لفظ اللہ کا تلفظ بمشکل ادا ہونا کمال توبہ کی علامت سے ہے۔ ص ۹۴

(۷۴) اگر غلطی کا اعلان ہو جائے تو اصلاح کا بھی اعلان کرنا چاہئے۔

(۷۵) اصل شکر یہ ہے کہ وضوح حق کے بعد اپنے قول یا فعل سابق پر اصرار یا تاویل اور حلیہ نہ کیا جائے۔ ص ۹۶

(۷۶) اجتہادیات میں دوسرے مقابل پر طعن یا اس کو یقیناً خلاف حق نہ کہنا چاہئے۔ ص ۹۹

(۷۷) جس شخص سے اللہ کے لئے تعلق ہو اور کوئی دنیاوی غرض نہ ہو تو اس کو خوش کرنا ریا نہیں ہے۔ ۱۰۱

(۷۸) تمام مجاہدات کا دارومدار ہمت پر ہے۔ ص ۱۰۲

(۷۹) کسی خاص موقعہ پر محبت کا زیادہ ہونا پہلی محبت کی قلت کی دلیل نہیں ہے۔ ص ۱۰۲

(۸۰) ذاکر کو جاڑوں میں پسینہ آنا کبھی وارد کی قوت کبھی بدن کا ضعف کبھی یہ دونوں چیزیں اس کا سبب ہوتی ہیں۔ ایضاً

(۸۱) طالب کو چند روز تک شیخ کی باتوں کو سنکر غور کرنا چاہئے اور سوال و جواب نہ کرنا چاہئے۔ ص ۱۰۶

(۸۲) غیر عالم کو قصص الانبیاء خلاصۃ الانبیاء تذکرۃ الاولیاء کا خود دیکھنا مناسب نہیں

ہے۔ ایضاً
(۸۳) تہجد میں مسنونہ رکعات سے زیادہ پڑھنا چاہے تو نفلوں کی نیت کرے۔ ایضاً
(۸۴) طالب کو صرف حالات کی اطلاع اور تعلیمات کی اتباع کافی ہے رائے نہ دینی چاہئے۔ ص ۱۰۷
(۸۵) معمولات کا بدستور بلاناغہ پورا ہونا استقامت فوق الکرامت ہے۔ ایضاً
(۸۶) ہر امر میں شریعت کو معیار قرار دینا چاہئے اپنے احساسات کا اعتبار نہ کرے۔ مثلاً کوئی شخص شیخ کو باوضو خط لکھنے التزام کرے تو یہ جائز نہ ہوگا۔ ایضاً
(۸۷) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اگر نفس حارج ہو تو چند بار کی مخالفت سے یہ ذمیمہ جاتا رہتا ہے۔ ص ۱۱۰
(۸۸) تلاوت میں متوسط توجہ کافی ہے مبالغہ مضر ہے۔ ص ۱۱۰
(۸۹) رویت باری تعالیٰ کا اگر تقاضہ ہو تو یہ دعا کرے کہ اے اللہ دیدار جلد نصیب ہو جس کا ماحصل سفر آخرت و شوق لقاء ہے۔ ص ۱۱۱
(۹۰) نکاح کے بارے میں یہ عمل رکھے چونکہ بر مخنت بہ بند وبستہ باش۔ ایضاً
(۹۱) شیخ سے کسی خاص طریقہ تعلیم کی درخواست گستاخی اور خلاف تفویض ہے۔ ص ۱۱۲
(۹۲) حرص طعام کا عملی علاج یہ ہے کہ بجائے نیت بھرنے کے پیٹ بھرنے پر اکتفاء کرے۔ ص ۱۱۲
(۹۳) مواعظ کے مطالعہ کے وقت دو خیال نافع ہیں اول یہ کہ اس میں کونسی برائیاں ایسی ہیں جس کی اصلاح کی ہم کو ضرورت ہے اور کون سی وہ خوبیاں ہیں جن کی تحصیل کی ضرورت ہے۔ ص ۱۱۸
(۹۴) ذکر کی غیبت اور نوم میں فرق ظاہر ہے مگر احکام فقیہہ مثل نقض وضو میں دونوں کا ایک حکم ہے اور احکام سلوک میں جس طرح غشی و نوم ترقی سے مانع ہے ویسی ہی غیبت واستغراق مانع ہے۔ ص ۱۱۹
(۹۵) کشف کے لئے آنکھ بند کرنا شرط نہیں ہے مگر ان طبائع میں جن کو بغیر اس کے یکسوئی نہ ہو۔ ص ۱۲۰
(۹۶) توجہ و ہمت کا طریقہ صرف غبی لوگوں کے لئے ہے ورنہ اس میں بعض مضرتیں بھی تھیں۔ ایضاً
(۹۷) حق العباد کے معاف ہونے پر بھی اس کے ادا کرنے کا عزم تبرعاً افضل ہے۔ ص ۱۲۱

(۹۸) حق العباد مثلاً چوری یا خیانت وغیرہ کے متعلق اگر یہ ظن غالب ہو کر صاحب حق ان امور کی اطلاع پر بھی مجملاً معافی چاہنے سے معاف کر دے گا تو اظہار کی حالت نہیں رہتی ورنہ اظہار ضروری ہے۔ ایضاً

(۹۹) نابالغ کے حقوق جب تک کہ وہ سن بلوغ تک نہ پہنچ جائے معاف نہیں ہوتے۔ پھر اس کی ادائے حقوق میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ وثوق ہو کر بالغین خیانت نہ کریں گے تو ان کو ادا کر دے ورنہ ان کی ضروری خرچ میں مثلاً کپڑے وغیرہ میں خود خرچ کرے۔ ایضاً

(۱۰۰) جب زبان ذکر سے تھک جائے تو فکر سے کام لے ورنہ پھر راحت مناسب ہے۔ ص ۱۲۲

(۱۰۱) یکسوئی اختیاری نہیں ہے اس لئے یک سوئی کے قصد سے بے چینی پیدا ہوتی ہے۔ ص ۱۲۳

(۱۰۲) مدح و ذم کرنے والوں کو حقیقت سے بے خبر اور اپنے خیال کا متبع سمجھا جاوے اور یہ خیال کیا جاوے کہ ان کا دل و زبان کسی اور کے قبضہ قدرت میں ہے اس تصور سے ان کی مدح و ذم کا کوئی معتد اثر نہ ہو گا۔ ایضاً

(۱۰۳) جوش و ولولہ کے کم ہو جانے کا سبب کبھی کمال ہوتا ہے۔ ص ۱۲۴

(۱۰۴) اس عالم میں قرب حق صرف تعلق عن الغیر سے انقطاع کا نام ہے اور اس سے زیادہ کی توقع ہوس ہے۔ ص ۱۲۴

(۱۰۵) خوش فہم وہ شخص ہے جو واردات و ثمرات ذاکر کو پیش آتے ہیں ان کی توجیہ سمجھانے سے سمجھ سکے اور عجب وغیرہ سے محفوظ رہے۔ ایضاً

(۱۰۶) تدبر آیات کے لئے تلاوت کے علاوہ جلسہ مقرر کرنا چاہئے۔ ص ۱

(۱۰۷) اگر اثنائے ذکر میں کوئی عجیب بات کا انکشاف ہو تو اس کو ضبط کر لینا چاہئے۔ ص ۲

(۱۰۸) ہر چیز میں اللہ اللہ کی آواز کا محسوس ہونا سرایت ذکر کی علامت ہے۔ ایضاً

(۱۰۹) خوف آخرت کے سبب دنیا سے اچاٹ ہو جانا عین مطلوب ہے۔ ص ۳

(۱۱۰) ہیبت میں اگر یاس کی نوبت پہنچے تو کیمیائے سعادت اور احیاء العلوم میں کتاب الرجاء کا مطالعہ مفید ہے۔ ایضاً

(۱۱۱) اصلاح باطن بمعنی التزام اذکار و اشغال متعارفہ طالب علمی میں مخل ہے اور بمعنی تقویٰ و اجتناب عن المعاصی وہ ہر وقت فرض ہے اور مخل بھی نہیں ہے۔ ایضاً

(۱۱۲) بعض اوقات بجائے مفت کام کرنے کے تنخواہ کے لینے میں عجب کا انسداد ہے۔ ص ۴

(۱۱۳) بعد الموت اگر کسی کی مغفرت کے متعلق صدمہ ہو تو ایصال ثواب کرتا رہے اس سے امید مغفرت بندھ جائے گی۔ ایضاً
(۱۱۴) برائیوں کے مقتضاء پر عمل نہ کرنے سے ان میں کمزوری ہو جاتی ہے اور ذکر و مراقبہ صرف ان کے کمزور کرنے میں معین ہوتا ہے۔ ص ۵
(۱۱۵) حضوری حاصل ہونے کے بعد ترقی کا ذریعہ معین نہیں ہے بحسب اقتضائے وارد و طریق مختلف ہوتے ہیں جن میں اعمال و اشغال و اقوال و احوال سب داخل ہیں۔ ایضاً
(۱۱۶) توجہ الی المذکور افضل ہے مگر جس وقت کوئی وارد توجہ الی الذکر کا مقتضی ہو تو اس وقت وہ انفع ہے۔ ایضاً
(۱۱۷) جس توجہ سے الجھن ہو اس کا اہتمام نہ کرے۔ ص ۶
(۱۱۸) تفکر میں اگر ذکر و مذکور دونوں کا پتہ نہ رہے وجداناً یہ دیکھنا چاہئے کہ اجمالی حالت میں بھی توجہ ہے یا نہیں تو یہ ساعت غفلت میں شمار ہو گی۔ ایضاً
(۱۱۹) حقیقت پر نظر ہونے سے لذت و اطمینان محسوس ہوتا ہے۔ ایضاً
(۱۲۰) قصور کی تلافی پر زیادہ کاوش نہ ہونا عبدیت و تفویض کا اثر ہے مگر احتیاطاً تلافی کر لینا چاہئے تاکہ نفس حیلہ نہ کرے۔ ص ۷
(۱۲۱) تمام مناقشات سے علیحدہ رہنا اور گوشہ گمنامی کو پسند کرنا ایک رفیع حالت ہے۔ ص ۸
(۱۲۲) ہر حالت میں شکر کرنا شعبہ تفویض ہے۔ ایضاً
(۱۲۳) خواب میں بشارت غوثیت کی تعبیر یہ ہے کہ اس سے مخلوق کو دعا و ہدایت ہو گی۔ ص ۱۰
(۱۲۴) خواب میں سورہ زمر کی آخری آیتوں کا تلاوت کرنا بشارت اعمال صالحہ ہے اور اسی سورت میں اہل نار کی آیتوں کا نہ پڑھ سکنا معاصی سے اجتناب اور گویا آخرت میں وعید نہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ ایضاً
(۱۲۵) اپنی پختہ قبر کا دیکھنا اعمال صالحہ کے بقا کی طرف اشارہ ہے۔ ایضاً
(۱۲۶) خواب میں شیخ کا یہ کہنا کہ تم عورتوں سے بیعت لیا کرو نا قصین کی ہدایت کی اہلیت کی بشارت ہے۔ ص ۱۱
(۱۲۷) اصلاح اخلاق کی کتب کا مطالعہ کاملین کو بھی بقا و ترقی میں معین ہوتا ہے۔ ایضاً
(۱۲۸) طالب سے تواضع کرنا رہزنی ہے۔ ص ۱۷
(۱۲۹) نسبت کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے قلب کو ایسا تعلق ہو جائے کہ اس کی یاد اور

طاعت غالب رہے۔ ص ۱۸

(۱۳۰) اپنی بد حالی کا گمان اعلیٰ درجہ کی خوشحالی ہے۔ ص ۱۹

(۱۳۱) منزل مقصود تک رسائی کی فکر حسن حال کی دلیل ہے۔ ص ۲۰

(۱۳۲) اگر ضعف کی وجہ سے آنکھ نہ کھلے تو تقویت کی تدبیر کرنا چاہئے اور دن میں کچھ زیادہ سونا چاہئے۔ ص ۲۱

(۱۳۳) من استغضب فلم يغضب فهو حمار کی تفسیر یہ ہے کہ اس کا منشاء نصرت و رضامندی حق ہو۔ ص ۲۳

(۱۳۴) راستہ میں سالک پر ظلمت کے محسوس ہونے کا باعث کبھی تو اتفاق ہوتا ہے۔ اور کوئی مبتدع و مخالف حق کا نظر آنا اور اس سے مقصود کبھی تنبیہ ہوتی ہے اور کبھی بطور طبعی انکشاف ہو جاتا ہے۔ ایضاً

(۱۳۵) کبھی کشف سے مبتدی کا امتحان مقصود ہوتا ہے۔ ایضاً

(۱۳۶) جذب چونکہ عادۃً ریاضت پر موقوف ہے اس لئے کام بلا انتظار جذب شروع کرنا چاہئے۔ ص ۲۴

(۱۳۷) اصل مجاہدہ اخلاق رذیلہ کی اصلاح ہے اس کے بعد اخلاق حمیدہ تھوڑی سی توجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ص ۲۸

(۱۳۸) حالت غیر اختیاری اگرچہ موافق سنت نہ ہو معاف ہے۔ ص ۳۷

(۱۳۹) وسوسہ کے علاج میں عدم التفات دفع کے قصد سے نہ کرے بلکہ کسی درجہ میں بھی اس کا خیال نہ کرے۔ ص ۴۱

(۱۴۰) حضور ﷺ کی زیارت فی المنام غیر اختیاری ہے اور نہ اس کو تصوف میں کچھ دخل ہے۔ ص ۴۵

(۱۴۱) مبتدی کو غیر سلسلہ کے بزرگوں سے ملنا مضر ہے۔ ایضاً

(۱۴۲) زمانہ تحصیل علم میں بلا اختیار احوال کا عروض بھی عین مقصود علم ہے۔ ص ۴۸

(۱۴۳) خلق سے طبعی وحشت کے ساتھ اختیاری التفات جمع ہو سکتا ہے۔ ص ۵۰

(۱۴۴) قرآن یا ذکر کو دوسرے سے سننے میں یکسوئی ہوتی ہے اس لئے کہ خود کچھ کرنا نہیں پڑتا۔ اور قرآن و ذکر سے متاثر ہونا بھی دلیل سرایت ذکر کی ہے۔ ایضاً

(۱۴۵) لطائف صوفیہ سب مخلوق اور مجرد و غیر مادی ہیں۔ ص ۵۱

(۱۴۶) جب کوئی شخص عند اللہ بری ہو تو مخلوق کی ذلت سے دل تنگ نہ ہو بلکہ احیاناً اس میں

نفس کا علاج ہے۔ ص ۵۵
(۱۴۷) اگر کسی شخص کو بعض وجوہ سے نکاح پر قدرت نہ ہو تو اس تکلیف پر صبر کرنے سے مستحق اجر ہوگا۔ اور اس مجاہدہ سے اصلاح نفس ہوگی۔ ص ۵۶
(۱۴۸) احیاناً صاحب الحال کیلئے جب تک اعتدال پیدا ہو بعض امور مسنونہ کا ترک بھی مناسب ہوتا ہے۔ ص ۵۷
(۱۴۹) شیخ سے استفادہ کے لئے لوگوں کو ترغیب دینے میں کوئی حرج نہیں اگر اس سے مقصود اشتہار یا تشہیر نہ ہو۔ ص ۵۸
(۱۵۰) اصلاح نفس کے لئے حسب استعداد ہر ایک کی مدت جداگانہ ہے طالب اگر اپنے احوال کی نگرانی کرے تو خود سمجھ سکتا ہے۔ احتیاطاً شیخ سے بھی اجازت لے لے۔ ص ۵۹
(۱۵۱) احوال کا طاری ہونا مطلقاً ترقی سلوک کی دلیل نہیں ہے کبھی رغبت میں بھی ایسے احوال متشابہ پیش آتے ہیں۔ ص ۵۹
(۱۵۲) ورد کا بلا اختیار ناغہ ہونا قابل تاسف نہیں ہے۔ ص ۶۲
(۱۵۳) صحبت کی کم از کم مدت بھی نافع ہے۔ ایضاً
(۱۵۴) وسوسہ منافی اخلاص و حضور نہیں ہے۔ ایضاً
(۱۵۵) صرف مداومت معمولات سے استقامت ہوتی ہے۔ ص ۶۳
(۱۵۶) اگر ذکر ہی سے مراقبات کی غایت حاصل ہو جائے تو مستقلاً ان کی حاجت نہیں ہے۔ ایضاً
(۱۵۷) غلط تلاوت اگر قصداً نہ ہو تو تلاوت نہ چھوڑے اور آہستہ آہستہ اصلاح کرتا رہے۔ ص ۶۴
(۱۵۸) مجاہدہ اضطراری جیسے مرض وغیرہ میں چونکہ سراسر انکسار و افتقار بھی ہے اس لئے بعض اوقات مجاہدہ اختیاری سے بھی زیادہ نافع ہے۔ ص ۶۶
(۱۵۹) اگر اپنے عیوب کا استحضار رکھے تو کسی کی بدگوئی سے کم متاثر ہوگا۔ ص ۶۸
(۱۶۰) مرض کی حالت میں نہ ہو تو فکر بھی کافی ہے اگر یہ نہ ہو ہادی کا قرب کافی ہے اگر اس میں بھی کمی ہو تو اس کا غم بھی کافی ہے اگر یہ بھی نہ ہو تو اس کا افسوس ہی کافی ہے۔ ایضاً
(۱۶۱) اپنے پیشاب سے مسوں کا علاج بوقت ضرورت شدید جائز ہے۔ ص ۶۹
(۱۶۲) دینی مشکلات کی بہتر تدبیر کسی شیخ کی صحبت ہے۔ اگر میسر نہ ہو سکے تو صبر کرے یعنی جتنے کام اختیار میں ہیں کئے جائے اور امور غیر اختیاری میں تفویض کرکے خاموش

رہے۔ ص ۷۷
(۱۶۳) کبر کی شناخت یہ ہے کہ اگر کوئی تعظیم نہ کرے تو غصہ آئے اور اس کے درپے ہو جائے۔ ایضاً
(۱۶۴) کبھی اصلاح کی فکر و تشویش بھی نافع ہوتی ہے۔ ص ۷۸
(۱۶۵) نفع رسانی سے ناامید نہ ہونا چاہئے اگرچہ کم ہو۔ ایضاً
(۱۶۶) جملہ احوالہ میں حضوری رہنا یہی وصول الی المسمّٰی ہے۔ ص ۷۹
(۱۶۷) کوتاہی پر استغفار بھی مشاہدہ کا ایک جزو ہے۔ ص ۸۱
(۱۶۸) اجازت خلافت پر ندامت کمالات سے ہے۔ کیونکہ تواضع ہے۔ ایضاً
(۱۶۹) اگر اوقات کو منضبط کیا جائے تو اشغال میں مزاحمت نہیں ہوتی ہے۔ ص ۸۲
(۱۷۰) دنیاوی امور میں وقت اور دینی امور میں اس کا عدم اس لئے ہوتا ہے کہ دنیا میں غم کا رونا ہے اور دین میں غم ہی کیا ہوتا ہے۔ ایضاً
(۱۷۱) ذکر میں اشعار پڑھنے کا مضائقہ نہیں مگر کثرت نہ ہو۔ ایضاً
(۱۷۲) بعض لوگوں کو امر بالمعروف سے ضرر ہوتا ہے جس کو مبصر شیخ بتا سکتا ہے۔ ص ۹۰
(۱۷۳) بعض لوگوں کو ازالہ رذیلہ کے لئے علمی علاج ہی کافی ہے۔ ص ۹۱
(۱۷۴) اگر توبہ سے بوجہ شدت حیاو ندامت انقباض ہو تو چندبار بتکلف توبہ کرنے سے یہ مرض جاتا رہے گا۔ ایضاً
(۱۷۵) پاس انفاس کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی وقت ذکر سے خالی نہ ہو جس کا طریقہ معروف ہے مگر تجربہ سے ذکر لسانی زیادہ نافع ہے۔ ایضاً
(۱۷۶) سلطان الاذکار کی حقیقت آثار ذکر کا غلبہ ہے اور اس کا طریقہ اصل میں کثرت ذکر مع الاستحضار ہے اور سہولت کے لئے مشائخ نے جو طریقہ لکھا ہے وہ ضیاء القلوب میں موجود ہے اور پھر مجازاً اس کا طلاق خود طریق پر بھی ہونے لگا۔ ص ۹۲
(۱۷۷) اگر کسی کے لئے امامت صلوۃ مناسب نہ ہو تو انکار کر دے یا عارضی طور پر تاانتظام ثانی قبول کرے۔ ایضاً
(۱۷۸) ذکر کے آثار کا احیاناً احساس نہیں ہوتا ہے اس کا امتحان یہ ہے کہ معاملات حلال و حرام حرص و شہوات کے مواقع میں اندازہ کرے۔ ایضاً
(۱۷۹) طبعی محبت میں اسباب طبیعیہ کے تبدل سے کمی و زیادتی ہوتی رہتی ہے بخلاف عقلی محبت کے اور اس کا انسان مکلف ہے۔ ص ۹۳

(۱۸۰) اللہ والوں کی محبت اللہ ہی کی محبت ہے مگر مخلوق و خالق کی محبت کے الوان مختلف ہوتے ہیں اور اکثر لوگ پہلی ہی محبت کو محبت سمجھتے ہیں اور محبت کا ادراک نہیں ہوتا ہے۔ ص ۹۴

(۱۸۱) صرف کتابوں کے مطالعہ سے مقصود کی تحقیق نہیں ہوتی ہے اس کے لئے صحبت کی ضرورت ہے۔ ص ۹۶

(۱۸۲) حدیث (لا یقص الا امیر اومامور اومختال) ان امور سے مراد یہ ہے کہ جس کو امیر نے خدمت وعظ کے لئے مقرر کیا ہو اور جہاں امیر نہ ہو وہاں عامہ مسلمین جن میں اہل حل وعقد ہی ہوں۔ قائم مقام امیر ہیں۔ ایضاً

(۱۸۳) صاحب کمال کو ہر وقت ترساں و لرزاں رہنا چاہئے ہر وقت خیال رکھے کہ رذائل کا کہیں عود تو نہیں ہوا اور صفات حاصلہ کی ترقی میں کوشاں رہے۔ ص ۹۷

(۱۸۴) مکروہات کے ارتکاب سے ہر وقت خائف رہنا گو زیادتی صوم وصلوۃ میں نہ ہو مذاق قلندری کہلاتا ہے۔ ایضاً

(۱۸۵) احباب سے بوجہ ضرر اختلاط نہ کرنا کبر نہیں ہے کیونکہ اس میں تحقیر فعل کی ہے نہ فاعل کی۔ ص ۹۸

(۱۸۶) بعض لوگوں کے لئے مشغلہ طب مضر ہے۔ ایضاً

(۱۸۷) کسی کے روبرو کسی کے مشغلہ میں دل لگنا ریا نہیں ہے کیونکہ قصداً نہیں ہے۔ ص ۹۸

(۱۸۸) اگر ایک عبادت نافلہ کی زیادتی سے کسی دوسرے ورد میں کمی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ص ۹۹

(۱۸۹) فجار و فساق سے نفرت کے ساتھ حسن ظن جمع ہو سکتا ہے جیسے کوئی حسین آدمی اپنے منہ پر سیاہی مل لے۔ تو اس کو اچھا اور سیاہی کو برا کہا جاتا ہے اور برتاؤ میں مبتدی کو مناسب ہے کہ ان لوگوں سے نرم برتاؤ کرے مقام تحقیق پر پہنچنے کے بعد ہر ایک کا حق ادا کر سکتا ہے۔ ص ۱۰۰

(۱۹۰) مبتدی کو ابتداءً احیاء العلوم کے صرف منجیات کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ ص ۱۰۱

(۱۹۱) کسی خیر کا اثر جب کہ وہ باطن پر ہو تو اصطلاح میں اس کو بسط کہتے ہیں اور مصیبت کے اثر کو اگر باطن پر ہو تو قبض کہتے ہیں۔ ص ۱۰۳

(۱۹۲) اشراف مطلق انتظار یعنی حصول کے احتمال کو نہیں کہتے ہیں بلکہ خاص اس انتظار کو کہتے ہیں کہ اگر نہ ملے تو قلب میں کدورت ہو اور اس پر غصہ آئے اور اس درجہ کا اشراف بھی اہل توکل کیلئے مذموم ہے اور اہل حرفہ مثلاً طبیب وغیرہ کے لئے مذموم نہیں۔ ص ۱۰۴

حصہ ہفتم

(۱) اشغال و افکار سے بد دل نہ ہونا خلوص و حضور کی علامت ہے۔ ص ۱
(۲) جب ایک نماز قضا ہو تو دو وقت کا فاقہ اس کا جرمانہ ہے۔ ایضاً
(۳) بلا دلیل خدائے تعالیٰ کا ہر جگہ مشاہدہ کرنا غنودگی کا طاری رہنا خطاب مخاطب کی ناگواری غلبۂ فنا کی علامت ہے۔ ص ۲
(۴) بی بی یا کسی کی محبت شیخ کی محبت سے معارض نہیں ہے۔ صرف محبت کے الوان کا اختلاف ہے۔ ایضاً
(۵)) معمولات کا اس خیال سے قضا کرنا کہ لوگ مقدس کہیں گے۔ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ترک عمل الناس بھی ریا ہے۔ ایضاً
(۶) اگر غلبۂ ریاء کا ہو تو عقلی خوف مع العقل کافی ہے۔ ص ۳
(۷) نسبت ایک ہے صرف حسب استعداد الوان مختلف ہوتے ہیں جس کا مدار اختلاف سلسلہ نہیں بلکہ اختلاف طبائع کا ہے۔ ص ۳
(۸) مرنے کے غم پر ہزاروں مسرتیں قربان ہیں۔ ص ۴
(۹) بعض لوگوں پر خداوند تعالیٰ کے مشاہدہ کا غلبہ ایسا ہوتا ہے کہ بستر پر پیر پھیلا کر نہیں سوسکتے۔ ص ۵
(۱۰) اگر ضعف نہ ہو تو روزوں کے داعیہ پر عمل کرنا چاہئے۔ ص ۵
(۱۱) لوگوں کے برتاؤ سے نہ مسرت حاصل کی جائے نہ مدافعت۔ ص ۶
(۱۲) گانے کی آواز سے اگر غم ہو تو اس کی طرف التفات نہ کرے (یہ کیفیت متوسط کو ہوتی ہے' ایضاً
(۱۳) سیاہ مرچیں چبانے سے نیند کا غلبہ دفع ہوتا ہے۔ ایضاً
(۱۴) ذکر میں وحشت ہو تو ایسی جائے بیٹھنا جہاں دوسرے ذاکر کی آواز آتی ہو تو وحشت رفع ہو جاتی ہے۔ ایضاً
(۱۵) پاکیزہ مذاق یہ ہے کہ الفاظ ماثورہ کے ہوتے ہوئے منقولہ عن المشائخ سے تسلی نہ ہو۔ ص ۷
(۱۶) خیر و شر کے مسئلہ میں اگر وسوسہ آئے تو بجائے تفصیل کے اجمالی طور پر جواب دے کر ختم کردے وہ اجمال یہ ہے کہ سب خدا کی ملک ہے وہ اپنے ملک میں جو چاہیں

تصرف کریں ان پر کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا ہے۔ ایضاً

(۱۷) ذکر میں بلا قصد گریہ طاری ہونا علامت محبت ہے۔ ص ۱۱

(۱۸) خوف کے لئے رونا لازم نہیں ہے فکر لازم ہے۔

(۱۹) اگر ذات خداوندی کا تصور نہ جم سکے تو ذکر کے وقت قلب پر توجہ رکھے اور قلب پر انوار خداوندی کا نزول مثل بارش کے تصور کرے۔ ص ۱۲

(۲۰) تنگدست کا عزم ادا بھی فی حق الآخرت مثل ادا ہے۔ ص ۱۵

(۲۱) قلب میں حق تعالیٰ کے تشریف فرما ہونے کا تصور جمنا اور دل کے انوار وغیرہ کو غیر اللہ سمجھنا یہ غلبہ معیت کا ہے۔ ص ۱۶

(۲۲) حضور علیہ کا بیداری میں دیکھنا صورت مثالیہ ہے حقیقت نہیں ہے اور نہ اس کو اکتساب میں دخل ہے اور نہ کمال قرب اس میں منحصر ہے۔ ایضاً

(۲۳) خداوند تعالیٰ کا تصور سب کو بوجہ ہوتا ہے مگر اس میں بھی تفاوت ہے کہ کسی کو اس وجہ کی کنہ منکشف ہوتی ہے اور بعض کو اس وجہ کی بھی وجہ ہی مدرک ہوتی ہے۔ ص ۱۷

(۲۴) جس کام میں مشغولی دلچسپی کے ساتھ دائمی یا غلبہ سے ہو اس کو انہماک کہتے ہیں۔ ایضاً

(۲۵) اپنے سلسلہ کے بزرگوں کو ایک بار سورہ یٰسین شریف پڑھ کر بخشنا چاہئے۔ ص ۱۹

(۲۶) ہر غیبت پر صلوۃ توبہ کا التزام اس کا علاج ہے۔ ص ۲۰

(۲۷) وجود حق تعالیٰ میں شیطانی وسوسہ اور اس کے زوال سے یہ فائدہ ہے کہ اس شخص کو موت کے وقت یہ وسوسہ نقصان نہ پہنچائے گا۔ ص ۲۱

(۲۸) جو حالت بلا قصد طاری ہو جائے وہ ترقی ہے اگرچہ سابق حالت میں اس سے بہتر ہو۔ ص ۲۲

(۲۹) ذکر کے وقت گناہوں کا تصور کرنا ایک گونہ حجاب ہے۔ اگر بلا قصد آئے تو استغفار کر کے ذکر میں مشغول ہو جائے۔ ص ۲۸

(۳۰) دوسروں کی تواضع یا مسکنت دیکھ کر اپنے عجز وانکسار کو کبر شمار کرنا اثر تواضع ہے۔ ایضاً

(۳۱) غیر اختیاری معصیت کی خواہش سے اگر لذت حاصل نہ کی جائے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ ص ۲۹

(۳۲) استحضار عقاب ودعا والتجا سے تقاضائے معصیت کمزور ہو جاتا ہے۔ ایضاً

(۳۳) کثرت تلاوت سے بلا رد ہوتی ہے۔ ص ۳۱

(۳۴) صرف برکات پر قناعت نہ چاہئے عمل بھی ضروری ہے۔ ایضاً

(۳۵) بار بار توبہ کرنے میں اگرچہ شرم آئے مگر اس کی پروا نہ کرے۔ ص ۳۳
(۳۶) شیخ جاہل سے بیعت شکنی واجب ہے۔ ص ۳۴
(۳۷) سلسلہ تعلیم سے پہلے قصد السبیل کو غور سے پڑھ کر کام شروع کرے اور پھر اطلاع دے۔ ص ۳۴
(۳۸) انوار ناسوتی ہوں یا ملکوتی دونوں نافع ہیں مگر التفات مضر ہے۔ ص ۳۵
(۳۹) حوائج کے لئے بجائے وظیفہ کے دعا پر اکتفا کرنا عین خلوص ہے۔ ایضاً
(۴۰) اذا تم فقر اللہ کا مرجع ضمیر تمام فقر بمعنی ما علیہ التمام ہے یعنی فقر کا مقصود و مرجع حق تعالیٰ ہیں۔ ایضاً
(۴۱) دلائل الخیرات کے بعض صیغوں کے منقول ہونے میں شبہ ہے اس لئے اس کی تلاوت میں جتنا وقت صرف ہو بجائے اس اور درود شریف کے منقول صیغہ کا ورد افضل ہوگا۔ ص ۳۶
(۴۲) امور دنیویہ کے اشغال میں اگر حضوری نہ رہے کہ کوئی حرج نہیں ہے کہ طبعی بات ہے۔ ص ۳۸
(۴۳) اپنے احسان کے یاد رہنے یا مخالف طبع شخص سے تنفر ہو جانے میں کوئی، حرج نہیں ہے اگر مقتضا پر عمل نہ ہو۔ ایضاً
(۴۴) ایک کا مراقبہ دوسرے کے لئے نافع نہیں۔ ص ۳۹
(۴۵) خواب میں شیخ کی زیارت نہ ہونا محرومی نہیں ہے۔ ایضاً
(۴۶) نماز میں جس تصور سے جمعیت ہو اس کو اختیار کیا جائے خواہ تصور ذات کا ہو یا کلام اللہ کا ہو۔ ایضاً
(۴۷) دوزخ و بہشت سے استغنا کا مدعی خود پسند ہے جس کا علاج فنا ہے۔ ایضاً
(۴۸) طالب کو اہل اللہ کی صحبت مفید ہے مگر تعلیم ایک ہی سے حاصل کرنا چاہئے۔ ایضاً
(۴۹) تسبیح کا بلا خیال شمار رکھنا مفید ہے۔ ص ۴۰
(۵۰) نفس کی موافقت باجازت شرع حجاب نہیں ہے۔ ایضاً
(۵۱) اپنی کسی بہتر حالت پر نظر کرنا بھی اپنی صفت ہستی پر نظر کرنا ہے جو سالک کے لئے مضر ہے۔ ایضاً
(۵۲) ابتداء میں سالک کو محویت کا غلبہ ہوتا ہے اور انتہا میں اس میں کمی محسوس ہوتی ہے۔ یہ آخر الذکر معتبر ہے اگر اعمال میں کمی نہ ہو۔ ص ۴۰

(۵۳) بعض اوقات سالک کا نفس شیخ کی ہدایات میں وساوس اور الجھن پیدا کرتا ہے جو عقل و عشق کے مغلوب ہونے کی دلیل ہے مگر اس پر عمل نہ کرنا چاہئے آخر میں اس کا جوش منقطع ہو جاتا ہے۔ ص ۴۱

(۵۴) تیمم یا کسی رخصت پر عمل کرنے سے اگرچہ نفس مطمئن نہ ہو مگر عقلاً فتویٰ پر عمل کرنے سے تنگی نہ ہونا چاہئے۔ ایضاً

(۵۵) جناب باری تعالیٰ کے لئے مقام ادب کے لحاظ سے تم یا آپ کا استعمال بلا خوف کرنا چاہئے۔ ایضاً

(۵۶) سینے سے عطا کرنے کے معنے یہ ہیں کہ دل سے تعلیم اور شفقت سے خیال اور محبت سے دعا کرے۔ ایضاً

(۵۷) مبتدی کو تفصیل احوال کے درپے نہ ہونا چاہئے۔ کام کرنا چاہئے۔ ص ۴۲

(۵۸) دعا سے پہلے امنگ اور عین وقت پر سکون کے مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ ایضاً

(۱) صفت شوق (۲) غلبۂ ہیبت (۳) غلبۂ تفویض (۴) غلبۂ فناء (۵) غلبۂ توحید کہ غیر حق کا سوال کیوں کیا جائے (۶) غلبۂ حیرت کہ کیا مانگوں کیا نہ مانگوں۔ ان امور کا ادراک وجدان سے ہوتا ہے۔ ایضاً

(۵۹) کبھی ذاکر کو غلبہ فنا کی وجہ سے اپنے وجود کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ ایضاً

(۶۰) بلا قصد وساوس کی مثال ایسی ہے کہ جس طرح انسان کو ایک چیز کے دیکھنے میں اطراف کی چیزیں بلا قصد نظر آتی ہیں جس پر ملامت نہیں ہے۔ ایضاً

(۶۱) ذکر میں کندھے پر ثقل اور قلب میں لذت کا محسوس ہونا سرایت ذکر کی علامت ہے۔ ص ۴۳

(۶۲) جو چیزیں بلا توجہ بھی جاری رہتی ہیں اس میں وساوس کا ہجوم ہوتا ہے جیسے نماز و ذکر بخلاف کتب بینی کے۔ ایضاً

(۶۳) لذت طاعات پر شکر کرنا چاہئے۔ ایضاً

(۶۴) اعمال میں کوتاہی کا خیال عین مطلوب ہے۔ ص ۴۴

(۶۵) مجاہدہ تین جزو پر مرکب ہے (۱) معمولات پر مداومت (۲) مواعظ کا التزام مطالعہ (۳) طاعت و معاصی میں ہمت و قصد سے کام لینا کوتاہی پر تدارک کرنا اور کیفیات کا انتظار نہ کرنا۔ ایضاً

(۶۶) تحمل سے زیادہ محنت کرنے سے گرانی اور پھر افسردگی یا الجھن پیدا ہوتی ہے۔ ص ۴۵

(۶۷) مسجد میں اگر مصلی فرض یا سنن مؤکدہ پڑھتا ہو تو ذاکر کو اس کی رعایت ضروری ہے اور نوافل میں ضروری نہیں ہے۔ ایضاً

(۶۸) تغیرات اگر بلا اختیار ہیں تو کوئی غم نہیں اگر اختیار سے ہیں تو تدارک اس کا ہمت ہے۔ ص ۴۶

(۶۹) وساوس کے علاج کے دو جز ہیں (۱) بالکل التفات نہ کیا جائے (۲) کوئی شغل ایسا ہو کہ جس میں قوت فکر یہ صرف ہو اور زیادہ بار نہ ہو مثلاً تذکرہ صالحین کا مطالعہ اور کسی شخص سے دینی مذاکرہ کا افادہ استفادہ رکھنا اور بوقت دلچسپی درود شریف یا کلمہ کا سرسری توجہ سے ذکر کرنا۔ ص ۴۷

(۷۰) کسی مضمون کا سمجھ کر پڑھنا نافع اور موثر ہے خواہ یاد رہے یا نہ رہے۔ ص ۴۷

(۷۱) اصلاح نفس کے لئے شیخ جس شخص کے سپرد کر دے اس کی اطاعت کرنا چاہئے اگرچہ غیر مشہور ہو۔ ایضاً

(۷۲) مرحومین کے صدمہ کا بھلانا خلاف مروت نہیں ہے۔ خلاف مروت یہ ہے کہ ایصال ثواب نہ کیا جائے اور نہ بلا اختیار صدمہ کا غلبہ قابل مواخذہ ہے۔ ص ۴۸

(۷۳) زن و فرزند کی خدمت و رعایت سے اگرچہ تشویش ہو مگر سالک کے لئے نافع ہے۔ ص ۵۱

(۷۴) دلائل شرعیہ کے ہوتے ہوئے مکاشفہ قابل اعتماد نہیں ہے اگرچہ شیخ کامل ہی کیوں نہ ہو۔ ص ۵۲

(۷۵) جس حال میں رکھیں اس پر راضی رہنا چاہئے اس کی شکایت کرنا حق تعالیٰ پر الزام ہے۔ ایضاً

(۷۶) نماز کی تکمیل جس طرح حضور قلب سے ہوتی ہے۔ اسی طرح اس کی کوتاہی پر ندامت سے بھی ہوتی ہے۔ ایضاً

(۷۷) وسعت سے زیادہ حقوق کی رعایت نہ چاہئے اور نہ اسی کا ترک خلاف محبت ہے۔ ص ۵۳

(۷۸) باپ کی زندگی میں بھی اگر علیحدہ انتظام کی ضرورت ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔ ایضاً

(۷۹) کفالت حقوق کے مختلف طریق ہیں۔ بہتر طریقہ وہ ہے جو آسانی سے پورا ہو سکے ایضاً

(۸۰) اگر مہمانداری کی وسعت نہ ہو تو جس قدر کھانا ہو سامنے لا کر رکھدے اور صفائی سے کہنا کچھ مشکل نہیں ہے اگر کبر نہ ہو۔ ص ۵۳

(۸۱) عبادات میں گاہے رغبت اور گاہے بے رغبتی یہ سب تلونیات ہیں عمل میں کوتاہی نہ کرنا چاہئے۔ ص ۵۴

(۸۲) غیر اختیاری دنیوی اشغال پر راضی رہنا بھی مجاہدہ ہے۔ ایضاً

(۸۳) کسی کی ہلاکت کا تصور نہ جمانا چاہئے کیونکہ اگر موثر ہو گیا تو قتل کا گناہ لازم آئے گا۔ ص ۵۵

(۸۴) اگر بی بی نیک ودیندار ہو تو خیر المتاع ہے اس کی کفالت سے گھبرانا نہ چاہئے۔ ایضاً

(۸۵) اگر تنخواہ سے قرض ادا نہ ہو سکے زائد اثاث البیت یا کتب سے اس کو ادا کرے۔ ص ۵۶

(۸۶) تلاوت میں تصحیح کلمات کو منجاب اللہ تصور کرنا مناسب ہے کہ غلطی کو ادھر سے تصور نہ کرے ورنہ اس تصحیح کلمات کو بھی اپنی طرف سے منسوب کرے۔ ایضاً

(۸۷) حاضر اور غائب کے بعض آثار متفاوت ہوتے ہیں خصوصاً بعض طبائع میں اس کا فرق بین ہوتا ہے۔ ص ۵۷

(۸۸) تعویذ یا گنڈا برا وہ ہے جو خلاف شرع ہو یا اس پر تکیہ واعتماد ہو۔ ص ۵۸

(۸۹) معوذتین پڑھ کر دم کرنے سے خیالات کی پریشانی اور بھوت پریت کا علاج ہے۔ ایضاً

(۹۰) کسی عمل کے ذریعہ سے لڑکی کو مغلوب کر کے نکاح پر آمادہ کرنا جائز نہیں۔ ص ۵۹

(۹۱) نماز ہول قبر کی کوئی اصل نہیں البتہ بلا قید ونام کسی عبادت بدنیہ ومالیہ کا ثواب پہنچانا ثابت ہے۔ ص ۶۰

(۹۲) بعض طبائع مال سے متاثر ہوتے ہیں اور بعض حال سے مثلاً بعض لوگوں پر عصر سے عشاء تک خاص محویت رہتی ہے۔ کیونکہ فناوزوال کی آمد ہے اور تہجد میں نہیں کیونکہ تعلقات کی آمد کا وقت ہے۔ ایضاً

(۹۳) حزن وتاسف بھی گریہ چشم کے حکم میں ہے۔ ایضاً

(۹۴) وعظ الغضب کا مطالعہ غصہ کا علاج ہے۔ ص ۶۱

(۹۵) فرائض نماز میں اگر دل گھبرائے تو نوافل کے پڑھنے سے تدارک کرے۔ ایضاً

(۹۶) مشاغل کے وقت صرف زبان سے بھی ذکر کافی ہے۔ ایضاً

(۹۷) ترتیل وقواعد کا لحاظ سری وجہری دونوں نمازوں میں یکساں کرنا چاہئے۔ ایضاً

(۹۸) ترتیل امر اختیاری ہے اس کا اہتمام ضروری ہے گو بہ تکلیف ہو۔ ص ۶۲

(۹۹) غائب وحاضر کے آثار کے موازنہ کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً اگر حضور اس عالم میں

تشریف رکھتے تو یقیناً شیخ موجود سے زیادہ کشش ہوتی جو اس وقت غیوب میں محسوس نہیں ہوتی ہے۔ ایضاً

(۱۰۰) اصلاح اعمال کا نسخہ۔

(۱) افعال اختیاریہ میں ارادہ ہمت سے کام لینا۔ ص ۶۳

(۲) لغزش پر بیس ۲۰ رکعت کا جرمانہ۔ ایضاً

(۳) تربیت السالک کا مطالعہ۔ ایضاً

(۴) لاحول ولا قوۃ کی کثرت بہ نیت عجز اور درخواست حفاظت۔ ایضاً

(۵) بلاضرورت کسی سے نہ ملنا اور نہ بولنا۔ ایضاً

(۶) شیخ کی صحبت میں رہنے کے لئے فرصت نکالنا اور اس کے اوقات و عادات کا لحاظ رکھنا۔ ایضاً

(۱۰۱) علاوہ معمولات کے اگر کسی وقت خاص ورد کا تقاضا ہو تو اس کو جاری کرنا خلاف تجویز شیخ نہ ہوگا۔ ایضاً

(۱۰۲) بعض اوقات بلاضرورت کسی فضیلت کا اظہار بھی وقائق ریا میں سے ہے۔ ص ۶۴

(۱۰۳) بعض اوقات حرارت ذکر سے گوشت کا کوئی حصہ متحرک ہونے لگتا ہے جو قابل التفات نہیں ہے۔ ص ۶۵

(۱۰۴) اگر ذکر میں جناب باری تعالیٰ کے تشبیہ و مثال کا کوئی خیال قائم ہو تو کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس میں اعتقاد قصد کو دخل نہ ہو۔ ایضاً

(۱۰۵) خوف و محبت میں کثرت گریہ عین مطلوب ہے۔ ص ۶۶

(۱۰۶) ثمرات کو ریاضت کا نتیجہ سمجھنا خلاف سنت ہے۔ ایضاً

(۱۰۷) بعض غلطیوں کا ازالہ بجائے کتابوں کے صرف کسی شیخ محقق کی صحبت سے ہوتا ہے۔ ص ۶۷

(۱۰۸) عملیات و عزائم سے تقویت حاصل کرنا ضعف توکل کی دلیل ہے اور مسلک عارفین کے خلاف ہے۔ ص ۶۷

(۱۰۹) اس راہ میں

جز خضوع و بندگی و اضطرار
اندریں حضرات ندار و اعتبار

کے سوا مطلوب نہیں ہے۔ ص ۶۸

(۱۱۰) خواب میں اہل اللہ مثالاً منکشف نہیں ہوتے ہیں بلکہ کوئی روح مقدس یا کوئی فرشتہ اس صورت میں بمصلحت انس ظاہر ہوتا ہے۔ ایضاً

(۱۱۱) بعض طبائع پر خداوند تعالیٰ کی محبت آنحضرت ﷺ کی محبت پر غالب ہوتی ہے جس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ص ۶۱

(۱۱۲) کیونکہ یہ تربیت عین مقتضائے حقیقت ہے۔ ایضاً

(۱۱۳) مشاغل تصوف میں خلق پر نظر نہ چاہئے۔ ایضاً

(۱۱۴) چونکہ خداوند تعالیٰ اپنے تعین کے لحاظ سے بے مثل ہے اس لئے مدرک نہیں ہوتا ہے لہذا اس طرح بھی خیال قائم ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ماسوا تعینات سے منزہ و پاک ہے۔ ص ۶۲

(۱۱۵) مذکور کی ذاتاً عدم تناہی سے ذکر کی عدم تناہی زماناً لازم نہیں ہے۔ ایضاً

(۱۱۶) ماسوا اللہ کے وجود کے انکار کا عقیدہ واجب الاصلاح ہے مگر صاحب الحال معذور ہے۔ ص ۶۳

(۱۱۷) تجلیات و انوار کا (لائے نفی) کے تحت میں لانے کی ضرورت اس وقت ہے جب وہ مقصود حقیقی سے حجاب ہو جائے۔ ص ۶۴

(۱۱۸) حضور دائمی عادتاً ممکن ہے۔ ص ۶۴

(۱۱۹) فنائے نفس کی توقع صرف دوام عمل سے ہوتی ہے۔ ایضاً

(۱۲۰) حصول مقصود کے لئے لطائف ستہ کے مشق کی ضرورت نہیں مگر جس کے لئے شیخ تجویز کرے۔ ایضاً

(۱۲۱) اقرب طریق یہ ہے کہ اول کسی شیخ کی صحبت سے یا جذبۂ غیبی سے نسبت حاصل ہو اور پھر مقامات کی تصحیح ہو اور فی زماننا یہی مشائخ کا معمول ہے۔ ایضاً

(۱۲۲) اعتکاف میں دن کو تلاوت قرآن اور رات کو کثرت نوافل میں مشغول ہونا چاہئے۔ ص ۶۵

(۱۲۳) بہ نیت استفادہ مزار پر ذکر کرنا ناجائز تو نہیں ہے مگر جس پر مذاق توحید کا غلبہ ہوتا ہے ان کو اس سے بھی ایسا ہی انقباض ہوتا ہے جیسے بعض اقسام شرک سے۔ ص ۶۶

(۱۲۴) کسی اجازت یافتہ کو کوئی شغل یا مراقبہ اس غرض سے کرنا کہ اس کی حقیقت معلوم ہو گی یا اس سے دوسروں کو نفع پہنچاؤں گا تو یہ بوجہ اخلاص نہ ہونے کے مفید نہیں ہے۔ ایضاً

(۱۲۵) ذلت و انکسار کے طریقہ کا تعین شیخ کے مشورہ سے کرے۔ ایضاً

(۱۲۶) توبہ کا قبول ہونا صرف یہی نہیں کہ مصیبت و تکلیف رفع ہو جائے بلکہ اسکے اجر و ثواب کا حصول بھی مقبولیت ہے۔ ص ۶۷

(۱۲۷) مصائب میں دعا کے ساتھ رضا بقضا ہونا اجر و راحت دونوں کے لحاظ سے افضل ہے۔ ایضاً

(۱۲۸) امور غیر اختیاریہ میں اگرچہ عبادات کا نقص ہو مگر باعث حرمان و خسارہ نہیں ہے۔ ایضاً

(۱۲۹) احیاء العلوم و لطائف المنن کا مطالعہ بعض کے لئے نافع نہیں ہے ان کے بجائے دعوات عبدیت و تربیت السالک و تکشف مفید ہے۔ ص ۶۷

(۱۳۰) بی بی سے بقدر ضرورت مباشرت کرنا نفس کشی کے خلاف نہیں ہے۔ ص ۶۸

(۱۳۱) اگر کسی کے متعلق کوئی ناگوار کلمہ نکل جائے تو اس کے لئے استغفار کیا جائے اور آئندہ کے لئے عزم قوی کیا جائے۔ ص ۷۰

(۱۳۲) اگر بغیر ذکر لسانی کے بھی قلب میں غفلت کا احساس نہ ہو تو وہ وہم ہے یا پہلے ذکر کا اثر ہے جس کو بقاء نہیں ہے۔ ایضاً

(۱۳۳) بعض کیفیات محض از قبیل خیالات ہوتی ہیں اور اعتبار حقائق کا ہے۔ ایضاً

(۱۳۴) کسی عیب کا حقیقی تدارک اس کی اصلاح ہے محض توبہ و استغفار کافی نہیں ہے۔ ایضاً

(۱۳۵) کسی گناہ کا سب سے بہتر جرمانہ نماز ہے کیونکہ وہی نفس پر سب سے شاق ہے۔ ایضاً

(۱۳۶) وساوس کا منقطع ہونا یا معیت کا غلبہ اور اچھے خوابوں کا دیکھنا بدون اعمال قابل اعتبار نہیں ہے۔ ایضاً

(۱۳۷) اگر قبض کا سبب کوئی معصیت یا غیر جنس کی صحبت نہ ہو تو اس کا سبب امتحان ہے اس وقت صبر و استقامت و استغفار اور مواعظ و تربیت کا مطالعہ مفید ہے۔ ص ۷۱

(۱۳۸) نفس کے ساتھ ہر معاملہ میں احتیاط اور بدگمانی چاہئے۔ ص ۷۲

(۱۳۹) قرآن شریف کا پڑھ کر بخشنا کسی درجہ میں بھی موجب حرمان و خسارہ نہیں ہے قطع نظر اس سے کہ خود کو بھی ثواب پہنچتا ہے یا نہیں۔ ص ۷۳

(۱۴۰) کسی محرم کی موت پر مثل اولاد کے بے چین ہونا نفس کا چھپا ہوا چور ہے جو ظاہر ہوا۔ ص ۷۳

(۱۴۱) بعض اوقات کسی کام کے فیصلہ میں تردد بے موقع نہیں ہوتا ہے۔ ص ۷۵

(۱۴۲) حسد اگرچہ درجہ وسوسہ میں ہو مگر احتیاطاً علاج یہ ہے کہ محسود کے حصول مقصود

کے لئے دعا کرے اور اس کے حصول پر مختلف مجامع میں اظہار مسرت کرے۔ ایضاً

(۱۴۳) اگر ذکر میں کپڑا پھاڑنے اور سر پٹکنے اور طمانچہ مارنے کا غلبہ ہو تو ان کیفیات کو رد کر کے مغلوب کرے۔ ص ۷۶

(۱۴۴) اگر جنگل جانے یا نعرہ لگانے کا غلبہ ہو تو اشعار پڑھ کر مغلوب کرے۔ ایضاً

(۱۴۵) قصد السبیل میں جو بیعت کے فوائد مندرج ہیں وہ اکثریہ ہیں کلیہ نہیں ہے۔ ایضاً

(۱۴۶) دعوت کی اگر مکافات نہ کر سکے اور ان کی شکایت کا احتمال ہو تو ایسی دعوتوں میں نہ جانا مناسب ہے۔ ایضاً

(۱۴۷) ناواقف کو کسی مسئلہ کے جواب میں سائل سے کہ دینا چاہئے کہ کسی عالم سے پوچھو۔ ایضاً

(۱۴۸) بلا اختیار اگر کان میں کسی امر منکر جیسے غیبت یا مزامیر وغیرہ کی صدا آوے تو التفات نہ کرے۔ ص ۷۷

(۱۴۹) مسائل نزاعی میں خود کسی کو خطاب نہ کیا جائے البتہ اگر تحقیق و عمل کے قصد سے دریافت کرے تو بتلایا جائے ورنہ کوئی مناسب عذر یا حوالہ دوسرے علماء کا کیا جائے۔ ص ۷۷

(۱۵۰) نیند کے غلبہ میں ذکر ممنوع ہے۔ ایضاً

(۱۵۱) اصل چیز قلب و لسان سے ذکر ہے اگر اس کے ساتھ بلا قصد کوئی وارد آجائے تو مضائقہ نہیں ہے۔ ص ۷۸

(۱۵۲) اگر ذاکر کو بلا وجہ دہشت معلوم ہو اور یوماً فیوماً اس میں ترقی ہو تو اس حال ہیبت کہتے ہیں۔ جو بلا قصد طاری ہوتا ہے جس میں کمی بیشی بھی ہوتی ہے اور پھر اعتدال ہو جاتا ہے مگر قابل التفات نہیں ہے۔ ایضاً

(۱۵۳) جو خواب زیادہ اہم ہو تو اس کی تعبیر شیخ سے پوچھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ایضاً

(۱۵۴) خواب میں غلاظت کا کھانا کبھی تو تسخیر کا اثر اور کبھی کسی امر نامشروع کا صادر ہونا اس کی تعبیر ہے۔ ص ۷۹

(۱۵۵) اگر ذاکر کو خدا کی ہستی میں خلجان ہو تو اس کو دلیل سے دفع کرنے کے بجائے التفات نہ کرے اور نہ اس کی مضرت سے خوف کرے۔ ایضاً

(۱۵۶) دیوان حافظ و مثنوی کا مطالعہ شوق و محبت پیدا کرتا ہے مگر شیخ سے مشورہ کرے۔ ص ۸۱

(۱۵۷) ملازم کو اپنے حقوق طلبی اور تنخواہ طلب کرنے سے عار نہ چاہئے جس کا منشا کبر ہے۔ ص ۸۰

(۱۵۸) مبتدی کو معاصی یاد کر کے رونا بہتر ہے اور منتہی کو توبہ کر کے کام میں مشغول ہونا مناسب ہے۔ ایضاً

(۱۵۹) نامحرم سے پردہ کا انتظام ضروری ہے۔ ص ۸۱

(۱۶۰) فضول گوئی سے بچنے کا طریق یہ ہے کہ ہر وقت تسبیح رکھے اور اصلی کام ذکر کو سمجھے جس سے کوئی وقت خالی نہ ہو اور پھر بھی اگر سرزد ہو جائے تو چار رکعت نفل کا جرمانہ ادا کرے۔ ص ۸۲

(۱۶۱) ذکر جہری میں مسجد میں سونے والے کی رعایت ضروری نہیں ہے۔ ص ۸۳

(۱۶۲) تربیت و مواعظ میں گو دل نہ لگے مگر پڑھنا چاہئے کیونکہ اصلاح کا مدار انہی پر ہے۔ ایضاً

(۱۶۳) حضرت جنید سے کسی نے پوچھا کہ (ما النہایۃ) فرمایا۔ العود الی البدایۃ اس کا جزو یہ بھی ہے کہ بعد کمال کے ابتدائی مجاہدہ کی حاجت نہیں رہتی اور دوسرا جزو یہ ہے کہ احوال کے سکون کی وجہ سے اس کی حالت مشابہ مبتدی کے ہو جاتی ہے۔ ص ۸۴

(۱۶۴) شیخ کی صحبت و مکالمہ سے اپنی کوتاہیوں کا علم ہوتا ہے۔ ص ۸۵

(۱۶۵) قبض ہی کی بدولت بسط میں لذت ہوتی ہے۔ ص ۸۷

(۱۶۶) اگر کسی سے اپنی غلطیوں اور قصور کا عفو کرانا مقصود ہو تو یہ کہنا کافی ہے کہ مجھ سے آپ کے کچھ حقوق ضائع ہو گئے ہیں تفصیل کی ضرورت نہیں۔ ص ۸۷

(۱۶۷) مشکوٰۃ شریف کے کتاب الرقاق اور احوال جنت و نار کا مطالعہ انابت کے لئے معین ہے۔ ایضاً

(۱۶۸) خواب میں سیاہ جبہ کا پہنے ہوئے دیکھنا علامت فنا ہے اور لمبا چوڑا دیکھنا کمال فنا کی طرف اشارہ ہے۔ ص ۸۸

(۱۶۹) معبود حقیقی کا حضوری بالواسطہ بھی حضور ہی کے درجہ میں ہے یعنی وسائط مامور بہ ہیں۔ ص ۸۹

(۱۷۰) حالت انس میں انبساط کو حد ادب سے نہ گذرنے دیا جائے کہ بعض اوقات عتاب کا سبب ہو جاتا ہے۔ ص ۹۰

(۱۷۱) متقدمین کے احوال سے اپنی حالت کا موازنہ کر کے مایوس نہ ہونا چاہئے کیونکہ ہر زمانہ

کی اصلاح کا طریقہ مختلف ہے۔ ایضاً

(۱۷۲) طالب کو اپنی اصلاح کے لئے شیخ کی روشن ضمیری پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے۔ ایضاً

(۱۷۳) شیخ طالب کی صرف تعلیم کا ذمہ دار ہے نہ اصلاح کا۔ ص ۹۱

(۱۷۴) ہر صاحب صنعت و حرفت کو معصیت کے ارتکاب سے بچنا چاہئے اور اگر ناگزیر ہو تو گناہ گار سمجھ کر کرتا رہے اور نہایت عاجزی سے توبہ اور دعا کرتا رہے۔ ص ۹۲

(۱۷۵) کمزور لوگوں کو اپنے امور میں کوشش ضرور کرنا چاہئے تاکہ حسرت نہ رہے اور نتیجہ کو خداوند تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہئے۔ ص ۹۲

(۱۷۶) توجہات مثلاً توجہ انعکاسی واستحادی وغیرہ یہ سب تصرفات ہیں جو مشق سے حاصل ہو جاتے ہیں جس سے ایک گونہ استعداد طالب میں پیدا ہو جاتی ہے مگر قرب میں اس کو کوئی دخل نہیں ہے۔ ص ۹۳

(۱۷۷) بعض اوقات اہل اللہ کی زبان سے وہ امور جاری ہو جاتے ہیں جس میں طالب کی اصلاح و ہدایت ہوتی ہے اور کشف سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ ص ۹۴

(۱۷۸) بعض لوگوں کے لئے استجابت دعا اور جھاڑ پھونک بھی موجب فتنہ ہے۔ ایضاً

(۱۷۹) اگر خلوت اور دیندار کی صحبت دستیاب نہ ہو تو خود غیبت نہ کرے اور دوسرا کرے تو برا سمجھے اور شرکت نہ کرے۔ ص ۹۸

(۱۸۰) بعض لوگ جو اتحادی توجہ کے تحمل نہ کرنے سے تلف ہو گئے اس کا ان بزرگوں کو گمان نہ تھا اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک شخص کو ایک لاکھ روپے ملنے سے شادی مرگ ہو جائے۔ ص ۱۰۰

(۱۸۱) یک زمانہ صحبت باولیاء سے مراد وہ وقت ہے جو احیاناً کسی ولی پر آجاتا ہے جس میں وہ طالب کی ایک توجہ سے تکمیل فرما دیتے ہیں جو صد سالہ مجاہدہ سے میسر نہیں ہوتی اور کبھی شیخ کے قصد و اختیار کو بھی اس میں دخل ہوتا ہے مگر ایسے واقعات کم ہوتے ہیں۔ ایضاً

(۱۸۲) کبھی طالب صادق شیخ کے قول و فعل سے بلا قصد و اختیار متاثر ہو کر بہت جلد منزل مقصود پر فائز ہو جاتا ہے مگر یہ مجملہ برکات کے ہے اور طریق سلوک کا دارومدار اسی پر ہے۔ ص ۱۰۰

(۱۸۳) قوت قدسیہ ایک طاقت کا نام ہے کہ اس کے سامنے وہ مسائل جو استدلال و نظر کے محتاج ہیں بدیہی اور واضح ہو جاتے ہیں۔ ایضاً

(۱۸۴) محققین تصرف و ہمت کو پسند نہیں فرماتے کیونکہ اس میں قصداً انہماک بالغیر ہوتا

ہے اور صرف دعا پر اکتفاء کرتے ہیں۔ ص ۱۰۱

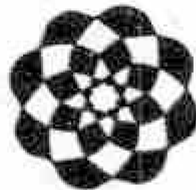
(۱۸۵) بیعت سے شیخ کے ساتھ تعلق زیادہ ہو جاتا ہے بشرطیکہ شیخ طالب پر مطمئن ہو جائے۔ ایضاً

(۱۸۶) آنحضرتؐ پر طبعاً اور کسی بزرگ کی محبت کی زیادتی کا شبہ ہو تو طریق موازنہ یہ ہے کہ یہ سوچے کہ اگر نعوذباللہ کوئی بزرگ جس سے زیادہ تعلق کا شبہ ہوتا ہے اگر وہ حضور اقدسؐ کے خلاف ہو جائے تو اس وقت بھی اس سے محبت رہتی؟ ظاہر ہے کہ ہرگز ہرگز نہیں رہ سکتی۔ ص ۱۰۳

(۱۸۷) قلتِ ادب کا منشاء قلت عشق ہے عظمت الٰہیہ کو قلب میں راسخ کر کے عشق کے ساتھ جمع کرنا چاہیے۔ ص ۱۰۴

(۱۸۸) خواب و احوال قابل التفات نہیں ہیں کیونکہ اکثر ان کا سبب امور طبعیہ ہوتے ہیں۔ ص ۱۰۷

تمت بالخیر



ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کی چند اہم مطبوعات

حکیم الامت مجدد الملت
حضرت تھانویؒ اور علمائے
دیوبند کی مستند تالیفات

ملفوظات حکیم الامت ۲۵ جلد
خطبات حکیم الامت ۳۲ جلد
اشرف التفاسیر....(۴ جلد)
اشرف السوانح.....(۴ جلد)
امثال عبرت (مع حوادث حکایات)
تقریر ترمذی......کامل ۲ حصے
اصلاح خواتین (جہیز ایڈیشن)
اشرف اللطائف..........(مجلد)
آداب تقریر و تصنیف (مجلد)
التکشف عن مہمات التصوف
اصلاحی نصاب (مجموعہ تالیفات اشرفیہ)
اشرف الجواب..(کامل ۳ حصے)
اسلامی شادی....(جہیز ایڈیشن)
اصلاح الرسوم......(مجلد)
اسلامی تہذیب.....(مجلد)
اسلام اور سیاست...(مجلد)
حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات
احکام المسجد......تربیت السا
تحفۃ العلماء.......کامل ۲ جلد
عملیات و تعویذات کے احکام
سیرت اشرف.......۲ جلد
کلید مثنوی شرح مثنوی، ۲۴ حصے
تحفۃ زوجین....حقوق الزوجین
معارف اشرفیہ (مجموعہ تالیفات)
مائۃ دروس (۱۰۰-اہم اسباق)
مصائب اور ان کا علاج......
مکتوبات ملفوظات اشرفیہ....
ملفوظات کمالات اشرفیہ......
مقالات حکمت....(کامل ۲ جلد)
انفاس عیسیٰ.........(کامل ۲ جلد)
حسن العزیز......(کامل ۵ جلد)
ہدیۃ اہل حدیث.......(مجلد)
تسہیل المواعظ....(کامل ۲ حصے)

بیاض اشرفی.....(کامل مجلد)
تفسیر حل القرآن (۲ جلد)
جواہر اشرفیہ.........(مجلد)
افسر شاہی ....(مجلد)
تحفہ رمضان المبارک........
بہشتی زیور مکمل مدلل
دینی دعوت کے اصول و احکام
مکتوبات حکیم الاسلام........
تقریر سیکھئے.........(مجلد)
تاریخ جنات و جادو اور.....احکام
تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین
گلدستہ تفاسیر.......(کامل ۹ جلد)
گلدستہ ظرافت .....(مجلد)
قرآن مجید ....بیاض والا
شرح سنن ابی داؤد عینی، ۷ جلد
ملفوظات محدث کشمیری
بخاری شریف (عربی اردو) ۲ جلد
مسلم شریف.....(عربی) ۲ جلد
جامع الترمذی.........(عربی)
سنن ابن ماجہ.......(عربی)
نسائی شریف........(عربی)
شیخ الہند کے غیر مقلدین
سے لاجواب سوالات
غیر مقلد بنام غیر مقلد........
کشکول مجذوب (جدید اعلیٰ ایڈیشن)
کاروان جنت.......تحفہ معلم
کنز العمال، عربی (۱۸ جلد)
لسان المیزان، عربی (۷ جلد)
معمولات نبوی ﷺ ......
مثالی خواتین.....(مجلد اعلیٰ)
تحفۃ النساء.....مجالس جوزیہ
مرج البحرین..(شریعت طریقت)
مشاہیر علماء...(کامل ۳ جلد)
ماہتاب عرب...فضائل جماعت
مثنوی شریف....(دفتر ہفتم)

مناجات مقبول.....(کارڈ کور)
علماء کی کہانی، خود ان کی زبانی
مشکلات القرآن (عربی)
مشکلات القرآن (اردو)....
مجالس حکیم الاسلام ۲ جلد..
مصنف ابن ابی شیبہ (عربی، ۹ جلد)
بدایۃ الحیران فی جواہر القرآن
ہدیۃ الشیعہ.......آب حیات
تقریر دلپذیر.......تذکرۃ القرا
تفسیر سواطع الالہام (عربی، بے نقط)
تقاریر شیخ الہند .....(مجلد)
اطباء کے حیرت انگیز کارنامے
آداب مباشرت............
جنت اور اسکے حسین مناظر...
قرآن کریم اور علم النفس......
نسیم الریاض (عربی) ___۴ جلد
نزہۃ الخواطر (عربی) ۸ حصے
نیک خاوند نیک بیوی......
تاریخ جنات و انسان ....
تفسیر انوار البیان ۹ جلد......
انوار الباری شرح بخاری ۱۹ حصے
السنن الکبریٰ النسائی (عربی) ۷ جلد
السنن الکبریٰ بیہقی (عربی) ۱۰ جلد
اوجز المسالک...(عربی) ۱۵ جلد
المواہب اللدنیہ شرح شمائل ___(عربی)
امانی الاحبار شرح معانی الآثار ۴ جلد
احاطہ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن
اسلامی زندگی قرآن کے آئینہ میں
اسوۃ الصالحین.......آثار خیر
التقریر الحاوی شرح بیضاوی (اردو)
اصلاحی مقالات .....(مجلد)
ارشادات اکابر.......(مجلد)
اسلام کا مکمل نظام طلاق ......

حضرت گنگوہیؒ اور انکے خلفاء
مفتی محمد حسن اور انکے تلامذہ و خلفاء
حیات کشمیری (نقش دوام)
تفسیر بغوی (عربی)..کامل ۴ جلد
پر اسرار بندے (۲ جلد)
تعمیر انسانیت (۲ جلد)
دینی دسترخوان (۳ جلد)
درسی تفسیر.. پارہ نمبر ۲۹، ۳۰
علماء دیوبند کی یادگار تحریریں ۲ جلد
صحابہ کرامؓ اور ان پر تنقید؟..
شریعت و تصوف....(مجلد)
شرح اسماء اللہ الحسنیٰ..(مجلد)
دیکھنا تقریر کی لذت.(مجلد)
خوبصورت کشکول..(مطولی)
خطبات احتشام....(۶ جلد)
خطبات مفکر اسلام....(مجلد)
خطبات عارفی.........(مجلد)
خطبات طیب..........(مجلد)
خطبات محمود.......(۳ جلد)
خطبات اکابر......(۵ جلد)
خطبات مسیح الامت (۳ جلد)
خاصان خدا کا خوف آخرت
مقامات مقدسہ.....(مجلد اعلیٰ)
رونق محفل......احکام قرآنی
بصائر قرآنی......معارف قرآنی
قرآنی کرنیں.......(مجلد)
تاریخ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل
جمع الوسائل شرح شمائل (عربی)
پچاس مثالی شخصیات (مجلد)
علموا اولادکم محبۃ رسول اللہ ﷺ

ادارہ تالیفات اشرفیہ
نزد چوک فوارہ بیرون بوہڑ گیٹ
ملتان پاکستان 41501-540513
مکمل فہرست مفت طلب فرمائیں